ہمارا ادب

اولیاء نمبر

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہمارا ادب

(۱۹۹۴ - ۹۵ء)

اولیا نمبر

(۳)

نگران

پروفیسر ریتا جتندر

ترتیب و تہذیب

محمد احمد اندرابی

معاون

محمد اشرف ٹاک

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ناشر۔ سیکرٹری جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز
مطبع۔ جے کے آفسیٹ پرنٹرس۔ دھلی ۔ ۶
تعداد۔ ۵۰۰
قیمت ۔

مُقالہ نگاروں کی آراء سے اکادمی یا ادارہ کا
کُلاً یا جزواً اتفاق ضروری نہیں ۔

خط و کتابت کا پتہ

محمد احمد اندرابی

ایڈیٹر ــــ اُردو

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز
لال منڈی۔ سری نگر۔

سرورق
عمل ــ جی احمد

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

فہرست

• پیش لفظ	محمد احمد اندرابی	
• حضرت بابا بام الدین رح	غلام نبی آتش	۵
• حضرت سید عالی بلخی رح	غلام نبی گوہر	۱۴
• حضرت سید محمد مدنی رح	عبدالاحد رفیق	۲۳
• حضرت بابا شیخ محمد علی رینہ رح	عبدالمجید سائر	۳۴
• حضرت خواجہ حسن قاری رح	محمد صدیق نیاز مند	۷۲
• حضرت خواجہ اسحٰق قاری رح	محمد صدیق نیاز مند	۸۶
• حضرت خواجہ محمد طاہر الرفیق رح	محمد امین رفیقی	۱۲۰
• حضرت ملا محمد حسین خباز رح	عبدالاحد رفیق	۱۲۸
• حضرت بابا شیخ عبدالغفور رح	راجا نذر بونیاری	۱۳۸
• حضرت اکمل الدین کامل بیگخان بدخشی رح	محمد طیب کاملی	۱۵۰

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پیش لفظ

ہمارا ادب کے اولیا نمبر کی ایک اور جلد قارئین کو پیش کرتے ہوئے ہمیں خوشی ہو رہی ہے۔ اس سلسلے کی یہ تیسری جلد ترتیب دینے کا حوصلہ ہم نے اس کی دو جلدوں کی اشاعت اور قارئین کرام پسندیدگی سے پایا۔ اس میں ہمارے قارئین اور کرم فرماؤں کے مفید مشوروں کا بھی عمل دخل رہا ہے۔

پہلی دو جلدوں کی طرح اس جلد کے لئے بھی وادی سے تعلق رکھنے والے اہلِ قلم حضرات سے مضامین لکھنے کی استدعا کی گئی لیکن اس بار بھی ہمیں زیادہ مضامین نہیں ملے اور اسی لئے ہم ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں مضامین ایک تسلسل اور کرونولاجکل طریقے سے شامل اشاعت نہیں کر پائے ہیں۔

اس سے یہ اخذ نہیں کیا جانا چاہیئے کہ قلمکار یا قلمی معاونین ہم سے تعاون نہیں کرتے یا ایسا کرنے کو تیار نہیں بلکہ اصل مسئلہ ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں مواد کی عدم دستیابی کا ہے کیونکہ ہمارے ہاں لکھے گئے اکثر تذکروں میں چند ایک مشہور و معروف بزرگانِ دین کے بارے میں تو تفصیلاً حالات درج کئے گئے ہیں جبکہ دوسرے بزرگوں کے بارے میں ایک آدھ صفحہ یا چند سطور سپردِ قلم کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے یا پھر صرف ان کے "کشف و کرامات" کو لیکر کافی کچھ لکھا گیا ہے۔ اس قسم کے مضامین ظاہر ہے کہ شاملِ اشاعت ہونے سے رہ جاتے ہیں۔

ہمیں یہ کہنے میں تامل نہیں کہ ایسے تذکروں پر مبنی یا ان کے حوالے سے لکھے گئے دو ایک مضامین، جو کہ زیرِ نظر جلد میں بھی شامل ہیں، سے اس بات کی صاف عکاسی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے تذکروں کو بنیاد بنا کر جو مضامین لکھے جائیں گے وہ نہ تو معیاری ہوں گے اور نہ ان میں دم ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ایسی برگزیدہ شخصیات پر قلم ہی نہ اٹھایا جائے۔

مواد کی عدم دستیابی میں موجودہ نامساعد حالات کا بھی کافی عمل دخل ہے۔ ہمیں اس بات کا بھرپور احساس ہے کہ مضمون نگار حضرات کو مختلف علمی و ادبی اداروں یا علمی خانوادوں سے مواد اکٹھا کرنے کے سلسلے میں کافی تگ و دو کرنا پڑتی ہے اور موجودہ حالات میں ایسا کرنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے برابر ہے۔

ہماری تمنا ہے کہ "اولیا نمبر" کی کئی اور جلدیں ترتیب دینے کی سعادت حاصل کریں لیکن مواد کی فراہمی اس کی پہلی اور آخری شرط ہے۔

اس جلد میں شامل مضامین کے بارے میں ہمیں آپ کی آرا کا انتظار رہیگا۔

محمد احمد اندرابی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام نبی آتش

حضرت بابا بام الدین ریشی رحمۃ اللہ علیہ

بمہِ زوٗیک بمہِ سادا تمیٔ پوٗتلین شرادا کِہِ
تس تہِ لویتھ توسے نادا تھتی منے ور دِتو دِہِ
(شیخ نورالدین ریشیؒ)

○ - (ایک تھا بمہ زوہ کا بمہ ساد۔ اُس نے مورتیوں کی پرستش کی، اے مولا، تو نے اُس کو بلا کر راہِ راست دکھائی، ایسے مراتب مجھ کو بھی عطا فرما۔)

روایت ہے کہ علاقہ دودر کوٹ میں کیموہ کے قریب ایک گاؤں جسے "کھی جوٗگی پور" کہتے ہیں، کے پُش پتل نامی محلے کے ایک مکان میں شام ڈھلتے ہی ایک پنڈت اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا کہ آج پو پھوٹنے سے پہلے گاؤں کے چشمے سے پھولوں کے دو خوبصورت گلدستے ظاہر ہونے والے ہیں۔ ایک چنبیلی کا اور دوسرا اڈہر کے پھولوں کا! جو عورت چنبیلی کا گلدستہ سونگھے گی۔ بھگوان اسے ایک ایسا بیٹا عطا فرمائے گا کہ آفتاب نصف النہار کی طرح بلند و بالا اور درخشاں ہوگا اور جو عورت اڈہر کے گلدستے کی خوش بو سونگھے گی اُسے بھی ایک بیٹا ملے گا، جو اگرچہ آفتاب نصف النہار کی طرح بلند و بالا اور درخشان نہ ہوگا۔ لیکن خاص روحانی قدوقامت اور درجات ضرور پائے گا۔ میاں بیوی کی یہ گفتگو شیخ سالارالدین نے سُن لی جو کہ اُس وقت پنڈت جی کے مکان کے پاس سے گذر رہا تھا۔ شیخ سالارالدین نے یہ بات

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اپنی اہلیہ محترمہ سدرہ* کو بتائی۔ اولاد کی متلاشی یہ بات سنتے ہی چشمے کے کنارے بیٹھ کر گلدستے کا انتظار کرنے لگی۔ رات کے پچھلے پہر کو چشمے میں سے چنبیلی کا گلدستہ ظاہر ہوگیا۔ سدرہ ماجی نے اُس کی خوشبو سونگھ لی تو اسکا پاؤں بھاری ہوگیا۔ اب وہ گھر کی اور چلنے لگی تو پنڈتانی راستے میں ملی، وہ گلدستے کی خوشبو سونگھنے کے لئے چشمے کی اور جارہی تھی۔ سدرہ ماجی کو دیکھ کر کفِ افسوس ملتی رہ گئی۔ آخر اُدھر کے پھولوں کے گلدستے کو سونگھ کر واپس چلی گئی۔ مدت پوری ہونے پر سدرہ ماجی کے بطن سے شیخ نورالدینؒ نندہ ریشی سالارِ اعظم قافلۂ ریشیانِ کشمیر نے جنم لیا اور پنڈتانی کے بطن سے بُمہ سادجو بعد میں حضرت بابا بام الدینؒ کے نام نامی سے شہرت پاکر حضرت شیخ کا خلیفۂ اوّل بن گیا، پیدا ہوا۔ پنڈت جی کا نام اُتن اور پنڈتانی کا فکرِ بٹنی بتایا جاتا ہے۔

اگر اس لوک روایت کو صحیح مان لیا جائے، جیسا کہ اس کی صحت پر آج تک عوام الناس کا یقین ہے اور اس کو ریشی ناموں اور تذکرات وغیرہ میں درج بھی کرلیا گیا ہے، تو ماننا پڑے گا کہ حضرت بابا بام الدینؒ کا سالِ ولادت وہی ہے جو کہ حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ کا ہے یعنی ۷۷۹ھ مطابق ۱۳۷۰ء بُمہ سادکا باپ اُتن پنڈت بہت بڑا جیوتشی اور سنگتراش تھا۔ وہ اعلیٰ قسم کی مورتیاں بنانے میں کمال رکھتا تھا۔ لُش پتل نامی جگہ پر کچھ عرصہ پہلے کھدائی کرنے پر کچھ مورتیاں بھی ہاتھ آئی ہیں۔ بقول ارجن دیو مجبوراً اس جگہ کو چھوڑ کر اُتن پنڈت بُمہ زُو چلا گیا جہاں اعلیٰ قسم کی مورتیاں بنانے کے لیے مناسب قسم کے پتھر بہ افراط میں دستیاب تھے*

بُمہ زُو نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں اسلام آباد (اننت ناگ) سے سات کلومیٹر کی مسافت پر دریائے لدر کے دائیں کنارے کریوۂ مٹن کے دامن میں آباد ہے۔ مٹن کے مشہور چشموں سے شمال کی جانب بُم زُو تک صرف ایک میل کا فاصلہ ہے اور بُمہ زُو کے بالکل قریب ہٹہ مُر نامی گاؤں شروع ہوجاتا ہے جہاں چند سال پہلے کھدائی کرنے پر بودھ آثار ملے ہیں، جن میں منقش خشت ہائے پختہ اور ٹائیلیں وغیرہ شامل ہیں "بُم زُو" سے مُراد ہے "بُم کا جزیرہ" کیونکہ "زُو" کشمیری میں جزیرے

---

* "سدر" کشمیری میں سمندر کو کہتے ہیں۔ حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ کے تولد ہونے کے بعد عقیدت و احترام سے بیگم شیخ سالارالدین (والدۂ شیخ نورالدینؒ) کو "سدرِ ماج" کہا جانے لگا۔ "ماج" یا "موج" کشمیری میں "ماں" کو کہتے ہیں۔

* "وہ تھہ آگر"۔ شیخ نورالدین ولی نمبر ص ۲۷

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا مترادف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بُم سادنے یہاں عبادت وریاضت کی تھی، اس لئے اسکا نام "بُمہ زُو" پڑا۔ راج ترنگنی کے اُردو مترجم کے مطابق مارتنڈ مہاتم میں اِس جگہ کا نام "بھیم دویپ" کی صورت میں موجود ہے۔ اُس نے مزید لکھا ہے کہ "دویپ" زُو کی ایک صورت ہے، جس کے معنی کشمیری زبان میں جزیرے کے ہوتے ہیں، بھیم جو بھوم سے مشابہ ہے، اس سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ بھیم کیشو کا مخفّف ہے، دریائے لدر میں چٹانی ٹیلے کے سامنے، جس کے دامن میں یہ مندر (بھیم کیشو مندر) واقع ہے، بہت سے چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں اور اِسی وجہ سے اِس کا نام "بُمہ زُو" رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت وہاں کوئی جزیرہ نہیں ہے۔ کلہن کے مطابق سنگراج کے خسر اور رانی دِدا کے نانا بھیم شاہی نے بھیم کیشو نام کا ایک مندر بُمہ زُوہ میں بنایا تھا۔ اس وقت جو مندر ایک غار میں موجود ہے، اُسے بھیم کیشو مندر کا ہی ایک حصّہ تصوّر کیا جاتا ہے حتیٰ کہ کلہن نے غار میں موجود مندر کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بُمہ زُو میں چند چھوٹی چھوٹی گپھاؤں کے علاوہ وہ مشہور و معروف گپھا بھی ہے جو تاریخ کشمیر میں "غارِ آری رائے" کے نام سے مشہور ہے۔ آج تک کوئی شخص اس غار کے دوسرے سرے تک نہیں جاسکا ہے۔ حیدر ملک چاڈورہ مورخِ کشمیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میں (حیدر ملک) بائیس آدمیوں کے ساتھ اس غار میں داخل ہوگیا۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چراغ تھا، تیل بھی ساتھ تھا، ایک جگہ ایک بیس گز اونچا گنبد تھا، وہاں ہمیں چار راستے ملے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے، ہمیں آگے جانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ نیچے جانے والے راستے کے اندر ہم نے ایک پتھر گرادیا۔ تقریباً ایک پہر تک اُس پتھر کے گرنے کی آواز سُنائی دی اور یہیں سے ہم باہر چلے آئے۔

بہر کیف، بُمہ زُو کے اِسی پُرسکون مقام پر بُمہ سادنے اپنے اسلاف کے مذہب کے مطابق ریاضت و عبادت شروع کی۔ بڑی تپسیا کے بعد وہ کشمیر کا ایک بڑا روحانی گرو بن گیا۔ اُس کے

حقیقت کچھ بھی ہو قرین قیاس یہی ہے کہ بُمہ سادنے کے تعلق سے ہی اس جگہ کا نام "بُمہ زُو" پڑا ہوگا یہ بات باور کرنے لائق نہیں کہ "بُمہ سادنے" کو "بھیم شاہی" مان لیا جائے جیسا کہ اچھر چند نے لکھا ہے وہ تو "بُمہ زُو" کے بھیما دیوی سے منسوب ہونے سے بھی متفق نہیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ کشمیری میں "بُم" ایک سبزی (کاہِ نیلوفر) کا نام بھی ہے جو چشموں اور تالابوں وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ "بھوؤں" کو بھی کشمیری میں "بُمہ" یا "بُمبہ" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بچّے ایک کھلونے سے کھیلتے ہیں جسے "بُم پتل" کہتے ہیں۔ بہر حال یہ سب کہنے سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جانا چاہیئے کہ ان چیزوں کا "بُمہ زُو" سے بدیہی کوئی تعلق پیدا کیا جاتا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محیر العقول، روحانی کمالات کا ذکر ریشی ناموں میں موجود ہے۔ بُم زُو میں واقع اُس کے مندر میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) بُت موجود تھے جنکی وہ پرستش کرتا تھا۔ روحانی کمالات کا یہ عالم تھا کہ پو پھٹنے سے پہلے وادی کے پانچ تیرتھ استھانوں میں حاضری دے کر واپس آجایا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ یہ تیرتھ ایکدوسرے سے بہت دُور تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ مقامات کھادن یار (بارہ مولہ)، ولرناگ (بھیل وُلر میں) چھتہ بل (چھتر یار) شیو پورہ (کوہِ سلیمان کے دامن میں) اور ژندریار (بجبہاڑہ) میں واقع تھے۔

حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ بمہ سادکی شہرت سے واقف تھے۔ انہیں لگا کہ ایسے باکمال شخص کو دائرہ اسلام میں آنا چاہیئے۔ بمہ زُو پہنچ کر حضرت شیخؒ نے بمہ ساد کی روحانی قوت سلب کرکے مقابلے کی ٹھان لی۔ اس مقابلے کی داخلی شہادت وہ مشہور شعری مکالمہ ہے، جو بمہ ساد اور حضرت شیخؒ سے منسوب ہے اور آج تک زبان زد خلائق ہے۔ یہ مکالمہ پہلی بار بابا کمال الدینؒ نے اپنے ریشی نامہ موسوم بہ "ریشی نامہ عنبر شمامہ" میں درج کیا ہے۔ حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ مندر میں داخل ہوگئے تو بمہ ساد بپھر کر کہہ اٹھا ؎

کُس مالہِ چھُکھ تہٕ آکھ کمہِ دیشہِ گریشن رُوستے سانہِ برانہٕ ژراکھ
ڈیشتھ لمم بجہِ اندیشہِ دیھتہٕ ریشی مالہِ کور کنہٕ آکھ

• — (برخوردار، تو کون ہے اور کس دیش سے آیا ہے، پوچھے بغیر ہمارے گھر میں داخل ہوگیا، تجھے دیکھ کر میں اندیشہ ہائے دور و دراز میں مبتلا ہوگیا، بتا ریشی مالو، تو کہاں سے آیا؟)

حضرت شیخ العالم نورالدین ریشیؒ نے کہا، بھوکا ہوں، کچھ کھانے کو دے دو؟ سادھو نے

• "بمہ زو" کی سیدھ میں دریائے لِدر کے اس پار ایک چشمہ ہے۔ چشمے کے کنارے "برن" کا ایک بڑا درخت ہے۔ "برن" کشمیری میں ELM کو کہتے ہیں۔ چشمے کے اردگرد عام پتھروں کی معمولی دیوار ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ بمہ ساد کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے کی غرض سے جب حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ آئے تھے تو انہوں نے اسی جگہ کو اپنی قرارگاہ بنایا تھا۔ یہ چشمہ اُس گاؤں سے زیادہ دور نہیں ہے جسے نمبل کہتے ہیں۔ حالانکہ "نمبل" سے مراد دلدل ہے اور ممکن ہے کہ کسی زمانے میں یہ گاؤں (نمبل) دلدل ہی رہا ہو — مذکورہ بالا درخت بھی زیادہ پرانا نہیں لگتا اور یہ چشمہ کسی خاص توجہ کا مرکز بھی نہیں ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جو کچھ پکایا تھا وہ مورتیوں کی نذر کر دیا تھا اور باقی کھا لیا تھا۔ خالی ہانڈی دھو کر چولھے پر رکھی تھی، جواباً کہا ؎

رنُ آہار ژالہِ لیٚچ لاٚجِم سینٛتھِ واٚجِم تل آسا تھ
سمُتھ پوٚہ تلین سوٚے کنٛدِ لاٚجِم چھمُم لیٚچ تہٕ دِمے کیا تھ

(بمہُ سادہ)

● ۔ (جو کچھ پکانا تھا، پکا چکا۔ ہانڈی کو چولھے سے اُتارا۔ کھانا مورتیوں کی نذر کیا۔ اب ہانڈی کو دھو کر رکھا، تجھے کیا کھلاؤں ؟)

حضرت شیخؒ نے اصرار کیا کہ ہانڈی میں کھانا بھرا پڑا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے، ذرا دیکھ تو لے، بمہُ سادہ نے چونکہ خالی ہانڈی دھو کر رکھ لی تھی، اس لئے حضرت شیخؒ کی باتوں پر ناراض اور آپے سے باہر ہونے لگا۔ حضرت شیخ کے سمجھانے بجھانے پر جا کر دیکھا کہ ہانڈی پکے پکائے چاؤلوں سے بھری پڑی تھی۔ بمہُ سادہ انگشت بدنداں ہو کے رہ گیا اور کہا ؎

کسُو مالہِ چھُکھ تہٕ آکھ کمہِ وَتے پکھتوٚ وُلِ نتہِ گژھی ژیر
حاٚران کوٚرتھس امہِ حکمتے دیھتو ریشی مالہِ کیا چھُے سحر

● ۔ (برخوردار، تو کون ہے، کس راہ سے یہاں آیا ؟ تیری حکمت سے میں حیران ہوں، ریشی مالو۔ یہ کیا ساحری ہے !)

حضرت شیخؒ نے فرمایا، یہ ساحری نہیں، خدائے لاشریک کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ ازاں بعد روحانی درجات و کمالات کے سلسلے میں حضرت شیخؒ نے بمہُ سادہ سے پوچھا کہ جنّت سے تربوزہ لے آؤ، تاکہ تمہارے کمالات ظاہر ہوں" ریشی ناموں میں اسی روایت و کرامت کو بہت بڑھا چڑھا کر درج کیا گیا ہے اور ہمارے اکثر ریشی نامے و تذکراتِ عمومی بزرگوں کی کرامات سے بھرے پڑے ہیں۔ اسطرح اُن بزرگوں کے اصل حالات کرامات کی غلافوں میں لپٹ کر رہ گئے ہیں۔ بہر کیف، بمہُ سادہ نے کہا ؎

ریشی مالہِ کتھن چھِہم نہٕ پژان پرٕ پرٕ موکر اُتی ہتھے روز
بٕ چھُس پانے بہشتس اژان زانہٕ کھے کتھ میٚانی وژن بوز

● ۔ (ریشی مالو، تو بار بار سوال پوچھتا رہتا ہے۔ زیادہ باتیں نہ کر، دیکھ لینا، میں خود بہشت میں داخل ہوتا ہوں، میری بات جان لے۔)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کہا جاتا ہے کہ بمہ ساد روحانی قوت کی مدد سے بہشت کے دروازے تک تو پہنچ جاتا ہے، لیکن دربان اندر جانے کی اجازت نہیں دیتا اور کلمۂ توحید پڑھنے کی تاکید کرتا ہے۔ کلمۂ توحید پڑھوا کر دربان نے جنت کا میوہ بمہ ساد کے ہاتھ میں تھما دیا۔ حضرت شیخ کے پاس پہنچکر کہنے لگا ؎

ریشی مالہِ چھیم روزتھ مراقبس　　بیدار گژھتو ژلی وسواس
بہشتک میواہ اونے دمس　　بجر سائلن علمس راس

● — (اے ریشی، مراقبے سے اُٹھ اور وسوسے چھوڑ۔ دیکھ ہمارا کمال، آنکھ جھپکنے میں بہشت سے میوہ لایا ہوں)

حضرت شیخؒ نے فرمایا ؎

بمہ ساد کس باکورتھ اور زوے　　توے گومت چھے زرد روے
معلوم کورتھ پنن جستجوے　　اس نش چھکھ رچھان اوبروے

● — (بمہ ساد، تو نے کس کی آرزو کی ہے؟ اس لیے تیرا چہرہ زرد پڑ گیا ہے، تجھ کو اپنی اوقات معلوم ہو گئی، اب کیوں ہمارے پاس آبرو، بچانے کی کوشش کرتا ہے)

کہتے ہیں کہ حضرت شیخؒ نے مورتیوں کی طرف اشارہ فرما کر پوچھا، یہ انسان نے بنائی ہیں اور محض پتھر ہیں، بمہ ساد نے کہا ؎

پوتلی میانی اسن تہ گندن　　پوتلی میانی ساری انسان
پوتلین میانین عالم رسن　　حکم یوو کر کھ کھسن آسمان

● — (میرے بت ہنستے کھیلتے انسان ہیں۔ ساری دنیا انکی خوشنودی چاہتی ہے۔ انہیں حکم دوں تو آسمانوں کی سیر کرینگے۔)

اور بمہ ساد کے حکم سے مورتیاں آسمان میں اُڑنے لگیں۔ لیکن حضرت شیخؒ نے اپنی قوت روحانی سے انکو نیچے گرا دیا۔

آخر کار بمہ ساد دائرہ اسلام میں آکر حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ کے خلیفۂ اوّل قرار پائے۔ حضرت شیخؒ نے اپنی توجہ سے اُن کو سلوک کے اعلیٰ مقامات پر پہنچا دیا اور اُن کا نام بام الدین رکھ دیا۔ پیر و مرشد کی ہدایات کے مطابق حضرت بابا بام الدینؒ ریاضت و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ مشہور ہے کہ اُن کے ہاں دیئے میں تیل کے بدلے پانی جلتا تھا۔ نفس کشی کا یہ عالم تھا کہ ایک سفید پتھر کو چاٹ کر افطار کیا کرتے تھے۔ اُسی زمانے میں حضرت شیخ نورالدین ریشیؒ کی ہدایت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے مطابق حضرت زین الدین ریشی کی والدہ ماجدہ نے اپنے لخت جگر زیا سنگھ کو، جو بعد میں زین الدین ریشی کہلایا، کشتواڑ سے لاکر بابا بام الدین کے حوالے کر دیا۔ بابا نے کچھ مدت تک زین الدین کو اپنے یہاں رکھ کر اسلام کی تعلیم دی۔ بعد میں وہ حضرت شیخؒ کی خدمت میں چلے گئے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت بام الدینؒ تقریباً بارہ سال تک زندہ رہے۔ ریاضات و عبادات کا یہ عالم تھا کہ عوام سے قطع تعلق کر کے صبر و قناعت کی زندگی بسر کر کے اور پیر و مرشد کی ہدایات پر عمل کر کے سلوک کے اعلیٰ و ارفع مقامات پر فائز ہو گئے۔ تادم واپسیں کسی کی خدمت کے محتاج نہیں رہے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان سکندر کا بیٹا علی شاہ ایک بار سادہ لباس پہن کر حضرت بام الدین کی خدمت میں ملاقات کے لئے آیا اور درخواست کی کہ کوئی نصیحت کریں۔ بابا نے کہا، میری نصیحت تمہیں کیا اثر کرے گی، بادشاہ کی فطرت آگ کی سی ہے۔ جو ہوا سے زیادہ بھڑک اٹھتی ہے۔ علی شاہ نے کہا، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم دیجئے۔ بابا بام الدین نے کہا بہتر ہے کہ آپ دوبارہ یہاں نہ آئیں، اور نہ ہی اپنے دربار میں میرا نام لیں۔ علی شاہ بولے، کیا آپ کو اہلِ دنیا سے نفرت ہے؟ ہاں، اس سے کہیں زیادہ جتنی میں دنیا سے نفرت کرتا ہوں۔ بابا نے جواب دیا۔ علی شاہ نے پھر پوچھا، دنیا داروں اور ریشیوں میں کیا فرق ہے؟ بابا بولے، وہی جو اندھوں اور آنکھ والوں میں ہے۔ علی شاہ کے چلے جانے کے بعد بابا بام الدینؒ نے اپنی کٹیا کو دھو کر صاف کروایا۔

حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ کی وصیت کے مطابق حضرت میر محمد ہمدانیؒ ابن حضرت میر سید علی ہمدانیؒ ۵ رجب ۸۱۴ھ کو حضرت شیخ نور الدین ریشیؒ سے بمقام زالوسہ ترار (چرار) شریف ملنے گئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اُن کی ملاقات کرالہ پورہ یا رپہ وان میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات کے وقت تحریکِ ریشیت سے وابستہ دو ممتاز خواتین (بہت بی بی اور دوہت بی بی) بھی موجود تھیں۔ اُن کی حاضر جوابی سے حضرت میر محمد ہمدانیؒ متاثر و مسرور ہوئے تھے۔ حضرت میر محمد ہمدانیؒ سوالات و جوابات اور توجہ باطنی کے بعد حضرت شیخ نور الدینؒ کے درجات ولایت و مراتب، رؤیت و عینیت پہچان کر، اُن کے کمالاتِ باطنی کا پورا اندازہ کرنے کے لئے، بحرِ مکاشفہ میں غوطہ زن ہو گئے۔ حضرت شیخؒ حقیقت سے آگاہ ہو کر حضرت میر محمد ہمدانیؒ کے پیچھے ہو لیئے اور حضرت میر محمد ہمدانیؒ مراقبہ سے فارغ ہو کر کہنے لگے "بدیں رتبہ ہیچ کس از یاران رسانیدے؟" (کیا اپنے دوستوں میں سے کسی کو اس درجے تک پہنچا دیا ہے؟) گفت، چہار کس (فرمایا، ہاں چار دوستوں کو) اور حضرت بابا بام الدینؒ، حضرت زین الدین بابا لطیف الدینؒ اور حضرت بابا نصر الدینؒ کو پیش کر دیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت شیخ العالمؒ نورالدین ریشیؒ کو ان چاروں خلفاء پر ناز تھا، بقولِ خود ؎

بمہ، نصرتہ بابہ زآلو لطیف رنبہ ودنے چھس
دین دیتم ترتھا سومبرلو یے میانی بہ یہندے چھس

● — (بام الدین، نصرالدین، بابا زین الدین اور لطیف الدین سبھی اعلیٰ اور خوش آیندہ ہیں۔ خدا نے مجھے سفرِ دنیا پر بھیجا تھا، یہاں پر یہ چار میرے ہیں اور میں انکا ہوں)

حضرت بابا بام الدینؒ ۱۴۴۰ء میں انتقال کر گئے۔ ؎ کہتے ہیں کہ بوقت نزع آپ نے حضرت بابا زین الدین ریشیؒ کو پکارا جو اس وقت تبت میں اپنے خلفاء سمیت جلاوطنی کی زندگی گذار رہے تھے۔ وہ طئے مکان کر کے بمہ زوہ پہنچ گئے اور بابا کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا۔ جان بحق ہونے سے قبل بابا بام الدینؒ نے اپنے استعمال کی ساری چیزیں مثلاً خرقہ، سفید پتھر (جسکو چاٹ کر وہ افطار کیا کرتے تھے) وغیرہ گٹھڑی میں باندھ کر اپنی قبر میں ڈال رکھی تھیں۔ وصیت کے مطابق یہ چیزیں اُن کے ساتھ ہی دفن کر دی گئیں۔ وجہ اس کی یہ بتائی جاتی ہے کہ بابا شہرت اور نام و نمود کو ناپسند فرماتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ اُن کے واصل بحق ہونے کے بعد ان کے استعمال کی چیزوں کو بطورِ تبرک پیش کر کے لوگ انہیں اپنا ذریعۂ معاش بنالیں۔ شاید اسی لئے اُن کے مرقد پر بھی لوگوں کا تانتا نہیں بندھا رہتا، لوگ آتے ہیں اور فاتحہ پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ دیگر زیارت گاہوں کی طرح یہاں کے مجاورین زائرین کو نذر و نیاز کے لئے تنگ نہیں کرتے اور نہ ہی یہاں کوئی میلہ لگتا ہے۔ اکثر زیارت گاہوں پر ہر سال میلے لگتے ہیں۔ "لشی" جلا کر چراغان کئے جاتے ہیں۔ خاص کر عش مقام میں زیارت گاہِ زین الدین ریشیؒ پر چراغان ہوتا ہے لیکن بابا بام الدینؒ کے یوم وصال پر جو کہ عوام الناس نے سینہ بہ سینہ سُن کر سولہ پوہ کشمیری مقرر کر دیا ہے۔ فقط درود و اذکار اور شب خوانی کی محفلوں کا انعقاد کیا جاتا ہے اور گھڑی دو گھڑی کے لیے بجلی کے قمقمے روشن کئے جاتے ہیں۔

بمہ زوہ میں بابا بام الدینؒ کی تربت اسی جگہ موجود ہے جہاں وہ قبولِ اسلام کے بعد عبادت کیا کرتے تھے۔ تربت کے اردگرد ایک وسیع غلام گردش ہے۔ اور زیارت گاہ کی عمارت ریشی طرزِ تعمیر کا نمونہ ہے۔ آج تک دو بار زیارت گاہ کی تجدید عمل میں آئی ہے۔ ۱۹۸۹ء میں زیارت گاہ کی تجدید کے وقت چار بام چھت پر ٹین کی چادریں لگائی گئی ہیں۔ زیارت گاہ میں بابا کی تربت کے ساتھ ہی تین خلفاء کی قبریں بھی ہیں اور زیارت گاہ کے بغل میں کئی قدموں کے فاصلے پر بابا رکن الدینؒ

؎ کاشر انسائیکلو پیڈیا جلد ۱ ص ۲۰۱

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی قبر ایک کوٹھری میں ہے، کوٹھری کی دیواروں پر پلستر چڑھایا گیا ہے لیکن چھت کی قدیم اندرونی اور بیرونی ہیئت برقرار رکھی گئی ہے۔ بابا رکن الدینؒ حضرت بابا بام الدینؒ کے اہم خلفاء میں سے تھے۔ بابا رکن الدینؒ کی قبر سے چند قدم دور ایک مسجدِ شریف ہے۔ یہاں پہلے ایک چھوٹی سی قدیم مسجد تھی۔ حال ہی میں اُسے شہید کر کے نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ زیارت گاہ اور مسجد شریف کی تجدید بمہ زوٗ کے پڈر، بابا اور شیخ خاندانوں کے اکابرین کی مساعی جمیلہ سے ممکن ہو سکی ہے۔ مجموعی طور پر یہ ایک نہایت ہی پُرسکون جگہ ہے جہاں نہ شور شرابہ ہے نہ بھیڑ بھاڑ۔ زیارت گاہ کے ایک طرف پہلگام جانے والی سڑک کے کنارے چٹانی ٹیلے کے دامن میں ایک قبرستان ہے۔ بمہ زوٗہ میں یکتائے روزگار کمہار سکونت پذیر تھے۔ آج تک انکی ذریت موجود ہے۔ مسجد شریف متذکرہ کے عقب میں کمہار بستے ہیں، عبدالکریم کمہار نامی شخص کے مکان کی چھت پر کمالِ استادانہ مہارت سے ٹیکریوں کے لمبے لمبے شیٹ (SHEET) بالکل اسیطرح لگائے گئے تھے۔ جس طرح آجکل ٹین کی چادریں لگائی جاتی ہیں۔ حال ہی میں اُس مکان کو گرا کر نئے طرز کا مکان تعمیر کیا گیا ہے۔ کمہاروں کے اسی مکان سے تقریباً پچاس فٹ اوپر وہ غار ہے جسمیں پتھروں کا مندر موجود ہے۔

حضرت بابا بام الدین کے مریدوں میں مندرجہ ذیل بزرگ شامل تھے جو بابا کی توجہ اور تربیت سے اعلیٰ روحانی کمالات حاصل کر گئے۔

بابا رکن الدینؒ، شوکہ ریشیؒ، کھنی ریشیؒ، رتن ریشیؒ، سنت ریشیؒ، دنت ریشیؒ (مدفن بمہ زوٗہ)، بابا رجب الدینؒ (مدفن ناگہ نارین کٹھار)، بابا شکور الدینؒ، بابا فخر الدینؒ (کوہِ پھاگ) بابا نور وزیر ریشیؒ، بابا نندہ ریشیؒ، بابا حاجی ریشیؒ۔

کتابیات

۱۔ ریشی نامہ عنبر شمامہ
۲۔ کاشر انسائیکلوپیڈیا ۲ جلد
۳۔ شیرازہ کشمیری (نندہ ریشی نمبر)
۴۔ برجِ نور، کلچرل اکادمی
۵۔ نورِ آگرہ، مرزا ادبی سنگم۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام نبی گوہر

حضرتِ سیّد عالی بلخی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد عالی بلخیؒ کا آستانۂ عالیہ بکھر پورہ میں ہے۔ حضرت سید عالیؒ حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کے معروف خلفائیں سے ہیں۔ جس طرح حضرت شیخ نورالدینؒ کے دیگر خلفا مثلاً حضرت بام الدینؒ، حضرت زین الدینؒ، حضرت لطیف الدینؒ وغیرہ کے حالاتِ زندگی اُن کے مرشد کے واقعاتِ حیات کے ساتھ خلط ملط ہو چکے ہیں اُسی طرح حضرت سید عالی کے بارے میں بھی جو تذکرہ ریشی ناموں میں ہوا ہے وہ "کراماتِ شیخؒ" کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ الگ سے شیخ موصوف کا کوئی مفصل یا اجمالی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ یہ بتانا مناسب رہے گا کہ حضرت شیخ العالمؒ کے بارے میں جو بھی تذکرے قلمبند کئے گئے ہیں اُن کی پوری ضخامت "کراماتِ شیخؒ" بیانی" پر ہی صرف ہوئی ہے اور ان کرامات میں بھی ایسے واقعات دہرائے گئے ہیں جو پورے کے پورے خرقِ عادت لگتے ہیں، حالانکہ حضرت کے خلوصِ عمل کا اِس سے بڑا اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے کہ بمہ زُو کے ایک ایسے برہمن کو آپ کے فیض نے بابا بام الدینؒ بنا دیا جو اپنی زندگی کے ابتدائی چالیس برس نورِ معرفت سے بیگانہ رہ کر گزار چکے تھے۔ دور اُفتادہ "پلماڑ" کے آزادانہ ماحول میں پلے بڑھے جواں سال راجپوت جے سنگھ کو ولایت کی رفعتوں پر پہنچانا، فضا کی وسعتوں کو مغلوب کرنے سے زیادہ کٹھن ہے کہ کردار سازی کا عمل آئینہ سازی کے عمل سے ہزار درجہ مشکل ہے مگر ہمارے بیشتر تذکرہ نگار اِس حقیقت کو نظر انداز کر بیٹھے کہ اس شفیق اُستاد کے فیضِ نظر کا یہ کتنا بڑا کارنامہ تھا کہ ایک اکھڑ دیہاتی "اُدّتر" کو بابا نصرالدین بنا دیا اور سنگ دخارا کی پرستش کرنے والے لدی رینہ کو بابا بام الدینؒ یا ایک مشرکانہ ماحول میں پلی بڑھی دیہاتی لڑکی کو نہ صرف مئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عرفان سے سرشار کیا بلکہ اُس کے نطق کو اعجازِ مسیحائی عطا کیا۔ مگر اِن حقائق کے باوجود "ریشی ناموں" کے مصنفین نے ایک سادہ مگر پُر کارِ حیات کی ایسی حاشیہ آرائی کی کہ ہمیں اِنسان اور مومن شیخ نورالدینؒ کو ڈھونڈنے کے لئے عالمِ ملکوت یا عالمِ جنیات میں سرگرداں رہنا پڑتا ہے جب کہ عصرِ حاضر میں مصر کے مرحوم محمد صکیل نے حیاتِ طیبہ کے سیرتی ادب میں ایک نئے اور نمایاں باب کا اضافہ کیا ہے اور اُن کی کتاب کا دُنیا کی اکثر زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اور انگریزی میں یہ PROPHET MOHAMMAD SW کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب کے دیباچے میں فاضل مصنف نے عذر خواہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اُس نے معجزات رسولؐ کا بہت کم تذکرہ اس لئے کیا ہے آپکے دو بڑے معجزات قرآنِ مجید اور اُن کی حیاتِ طیبہ کے واقعات ہیں۔ ناچیز کی دانست میں حضرت نورالدینؒ کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ انہوں نے اُسوۂ حسنہ کے سانچے میں اپنی حیات کو ڈھالا اور پھر بھی کہتے رہے ـــــ "اَسہِ نِن دوزخس تَس روزِ کتھ" ـــــ دوزخ کے بدترین عذاب سے زیادہ عذاب دہ آپکے لئے وہ گھڑی ہوگی جب ہمارے اعمال کی وجہ سے ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشِ ربِ جلیل نادم ہونا پڑے مگر ہم نے اِس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پُر خلوص مبلغ اور بیباک مجاہد کی عاشقانہ، مبلغانہ اور مجاہدانہ حیات کو اساطیری داستانوں کی دُھند میں چھپا دیا ہے۔

چونکہ حضرت سید علی ہلجیؒ کا تذکرۂ حیات بھی کرامات بھری داستانِ شیخؒ سے جوڑا گیا ہے اسلئے اُن کا سارا حال و احوال ہمارے لئے دستیاب ہونا ناممکن ہوا ہے۔ نتیجتاً موصوف کے حسب و نسب زادِ بوم اور دیگر حالاتِ زندگی سے متعلق مواد نہ ہونے کے برابر دستیاب ہے۔ جو کچھ ہے اُس میں بھی تضاد بیانی پائی جاتی ہے۔ چونکہ راقم نے اِن ماخذوں کی صحت کو ہی چیلنج کیا ہے اس لئے لازم ہے کہ کچھ مختصر مثالیں پیش کروں ورنہ یہ مضمون ناقص رہے گا۔

حضرت شیخؒ کی حیات کے بارے میں اِن تذکرہ نویسوں نے اِتنی مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے کہ حقائق کا دریافت ہونا بمصداق کوہ کندن و کاہ برآوردن سعیٔ لاحاصل بن گیا ہے۔ انہوں نے کلامِ شیخؒ کا (جنہیں عرفِ عام میں "شیخہ شرُکی" کہا جاتا ہے) کوئی نہ کوئی شانِ نزول ثابت کرنے کے لئے پسِ منظر کی داستانیں وضع کی ہیں۔ آپ کی ایک مشہور تمثیلی اور علامتی نظم (ہُون چھوٗ دیان وَو بہ وَو) نقل کرتے ہوئے اِن اصحاب نے ایسا پسِ منظر جوڑا ہے جس سے صاف لگتا ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ نے دانستہ اور شعوری طور آپ کو چوروں کی صحبت میں ڈالا تھا بلکہ خود بھی "حرام غذا پر پلی تھی" جب کہ یہی تذکرہ نویس حضرات خود لکھ چکے ہیں کہ سدرہ موج، والدۂ حضرت شیخؒ ایک غریب بیوہ ہونے کے باوجود ایسی باغیرت خاتون تھیں کہ انہوں نے اپنے فرزند کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے مکتبوں کی خاک چھانی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اِس سے اُنکے دنیاوی شعور (WORLDLY WISDOM) کا واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے اور اُن کی خدا ترسی اور عابدہ ہونے کے بارے میں یہی تذکرہ نویس رطب اللسان ہیں اور لکھتے ہیں کہ آپ باپیرزاہدہ تھیں۔ حضرت باسمن ریشیؒ اور حضرت سید سمنانیؒ سے تربیت حاصل کرتی رہیں۔ بقولِ بابا نصیب الدینؒ وہ اُن کے (نصیبؒ صاحب کے) اِس گھر کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ اِن ہی کی روایت ہے کہ جب حضرت شیخ شکم مادر میں تھے تو آپ نے حضرت امیرؒ سے شکایت کی تھی کہ پنج گانہ نمازوں کے وقت آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے جس پر انہوں نے رُو بہ مشرق رہنے کی ہدایت کی۔ ایسے ولیٔ کامل کی صحبت سے استفادہ کرنے والی نیک خاتون کے بارے میں یہ لکھنا کہ وہ اپنے سوتیلے بیٹوں شش اور گندرو کی حرام کمائی پر بسر اوقات کرتی تھیں، کتنی بڑی تضاد بیانی اور بہتان تراشی ہے۔ اتنا ہی نہیں یہ اس عظیم خاتون کی کردار کشی کے بھی مترادف ہے۔

دوسرے واقعے کا تذکرہ کرنا بھی ضروری لگتا ہے۔ مرحوم عبدالاحد آزاد نے بھی اِس واقعہ کو پوری تضاد بیانی کے ساتھ ہی نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو کشمیری زبان اور شاعری۔ ص۔ (۱) ۵۶ اور (۱) ۷۹) یہ واقعہ سیّد غلام الدین صاحب کے بارے میں ہے۔ ایک جگہ ان ریشی ناموں میں لکھا گیا ہے کہ وہ ۷۸۶ھ میں حضرت امیرؒ کے مؤذنِ خاص کی حیثیت سے اُن کے ہمراہ کشمیر آئے تھے اور جب حضرت امیرؒ نُندہ ریشیؒ سے کیموہ میں ملے تو اُن کے دل میں خدشات پیدا ہوئے کہ ایک اعلیٰ نسب سیّد عالم ایک اُمّی طفل کے پاس آیا ہے تو حضرت امیرؒ نے غلام الدین صاحبؒ پر حقیقت واشگاف کرنے کے لئے اُنہیں صحبتِ نورالدینؒ میں چھوڑ دیا۔ پھر اِن ہی تذکروں کے مطابق یہی غلام الدین صاحبؒ کوئی تیس سال بعد حضرت امیرؒ کے فرزند جناب سید محمد ہمدانیؒ کے موزنِ خاص بنائے جاتے ہیں اور انہیں میر ہمدانیؒ کے ہمراہ نُندہ ریشی کے ساتھ ملایا جاتا ہے اور اُس کے دل میں ایسے ہی خدشات پھر پیدا ہو جاتے ہیں اور میر ہمدانیؒ اُنہیں صحبتِ نورالدینؒ میں یہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر دونوں ہی جگہ پر لکھا جاتا ہے کہ یہ سیّد غلام الدینؒ تھید علاقہ بھاگ میں دفن ہیں۔

اس تضاد بیانی کے ہی پسِ منظر میں ہمچو قسم تذکرہ سیّد عالیؒ کے بارے میں بھی اِن ریشی ناموں میں موجود ہے اور اِن ہی اندراجات سے ہمیں موصوف کے بارے میں کچھ حالات و واقعات حاصل کرنے کی تفتیش و تحقیق کرنا ہے کیونکہ کوئی اور ماخذ دستیاب نہیں اور نہ کہیں اس کی نشاندہی ہوتی ہے۔ راقم کی رائے میں حضرت سید عالیؒ کا ذکر بھی اُس تذکرہ اولیائے کشمیر میں موجود ہوگا جو عدیمی صاحب نے پندرھویں صدی میں لکھا تھا مگر اُس تک تاحال ہماری رسائی نہیں ہے۔

حضرت بابا نصیب (م ۱۶۲۷ء) کے ریشی نامہ میں حضرت بابا بام الدین کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے اگرچہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

زیارتِ حضرت سیّد عالی بلخیؒ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ کتاب حضرت شیخ العالمؒ کے وصال کے قریب دو سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ اس طرح تا حال اس عظیم المرتبت شخصیت اور اُن کے خلفائے کے بارے میں پہلی مفصل دستاویز دستیاب ہے "اسرار الابرار" ——— مشکواتی صاحبؒ کی تصنیف بھی ان کے ذکر سے محروم ہے۔ مولانا عبدالوہاب شائق کے "ریاض الاسلام" اور مُلّا بہاؤالدین متو کے "ریشی نامہ روح افزا" میں بھی ذکرِ سیّد عالی موجود نہیں ہے۔ البتہ ۲۹-۱۸۲۸ء میں نثر اور نظم میں بابا کمال (چرار شریف) کے ریشی نامہ "عنبر شمامہ" اور "نور نامہ" منظوم میں حضرت سیّد موصوف کا تذکرہ ہے لگتا ہے کہ حیاتِ سیّد موصوف یا اُن سے منسوب واقعات کو بیان کرنے کی غرض سے یہ تذکرہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ محض حضرت شیخؒ کی روحانی قدر و منزلت ظاہر کرنے کے لئے اور اُن کی کرامات کو واضح کرنے کے لئے حضرت سیّد موصوف کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ایسا ہی بابا محمد خلیل (چرار شریف) نے بھی اپنی ضخیم کتاب "روضۃ الریاض" میں کیا ہے۔ ان دونوں مصنفین میں اس حد تک اختلاف ہے موٴخرالذکر کا کہنا ہے کہ حضرت سیّد صاحب موصوف کے والدِ بزرگوار جب اِس دُنیائے فانی سے رحلت کر گئے اُس وقت حضرت سیّد کی عمر ایک سو سال سے تجاوز کر چکی تھی جبکہ بابا کمال کے مطابق آپ عینِ شباب میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اور اعیانِ سلطنت نے آپ کو بلخ کے تخت پر اپنے والد کی جگہ جلوہ افروز ہونے کی گزارش کی لیکن آپ نے تاج و تخت چھوڑ کر صالحانہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

اِن واقعات سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں، آزاد مرحوم نے اپنی تصنیف "کشمیری زبان اور شاعری" کی جلد دوم میں اُن کا تذکرہ کیا ہے اِن نگارشات کی روشنی میں حضرت سیّد موصوف کے بارے میں ہمیں چند معلومات حاصل ہوتی ہیں جیسے کہ حضرت سیّد بلخ کے شہزادے تھے۔ آپ کے والدِ ماجد جب تخت و تاج چھوڑ کر واصل بحق ہوئے تو، بقول بابا خلیل اللہ، آپ کی عمر سو سال تھی اور بقولِ بابا کمال آپ عالمِ شباب میں تھے۔ درباریوں اور اُمرأ نے آپ سے تخت و تاج سنبھالنے کی استدعا کی۔ آپ نے حکم دیا کہ تمام خزائن پیش کئے جائیں تاکہ سارے دریا بُرد کرنے کے بعد خدا طلبی کے لئے سفر اختیار کر سکیں مگر ایک وزیرِ باتدبیر کی رائے حاوی رہی اور دولت دریا بُرد کرنے کے بجائے غربأ میں تقسیم کی گئی۔ خود آپ معہ اہل و عیال ملک چھوڑ کر نکل پڑے۔ کوئی اثاثہ ساتھ نہ تھا۔ دورانِ سفر آپ کی رفیقۂ حیات انتقال کر گئیں۔ حضرت سیّد کو زبردست صدمہ ہوا اور اُن کے دونوں بچوں کو بھی والدہ کی شفقت کی محرومی کا بے انتہا دُکھ ہوا۔ اس حالت میں حضرت سیّد کے دل میں رہبرِ کامل کی طلب اور شدّت اختیار کر گئی۔ ایک شب خواب میں آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نوعمر عجمی آپؐ کے قریب بیٹھے ہیں۔ حضرت شاہ ولایتؒ سے ان کے بارے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں استفسار کیا تو معلوم ہوا کہ آپ نورالدین کشمیری ہیں پھر دسترخوانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آپؒ کو ضیافت کھلائی گئی اور ضیافت کے آخر پر لذیز کھجور پیش کئے گئے یہ بشارت پاکر آپ اپنے ایک فرزند کو سُرخ لباس پہنا کر واپس بلخ لے آئے اور اُسے تخت پر بٹھایا اور دوسرے کو سبز لباس میں ملبوس کر کے اپنے ہمراہ کشمیر لے آئے۔

اُن دِنوں حضرت شیخ رُدپہ وَن میں گوشہ نشین تھے۔ آپؒ کو کشف ہوا کہ ایک خاص مہمان بلخ سے آرہے ہیں۔ تو آپؒ بابا نصر کو ساتھ لے کر اُن کے استقبال کے لئے چلدیئے۔ پکھری پورہ کے مقام پر حضرت شیخؒ اور سید موصوف کی ملاقات ہوئی تو حضرت سیدؒ نے خواب کا تذکرہ کیا اور پھر کھجوروں کی لذت کا خصوصاً ذکر کیا۔ اس پر حضرت شیخ نے پیراہن کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ گٹھلیاں پیش کیں جو اُن کھجوروں کی تھیں جو دسترخوان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؒ نے چُن لی تھیں جب وہ حضرت سیدؒ کو پیش کئے گئے تھے۔ رات کو میزبان اور مہمان یہاں ایک گڈریئے کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ حضرت سیدؒ کے دل میں خیال آیا کہ آیا اُن کا ہونے والا رہبر عالم ہے یا اُمّی تو انہوں نے اپنے اطمینان کیلئے حضرت شیخ سے کہا کہ حضور مجھے توحید کے بارے میں کچھ احادیث یاد ہیں مگر پتہ نہیں کہ صحیح ہیں یا موضوع ..... حضرت شیخ نے کہا "چلئے صاحبِ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں پھر دونوں دربارِ نبویؐ میں پہنچتے ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اِن احادیث کی صحت کے بارے میں استدعا کی جاتی ہے۔

اَب آپ دیکھ لیجئے کہ مؤرخین نے حضرت سیدؒ کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ اکثر مورخین ان کے بارے میں خاموش ہیں یا یہی کچھ لکھنے پر انہوں نے اکتفا کیا ہے کہ آپؒ کو خواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے نورالدین کشمیریؒ سے راہبری حاصل کرنے کی بشارت ملی تھی۔ البتہ مؤرخ پیر حسن شاہ کھویہامی نے ذرا تفصیل سے اس بارے میں لکھا ہے، وہ بھی چند سطروں میں جو من وعن پیش خدمت ہیں۔

"بُلند رُتبہ سیدوں میں تھے۔ ظاہری اور باطنی کمالات سے بھرپور، ریاضات وعبادات میں چمکدار موتی سلطان سکندر کے زمانے میں کشمیر آئے، پکھری پورہ میں سکونت اختیار کی۔ شیخ نورالدینؒ سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ سلطان زین العابدین نے پرگنہ ناگام میں جاگیر بنا مقرر کیں۔ آل واولاد کے ساتھ وہیں دفنائے گئے۔"

ان تذکروں میں کراماتِ شیخؒ کے ضمن میں ایک اور واقعہ یوں درج ہے کہ ایک بار پیرِ کامل نے اپنے (سیدؒ) مُرید کو رنجیدہ خاطر پایا۔ استفسار کیا تو معلوم ہوا کہ رنجیدہ اسلئے ہیں کہ والدین کی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

قبور کی زیارت سے محروم ہیں۔ طئے مکان سے مُرشد نے طالب کو بلخ پہنچا دیا اور ہدایت فرمائی کہ اپنے آبا کے قبرستان کی نشاندہی کریں۔ اُنہوں نے مقبرۂ مذکور پر پہنچ کر ایسا ہی کیا اور نشان شدہ قطعۂ ارض کو حضرت شیخؒ نے (قبور سمیت) پکھری پورہ پہنچا دیا جو اب بھی الگ سے مخصوص ہے۔

انہیں اس حد تک اتفاق پایا جاتا ہے کہ حضرت سیدؒ اپنے مرشد کے واصل بحق ہونے کے بعد اٹھارہ سال تک بقیدِ حیات رہے اور انہوں نے محرم الحرام ۸۶۰ھ میں وفات پائی۔ اُن کا روضہ پکھری پورہ[1] میں مرجعِ عقیدت عام و خاص ہے۔ یہاں ہر سال اسوج[2] کے مہینے میں عرس چاند کی چودھویں کو منایا جاتا ہے

---

[1] پکھری پورہ کا دُور افتادہ گاؤں صحت افزا مقام یوسمرگ کے دامن میں اور نالۂ رومشی کے قرب و جوار میں واقع ہے اور حضرت سید علیؒ کی ذات بابرکت کی وجہ سے بہت مشہور ہے اور آپؒ کے آستانۂ عالیہ (قدیم) کی طرزِ تعمیر دوسرے ریشی آستانوں سے مختلف نہیں جس میں پنجرہ کاری کے اعلیٰ نمونے دیکھنے کو ملتے تھے۔ تعمیر جدید میں بھی قدیم طرزِ تعمیر کو ہر رنگ سے قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اِس متبرک مقام کی مدح میں شاعرِ کشمیر مہجورؔ مرحوم نے ایک پُر مغز غزل کہی ہے جسے انہوں نے ہزاروں سامعین کی موجودگی میں پڑھا اور داد حاصل کی۔ غزل پڑھ چکنے کے بعد صدرِ محفل نے مہجورؔ مرحوم کی تعریف کرتے ہوئے انہیں اقبالِ کشمیر اور ٹیگورِ کشمیر" کے خطابات سے نوازا۔ اس پس منظر میں اس وقت کے دو اہم شاعروں مہجورؔ اور آزادؔ کی باہمی چشمک بھی منظرِ عام پر آئی اور یہ واقعہ پکھری پورہ کو ہماری ادبی تاریخ میں جگہ دیتا ہے اور اسی بنا پر یہاں اِس کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب مہجورؔ مرحوم کی مذکورہ غزل کا تذکرہ آزادؔ مرحوم سے چرار شریف میں ہوا اور انہیں یہ بتایا گیا کہ مہجورؔ کو کشمیر کا اقبالؔ اور ٹیگورؔ کہا گیا تو آزادؔ مرحوم نے ایک تضمین لکھی جس کے دو شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں تاکہ تعلقاتِ مہجورؔ اور آزادؔ پر قلم اُٹھانے والوں کو کچھ اشارات بہم ہوں۔ ؎

اقبالؔ صائبن واتنوو انسان عرشش پیٹھ

۱ مہجورؔ صائبن ووئے نمبکھ نارِ پکھرا پُر

ٹیگورؔ صائبن دِژ وسعت انسانی خیالن

۲ مہجورؔ صائبن بوٗر مگر نٹہ وارِ پکھرلور

[2] شمسی کلینڈر کے لحاظ سے یہ عرس اگست کے مہینے میں منایا جاتا ہے (انسائیکلوپیڈیا۔ جلد ۲)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور میلہ پکھری پورہ برابر ایک ماہ تک جاری رہتا ہے جس میں بڑی گہما گہمی رہتی ہے۔ اطراف واکناف سے زائرین آتے ہیں میلے کا تفریحی پہلو بھی ہے۔ پہلوان اپنے کرتبوں کا مظاہرہ کرنے کے لئے موسیقار اپنی فنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے، تاجر اور سوداگر اپنی اشیاء بیچنے کے لئے یہاں مہینہ بھر رہتے ہیں جن میں آلاتِ کشاورزی فروخت کرنے والوں کی بھی اچھی خاصی تعداد ہوتی ہے۔ زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

آج تو ذرائع رسل و رسائل عام ہیں اس سے پہلے بھی ایسا ہوتا تھا[1]۔ اِس بازار مصر میں حُسنِ یوسف کی خریداری کے لئے زلیخا بھی سرگرداں رہتی ہے اور غریب و نحیف معمر خواتین بھی متاعِ حیات کو داؤ پر لگانے کے لئے آتی ہیں۔ شاید اسی لئے مہجور مرحوم نے کہا ہے۔ ؎

بتہِ آس بجہِ ہند پاٹھ لاراں سُتہِ کُونا ہستھ
یوسف[2] چھہ یوان گنہِ در بازارِ پکھر پورہ

مذکورہ بالا "مبہم مواد" کے پس منظر میں کچھ اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کے جواب کے لئے راقم اور راقم کے ہم عصر قلمکاروں کو مکتفی جواب ڈھونڈنے کے لئے تحقیق و تجسس سے کام لینا لابدی بنتا ہے۔

● ـــــ کیا حضرت سید عالیؒ بلخ کے بادشاہ یا شہزادہ تھے۔؟

اِس ضمن میں یہ بات ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ بلخ وسطِ ایشیا میں واقع ہے اور چودھویں کے آخر پر اور پندرہویں صدی کی ابتدا میں تیمور نے چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو ختم کر کے وسط ایشیا میں ایک عظیم چغتائی سلطنت قائم کی تھی۔ اُس نے دُور دُور تک فتوحات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اپنی سلطنت کو وسیع سے وسیع تر کیا۔ اسطرح اِس مملکت میں بلخ کا جداگانہ اور مطلق العنان وجود تسلیم کرنا قرینِ قیاس نہیں۔ میرے خیال میں حضرت سید کے والدِ ماجد کو سیادت، ریاضت اور علم و دانش کے علاوہ قدرت نے وافر مال و زر بھی عطا کیا تھا اور اسی کو تذکرہ نویسوں نے بادشاہی کی حدود تک پہنچا دیا۔

● ـــــ حضرت سید سلطان سکندر کے عہد میں وارِدِ کشمیر ہوئے تھے یا سلطان زین العابدین بڈشاہ کے دورِ حکومت میں۔؟

مورخ حسن کا قول ہے کہ آپ عہدِ سکندری میں یہاں تشریف لائے جب کہ تذکرہ نویسان حضرت

---

[1] راقم کے بچپن میں بھی پلوامہ اور بڈگام سے لوگ راتوں کو جلوس کی صورت میں آتے رہتے تھے۔ ہر جلوس کے ساتھ مخصوص لَے میں "پد" گانے والے فنکار آگے آگے ہوتے اور "پد" گاتے تھے۔ جلوس میں شامل لوگ مصرعۂ اوّل کو خوش الحانی سے دہراتے رہتے تھے۔ مرحوم عبدالغفار خان لوجرہ کا فن یہیں اُبھرا اور نکھرا۔

[2] کلیات مہجور میں مہجور صاحب کی یہ غزل نہ معلوم کیوں شامل نہیں ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شیخ خصوصاً بابا کمال اور بابا خلیل اللہ اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ جب حضرت سید موصوف کے وارد کشمیر ہونے کا حال حضرت شیخ نورالدین ؒ کو بکشف معلوم ہوا جو اُن ایام میں رُوپہ ون میں تھے، وہیں سے آپ بابا نصر صاحب کی ہمراہی میں اُن کے استقبال کے لئے پکھری پورہ گئے۔ شیخ کشمیرؒ زندگی کے آخری سات سال یعنی ۱۴۳۱ء سے ۱۴۳۸ء تک رُوپہ ون میں قیام پذیر رہے اور وہیں سے آپ "ژارون" میں قائم کردہ ریشی صدر مرکز کے انتظام کی نگرانی کرتے رہے۔

سلطان سکندر کا عہدِ حکومت ۱۴۱۸ء میں ختم ہوا پھر دو سال سلطان علی شاہ نے حکومت کی اور بعد ازاں ۱۴۲۰ء میں سلطان زین العابدین تخت نشین ہوئے۔ اسطرح سے حضرت سید موصوف کا عہدِ سکندری میں وارد کشمیر ہونا اِس لئے ناقابلِ اعتبار لگتا ہے کہ اوّلاً تو اس عہد میں حضرت شیخ کیموہ ہی میں اقامت پذیر تھے اور ثانیاً اُن دِنوں حضرت شیخ کی شہرت ابھی حدودِ کشمیر سے باہر نہیں پہنچی تھی۔

● ـــــ کیا محض ایک خواب کی بنا پر حضرت سید موف حضرت شیخ کی ملاقات کے لئے بلخ سے کشمیر آئے تھے یا پھر کچھ اور اُمور بھی اس کے موجب تھے۔؟

ڈاکٹر محمد ریاض صاحب "حضرت امیر کبیرؒ" نامی کتاب کے صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ تیمور کے انسانیت سوز مظالم کیخلاف حضرت شاہ ہمدان نے آواز بلند کی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس ظالمانہ دور میں سادات کو خاص طور پر ہدفِ تشدد بنایا جاتا تھا جو ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس بارے میں اِن سادات کے لئے کشمیر باعثِ کشش رہا اور یہاں کے پُرسکون اور روحانی ماحول نے اہلِ دل سادات کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ علاوہ ازیں یہاں کی حکومت نے جس فراغ دلی سے اِن علماء کی قدر دانی کی اُس سے ایران اور وسطِ ایشیاء سے علماء اور سادات کا کشمیر آنے کا سلسلہ چلتا رہا۔ اِس آمد رفت سے حضرت شیخؒ اور اُن کی ریشی تحریک کو شہرت اِن ممالک کے روحانی اور علمی حلقوں تک جا پہنچی۔

حضرت سید کا اپنے ملک سے دل برداشتہ ہونا معقول نظر آتا ہے۔ کشمیر میں آپ کے خاندان اور آپ کے ملک سے مہاجر آتے تھے۔ لگتا ہے کہ ان ذرائع سے حضرت سید موصوف تک بھی حضرت شیخؒ کے روحانی کمالات کی باتیں پہنچی ہوں گی چوں کہ اُن کے دل میں رہبرِ کامل سے فیضیاب ہونے کی تمنا گھر کر چکی تھی اور اسی لگن میں اُن کو دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت ملی تو کشمیر آنے کا جذبہ شدت اختیار کر گیا۔ آپ نے اپنی دولت اور امارت کو لات ماری اور رختِ سفر باندھا اور نامساعد موسمی حالات اور دشوار گزار پہاڑی راستہ طے کر کے چلہ کلان (دسمبر۔ جنوری) میں پکھر پورہ پہنچے۔

ایک اور نکتہ بھی بحث طلب ہے۔ تذکرہ نویسان حضرت شیخ اور مرحوم آزاد سبھی نقل کرتے ہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کہ جب حضرت سید بکھری پورہ پہنچے تو انہوں نے اُن کھجوروں کی لذت کا تذکرہ کیا جو انہوں نے دستر خوانِ محمدیؐ سے خواب میں کھائے تھے اور حضرتِ شیخؒ نے اُن کھجوروں کی گٹھلیاں انہیں پیش کیں۔ اس سے دو دُور رس نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ ا۔ کہ حضرت شیخؒ کسی احساس کے شکار تھے جو انہیں ایک سید زادے کو باور کرانے کے لئے ریاضی قسم کا ثبوت فراہم کرنا پڑا۔ ۲۔ حضرت سید موصوف دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت ملنے کے باوجود تذبذب میں تھے۔ حضرت شیخؒ "الفقر فخری" کے اُسوۂ حسنہ پر عمر بھر عمل پیرا رہے مگر لگتا ہے کہ بعض تذکرہ نویساں فقر کے مفہوم کے اصل جوہر کو نہ پا سکے۔ اُن کے ہاں فقر وانکسار احساسِ کمتری کا دوسرا نام ہے۔ فقر کے بارے میں حضرت شیخ کا فرمان ہے کہ "فقر جہنم کے شعلوں کے خلاف سپر ہے"۔

یہ بات بھی سوچنے کے لائق ہے کہ کیا ایک طالبِ حقیقی جسے اپنے مرشد کے بارے میں دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت ملی ہو، اپنے پیرِ کامل کے بارے میں دل میں اُنہیں کسی طرح آزمانے کے لئے جگہ دے سکتا ہے طالب و مرشد بکھری پورہ میں ایک گڈریئے کے گھر رات بسر کرتے ہیں تو حضرت سید موصوف کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ آیا اُن کے مُرشد عالم ہیں یا اُمّی! اِس طرح کا بیان حضرت سید موصوف کی شان میں گستاخی سے کم نہیں کہ اس سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے خواب پر بھروسہ نہ تھا اور مرشد کی طلب یا مرشد کے حضور آنے کا جذبہ اُن کے دل میں موجزن نہ تھا، ہاں یہ درست ہے کہ پیاس کی شدت سے پیاسا سراب سے بھی دھوکا کھاتا ہے۔ ؎

زِنفس تشنہ لبی دار و بہ عقل پیش مساز
دِلت اگر فریب بہ جلوۂ سراب نہ خورد

مگر طلبِ مرشد میں جتنی بھی پُرخلوص شدت ہو اُسی تناسب سے منزل نزدیک اور آسان ہو جاتی ہے۔ یہ حضرت سید کی اِسی شدت کا جنون تھا کہ خود دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کو اِس منزل کی راہبری ملی اور خود مرشدِ کامل برق و باراں کو نظر انداز کر کے اُن کے استقبال کو گئے۔ ایسے طالبِ صادق پر ہیچ قسم کی تہمت عاید کرنا سراسر زیادتی اور ناانصافی ہے۔

یہ تو اخذ کیا جا چکا ہے کہ حضرت سید موصوف ۸۶۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ راقم کی رائے میں آپؒ کی عمر کشمیر آنے کے وقت ۳۵ سے ۳۸ سال تک رہی ہوگی اور آپؒ پیرِ کامل کی صحبت میں کم از کم پانچ چھ برس رہے ہیں کہ حضرت شیخؒ کے وصال کے بعد آپؒ تقریباً سترہ اٹھارہ سال بقید حیات تھے اور اسطرح جب آپ کا انتقال ہوا تو اُس وقت آپ کی عمر تقریباً ساٹھ تا تریسٹھ سال رہی ہوگی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عبدالاحد رفیق

حضرت سیّد محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام مبارک سیّد محمد (مدنی) تھا۔ مگر سرزمین کشمیر میں آپ مدنی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ خاندان اور نسب کے لحاظ سے آپ کا تعلق ساداتِ قادریہ سے رہا ہے۔ چنانچہ تاریخ کبیر کشمیر میں درج ہے۔

سیّد محمد مدنی از خویشان حضرت میر محمد ہمدانی است قدس اللہ سرہ و بعضی می گویند کہ از اولادانِ قطب ربانی محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رح است۔

اور آپ ان کی ذریت سے ہیں۔ چنانچہ فتوحات قادریہ میں اِن کا نسب نامہ موجود ہے جس کی نقل درج کی جارہی ہے۔ لیکن اہل تشیع آپ کو اولاد حضرت زید شہید فرزند امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، سمجھتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ کبیر میں بیان کیا گیا ہے۔

"و اہلِ تشیع اورا از اولادِ حضرت زید شہید فرزند امام زین العابدین رضی اللہ عنہما می دانند"

خواجہ محمد اعظم دیدہ مری، واقعات کشمیر میں بیان کرتے ہیں:۔

"سید السادات منبع البرکات حضرت سید محمد مدنی از رفقائے ملک از منسوبانِ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت میر سیّد ہمدانی قدس اللہ سرہ بود۔"

بعض تذکروں میں بیان کیا گیا ہے کہ اِن سے کسب فیض بھی کیا ہے۔

بہر حال حضرت سیّد محمد مدنی (مدین صاحب) ایک خاص عرصہ تک مدینہ شریف میں قیام پذیر تھے۔ اور اس وجہ سے مدّنی کہلائے۔ مکّہ معظمہ میں بھی حاضری دی تھی اور پھر سیر و سیاحت کا خیال دل میں جاگزین ہوا اور شاہِ حبشہ کی صاحبزادی سے شادی کرلی۔ طریقۂ سہروردیہ پر قائم تھے اور قطب عالم جناب حضرت مخدوم سیّد جلال الدین بخاری قدس اللہ سرہ سے بھی روحانی فیض حاصل کیا اور مدینہ مطہرہ سے رختِ سیاحت باندھا اور اکثر اسلامی ممالک کی سیر کی اور امیر تیمور کے ایک ایلچی کے ساتھ سلطان سکندر شاہمیری کے عہدِ حکومت میں کشمیر تشریف لائے اور پھر سلطان سکندر کی جانب سے بعض ملکی معاملات کی انجام دہی کے سلسلے میں ولایت ماوراالنہر تشریف لے گئے اور نہایت ہی عمدہ طور پر اپنا فرض پورا کرلیا اور اہل و عیال کے ساتھ دوبارہ کشمیر آئے اور رینہ واری میں محلہ ہزاری بازار میں سکونت پذیر ہوئے۔ بادشاہ اکثر اوقات آپکی ملاقات کے لیے آتا تھا۔ پھر بادشاہ نے نہایت ہی منت اور عاجزی کرکے اپنے محلات، واقع نوشہرہ میں رہنے کی استدعا کی۔ جو آپ نے منظور کرلی۔ بادشاہ نے آپ کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کی۔ حکام اور سلاطین ہر روز آپکی ملاقات کے لئے آتے تھے۔ یہاں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ خراسان، ترکستان اور ہندوستان امیر تیمور گورگان کے زیر نگین تھے۔ عرب، عراق کے حکمرانوں کے ساتھ کشمیر کے سلاطین کے دوستانہ مراسم اور خوشگوار تعلقات قائم تھے۔ امیر تیمور بھی کشمیر کے سلاطین سے بہت ہی خوش تھا۔ چنانچہ تحفہ و تحائف کا سلسلہ ان کے درمیان جاری تھا اور بقول مفتی محمد شاہ سعادت سید مدنی امیر تیمور کے دربار سمرقند میں بھی چند دنوں کے لئے قیام پذیر تھے۔ امیر تیمور نے اِن کا سرکاری اعزاز کے ساتھ استقبال کیا تھا اور کچھ عرصہ بعد حضرت سید مذکور کو کشمیر کی سفارت کی پیش کش کی جو انہوں نے قبول فرمائی[ن] ——— شجر نسب منقول از فتوحات قادریہ۔

غوث الاعظم پیر پیران حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید عبدالرزاق ← سید تاج الدین ← سید ابو صالح النصر ← سید شمس الدین ← سید احمد ← سید شرف الدین یحییٰ

سید محمد ← سید علی ← سید حسین ← سید حسن ← سید یحییٰ ← سید قاسم ← سید احمد ← سید علی ← سید حسین ← سید نعمت اللہ ← سید قاسم

← سید محمد (مدنی) المعروف مدین صاحبؒ

ن سید محمد مدنی مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے اور سلطان سکندر کے زمانے میں بطور سفیر کشمیر آئے۔ (کاشر انسائیکلوپیڈیا) مطبوعہ پنجابی اکادمی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کشمیر کی آب و ہوا حضرت سید مذکور کی روحانی طبیعت کو بہت ہی مرغوب خاطر ہوئی۔ اِن دنوں لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں شامل ہوتے تھے۔ توحید پرستی کا دورہ دورہ ہونے لگا۔ سادات، علماء، بزرگانِ دین کی قدر شناسی ہوتی تھی۔ کشمیر میں سید محمد اصفہانی، قاضی حسین، سید شیرازی اور سید محمد خاوری کی صحبت کا استفادہ کیا۔ جناب حضرت شیخ بہاؤالدین گنج بخش کشمیریؒ سے بھی دوستانہ تعلقات قائم ہوئے۔ واقعات کشمیر میں مورخ محمد اعظم بیان کرتے ہیں کہ نوشہرہ کی سکونت سے پہلے حضرت سید مدنی نے مالہ سوہ، پرگنہ بالنگل میں سکونت اختیار کر لی تھی اور پھر سلطان زین العابدین بڈشاہ کی استدعا پر سرینگر تشریف لائے اور نوشہرہ میں قیام پذیر ہوئے۔ چنانچہ محمد اعظم مورخ کشمیر فرماتے ہیں :۔

"و بعضے گویند کہ در عہد سلطان زین العابدین اوائل در موضع مالہ سوہ پرگنہ بالنگل توطن فرمودہ بود ثانی الحال بہ التماس بہ شہر آمدہ در نوشہرہ سکونت نمودند۔"

اور اِس طرح سلطان اور ان کے حکام کو ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ سلطان نے ان کیلئے ایک خانقاہ بنوائی اور اس کے ساتھ ایک لنگر خانہ بھی قائم کیا۔ درس و تدریس کے لئے ایک مدرسہ بھی بنوایا جہاں سید مدنی کے علاوہ ملا عبدالکبیر قاضی حسین سید شیرازی درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مدرسہ اور خانقاہ کے اخراجات کے لئے چند دیہات کی آمدنی مقرر کی گئی تھی۔ یہ مدرسہ بہت دیر تک تشنگانِ علم و فن کی پیاس بجھاتا رہا اور کشمیری سلاطین کی خانہ جنگی میں شاہی محلات کے ساتھ جل گیا اور آج بھی اس کے کھنڈرات اِسکی عظمت کی گواہی دے رہے ہیں۔ خانقاہ مدنی کے بارے میں مورخ اعظم لکھتے ہیں :۔

"میگویند کہ حضرت سید بنائے مسجد خود را سعی زیادی کردہ در طول و عرض برابر بیت اللہ قبلہ عالم است درست فرمودند ازیں جہت تجدید بنا بہ تکرار نمودند تا مرتبہ اخیر راست آمد"

یہ خانقاہ کشمیر میں اب بھی موجود ہے۔ اِس کی تعمیر ۸۴۸ھ مطابق ۱۴۴۴ء میں ہوئی تھی۔ مسجد مدنی

مسجد مدین صاحب سرینگر کے علاقہ مدین صاحب میں واقع ہے۔ اسکے شمالاً قریباً ایک کلومیٹر کی دوری پر زڈی بل کا علاقہ ہے۔ ایک جانب سازگری پورہ، دوسری جانب باغ علی مردان خان اور آگے نوشہرہ کا علاقہ ہے۔ اسی علاقے میں ایک زمانے میں سلطان شہاب الدین (1355 - 73) نے لکشمی پور آباد کیا تھا۔

مسجد کی بنیاد ۱۴۴۸ء میں سلطان زین العابدین نے اپنے استاد سید محمد مدنی کے نام پر ڈالی۔

• — (کاشر انسائیکلوپیڈیا، مطبوعہ کلچرل اکادمی ص ۳۵۳) • — ایڈیٹر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں بڑے بڑے پتھر استعمال کئے گئے ہیں۔ تاحال یہ مسجد خستہ حالت میں تھی۔ لیکن اب سرکار نے اسکی مرمت کی ہے اور قدیم طرزِ تعمیر کو قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مسجد کو دیکھ کر سلاطین کشمیر کی فن تعمیر سے دلچسپی کی داد دینی پڑتی ہے کہ عظیم مغلوں کی طرح سلاطین کشمیر بھی زبردست معمار تھے۔ پتھروں کا ملاپ اور عمارات کی لاثانی نوعیت کا طریقہ اہل فن و ہنر اور کاریگروں کی اعلیٰ قابلیت کا نمونہ ہے۔ اس کی مشرقی دیوار کے ایک پتھر پر بخط جلی عربی عبارت کندہ کی گئی ہے۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ھٰذا المسجد فی العہد ظل اللہ الارضین السلطان زین العابدین خلد اللہ ملکہ۔" دوسرے پتھر پر یہ فقرے پائے جاتے ہیں۔ "بنی ہٰذا المسجد الفقیر محمد المدنی۔ ساکن کشمیر۔" تیسرے پتھر پر عربی میں یہ تاریخی فقرہ منقوش ہے۔ "فی تاریخ سنہ ثمان واربعین وثمان مائۃ۔"

حضرت علامہ شیخ بابا داؤد مشکواتیؒ ان کے بارے میں اپنی کتاب "اسرار الابرار" میں منتخب التواریخ کے حوالے سے فرماتے ہیں:۔

"جناب حضرت سید مدنی فیض رسانی میں کامل، پرہیزگاری میں یکتا اور بزرگی میں لاثانی تھے۔ زہد و تقویٰ کے رفیق اور شریعت کے امیر تھے۔ خداشناس اور خالص توحید پرست تھے۔ میر سید محمد ہمدانیؒ کے مرید تھے۔ اس زمانے میں جو خدا دوست، علماء فضلا، اور صلحا وارد کشمیر ہوئے تھے ان سب سے انہوں نے فیض حاصل کیا تھا۔ غرض وہ دنیائے فانی سے واقعی آزاد، ریاضت و عبادات میں بے مثال، کرامات میں یکتائے روزگار اور مقاماتِ ولایت میں ہوشیار اور ماہر تھے۔"

ان کا قول ہے کہ "آدمی کا اعتبار اس کی بصیرت سے ہوتا ہے۔ اگر انسان کی آنکھیں اپنے محبوب دوست کا جلوہ دیکھیں تو ان کا اعتبار اور بڑھ جاتا ہے۔ انسان کا جسم کھال ہے۔ اگر دیدارِ حق نصیب نہ ہو تو اس کے لئے اندھا ہونا ہی بہتر ہے۔ ظاہری حشمت میں اگر انسان سلیمان کا ہمسر ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس سے چیونٹی ہی بہتر ہے۔" ساتھ ہی وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ برا فقیر وہ ہے جو بادشاہوں کے دروازوں پر مارا مارا پھرے اور بہتر بادشاہ وہ ہے جو فقیروں کے درباروں سے فیض یاب ہو۔

حضرت بابا داؤد مشکواتیؒ نے "خاور نامہ" اور "لمعات" کے مصنف سید محمد خاوری کے حوالے سے ان کے متعلق ایک خاص واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دن سلطان زین العابدین اپنے وزیر کے ساتھ انکی خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے ان کو ظاہری اور باطنی طور پر باکمال پایا۔ نہ انکی دینداری میں کوئی کمی پائی اور نہ نیک کردار میں کوئی رخنہ دیکھا۔ بادشاہ جو خود بھی پابند صوم و صلوٰۃ اور نیک کردار

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تھا، شرف ملاقات پاتے ہی مطمئن ہوا اور اپنی انتہائی عقیدت کا اظہار کیا لیکن حضرت سید محمد مدنی نے بڑی انکساری کا اظہار کر کے فرمایا کہ مجھے ہی بادشاہ عادل و عابد کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے تھا مگر میں نے اتنی جسارت نہ کی تاکہ بادشاہ کے حکام کو تکلیف نہ پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ خدمت تو ہماری طرف سے اور دعائے نیک آپکی طرف سے ہونی چاہیئے۔ کیونکہ عارفوں کی زبانی یہ بات مشہور ہے کہ ایک لالچی درویش وہ ہے جو امیروں کے دروازوں پر ہاتھ پھیلائے اور بلند ہمت بادشاہ وہ ہے جو عابدوں اور درویشوں سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرے۔ اظہار عقیدت و خلوص کے بعد بادشاہ نے حضرت میر محمد مدنی کے اعزاز میں عالیشان دعوت کا اہتمام کیا اور حضرت محمد مدنی نے بھی بحکم خدا اور رسول ؐ عادل حکمرانوں کی فرمانبرداری کے طور پر اس دعوت کو قبول کیا۔ بادشاہ نے اپنے محل کے شاہی خانِ سامان کو بلا کر قسم قسم کے کشمیری کھانے پکانے اور گوناگوں نعمتیں تیار کرنے کا حکم دیا۔ اور ان میں شکار کی شب دیگ بھی شامل تھی جو شاہمیری سلاطین کا ایک مرغوب کھانا تھا۔ خان سامان نے شاہی کاردار (شکاری) کو حکم دیا تھا کہ وہ مُرغابی ذبح کر کے باورچی کے سُپرد کر دے تاکہ اِس کا پکوان بھی دعوت میں شامل ہو۔ شکاری جب مرغابی کے شکار کو گیا مرغابیاں پانی میں کود پڑیں۔ شکاری نے ایک مرغابی کی گردن پر لاٹھی ماری۔ جب تک شکاری تیرتا ہوا اس مُرغابی کے نزدیک پہنچا تب تک مرغابی مر چکی تھی۔ شکاری نے بادشاہ کے ڈر سے خود مردہ مُرغابی کو ذبح کر کے خانِ سامان کے ذریعے باورچی خانے میں پیش کیا۔ باورچی نے پکوان تیار کیا۔ جب دستر خوان بچھا تو سید مدنی نے مرغابی کے پکوان کو اٹھا کر الگ رکھ دیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس پکوان کے بارے میں کیا حُکم ہے؟ گھر بھیجدیں یا اور کسی کو دیدیں۔ سید محمد مدنی نے فرمایا کہ یہ شکاری کو دیدیں۔ بادشاہ پریشان ہوا اور شکاری کو طلب کیا۔ اس سے پوچھ تاچھ کی گئی کہ کیا معاملہ ہے۔ شکاری ڈر گیا اور ڈرتے ڈرتے سچ کہنے کے بغیر کوئی چارہ نہ جانا اور سارا ماجرا سُنا ڈالا۔ بادشاہ وزراء اور اراکین سلطنت میر محمد مدنی کے اور زیادہ عقیدت مند بن گئے۔ بادشاہ نے میر سید محمد مدنی سے معافی مانگی اور شکاری کو سخت تنبیہ کی۔ اس واقعہ کے بعد سلطان زین العابدین بڈشاہ اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اِن سے روحانی فیوض و برکات کے علاوہ ان کے پند و نصایح سے بھی مستفید ہوتا۔

اس واقعہ کے بارے میں خواجہ محمد اعظم دیدہ مری بیان کرتے ہیں کہ سلطان زین العابدین نے امتحان کے مقصد سے دیدہ و دانستہ خود مردہ مرغابی کو پکوایا تھا تاکہ میر محمد مدنی کے روحانی کمالات کا اندازہ ہو سکے چنانچہ محمد اعظم فرماتے ہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"اکثری نوشتند کہ بقصد امتحان این از کسان سلطان سرزدہ بود۔"

محی الدین مسکینؒ مشہور مورخ و مصنف "تاریخ کبیر کشمیر" نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ سلطان نے امتحان کے طور پر ایسا کیا تھا۔ محی الدین مسکین لکھتے ہیں:۔

"واکثری می نویسند کہ ایں کار از ملازمان سلطان بر سبیل امتحان واقع شدہ بود۔"

بابا داؤد مشکواتیؒ محی الدین مسکین اور مؤرخ اعظم نے "خاور نامہ" اور "لمعات" کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت سید محمد مدنی بیمار ہوئے تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد کوئی بھی مجھے غسل نہ دے کیونکہ میں نے اپنے ایک دوست سے عہد کر رکھا ہے کہ وہی مجھے غسل بھی دے گا اور میری تجہیز و تکفین بھی کرے گا۔ چنانچہ جب آپ نے وفات پائی تو آپکی وصیت کے مطابق لوگ انتظار کرنے لگے، یہاں تک کہ ایک دیوانہ سر اور پیر سے ننگا وہاں آپہنچا اور لوگوں کو ہٹا کر اکیلا انکی تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گیا۔ فارغ ہو کر وہ اس دنیا سے پرے کہیں چلا گیا اور کسی نے اس کو نہیں دیکھا۔ اس دنیا سے پرے بہت سارے عالم ہیں اور ان نظروں سے ہٹ کر بیشمار کوائف و حالات ہیں۔ بابا داؤد مشکواتیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اِن حالات کا یقین ہے اور کوئی شک نہیں۔ ان کا قول ہے:۔

"نیا کہاں سے آتا ہے اور پرانا کہاں چلا جاتا ہے۔ نظروں سے اوجھل لامتناہی عالم ہے۔"

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

فریبِ نظر ہے سکون و ثبات — تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود — کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی — فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی
بہت اس نے دیکھے ہیں پست و بلند — سفر اس کو منزل سے بڑھکر پسند

آگے چل کر یہ تینوں مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت مخدوم عثمان بابا اُچپ گنائیؒ اپنے مرشد شیخ بہاؤالدین گنج بخش کے پاس گئے تھے لیکن اُن کو اپنے مقام پر نہ پایا۔ بہت تلاش کے بعد دیکھا کہ نوشہرہ کی طرف سے آرہے ہیں۔ جب حال پوچھا تو فرمایا کہ حضرت سید مدنیؒ کے ساتھ میرا وعدہ تھا کہ اگر میں پہلے فوت ہو جاؤں گا تو وہ میری تجہیز و تکفین کریں گے اور اگر وہ پہلے فوت ہو گئے تو میں انکی تجہیز و تکفین کروں گا۔ آج وعدہ پورا کیا، وفا کی سرحد میں دوڑا اور وعدہ پورا کر کے واپس پہنچا کیونکہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

وعدے سے منحرف ہونا ظلم ہے اور وعدہ توڑنا کفر ہے۔

یہ ایک واقعہ ہے جس کا نتیجہ یہ نکالنا چاہیئے کہ حضرت سید محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اُس زمانے میں دنیا کو خیرباد کہہ گئے تھے جب قطب العالم حضرت شیخ بہاؤالدین بقید حیات تھے۔ حضرت شیخ بہاؤالدینؒ کی وفات ۸۴۹ھ مطابق ۱۳۴۶ء میں واقع ہوئی۔ فتحاتِ کبرویہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید محمد مدنی نے ۸۹۴ھ میں انتقال فرمایا اور اسرارالاخیار کے مصنف بھی غالباً فتحات کبرویہ کے حوالہ پر آپؒ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "در ۸۹۴ھ ندائے ارجعی بشنید"۔ لیکن "اسرارالابرار" "واقعاتِ کشمیر" وغیرہ کی تحریرات، حوالہ جات مدنظر رکھتے ہوئے فتحات کبرویہ کی تاریخ وفات درست معلوم نہیں ہوتی۔ اسرارالابرار وغیرہ کی بات اس لئے زیادہ قابل تسلیم ہے کہ یہ کتاب مستند اور مصدقہ نقولات سے اخذ کرکے اِس زمانے میں مرتب اور تصنیف ہوئی جب کہ سید محمد مدنی کے انتقال کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ متفقہ طور پر تاریخ نامہ جات حوالہ دیتے ہیں کہ آپؒ نے سلطان بڈشاہ کے عہدِ حکومت میں داعی اجل کو لبیک کہا ہے۔ سلطان بڈشاہ ۸۴۶ھ مطابق ۱۳۴۳ء تخت نشین ہوئے ہیں۔ ۵۱ سال تک حکومت کرکے ۸۷۹ھ مطابق ۱۴۷۴ء انتقال کر گئے۔ بہرصورت حضرت سید محمد مدنی بعد از انتقال علاقہ نوشہرہ محلہ مدین صاحب (جو کہ انہی کے نام پر موسوم ہوگیا) اپنی عظیم الشان خانقاہ کے بالکل متصل بحدِ جنوب دفن کئے گئے ہیں۔ ماہ رجب کی گیارہویں تاریخ تھی اور ۸۹۴ھ جب آپؒ نے انتقال فرمایا۔ قبرستان کی مضبوط و مستحکم احاطہ بندی بذریعۂ سلطان بڈشاہ قائم ہوئی ہے۔

حضرت مدنی کی اہلیہ بی بی حبش ماجی کا اصلی نام ہاجرہ خاتون ہے۔ وہ محلہ ہزاری بازار رعناواری میں سکونت پذیر تھیں۔ مرنے کے بعد اپنے مکان کے صحن میں ہی مدفون ہوئیں۔ اور اکثر ان کے متعلقین بھی اسی مقبرہ میں دفن ہیں۔ یہ شاہ طاماسن حبشہ کی دختر نیک اختر تھیں جو ان کے نکاح میں آئی تھیں۔

حضرت سید محمد مدنی کے جنازے میں سلطنت کے اراکین، وزرا۔ خود سلطان زین العابدین۔ علماء فضلاء اور عوام شامل تھے۔ نمازِ جنازہ کی امامت خود سلطان نے انجام دی تھی۔ نماز جنازہ میں لوگ ہزاروں کی تعداد میں شامل تھے۔

وفات کے بعد ان کے روضہ پر سلطان بڈشاہ کے عہد حکومت سے ڈھائی سو سال تک خاص و عام مسلمانوں کا دستور العمل رہا تھا کہ وہ ہر جمعرات اور پیر کے دن یہاں آتے تھے اور خانقاہ مدنی میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نماز ادا کر کے ان کے روضہ پر فاتحہ خوانی کے آداب بجالاتے تھے۔

خواجہ اعظم مورخ ان کے روضہ کے بارے میں واقعات کشمیر میں بیان کرتے ہیں :

"مقبرہ شریفہ ایشان را محل استجابت دعا میدانستند۔ تا عید علی مردان خان زیارت گاہ تمام شہر بود۔ ہجوم واز دحام میرفتند۔ بعد آن تخفیف گونہ شد وایں حکایت دریں نسخہ جای دیگر مرقوم خواہد شد"۔

یہ مقبرہ شریفہ محل استجاعت دعا سمجھا جاتا تھا۔ کشمیر میں علی مردان خان کی آمد تک یہاں بے انتہا عوام کا ہجوم ہوا کرتا تھا۔ شب برات، شب قدر، شب معراج، عید میلاد کی محفلیں یہاں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ لیکن بعد ازاں اس قسم کی مجلسوں میں لوگوں کی حاضری کم ہونے لگی۔ اسی دوران ایک گستاخ نے یہاں بڑی دیدہ دلیری سے بے ادبی کی گو کہ اسی وقت وہ ایسی سزا پا گیا جو کہ از حد عبرتناک تھی۔ اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں، اور وہ اندھا ہو گیا۔ یہ واقعہ کشمیر کے طول و عرض میں مشہور ہوا اور لوگ اس روضہ پر جانے سے ڈرنے لگے۔

علی مرداں خان نے روضہ شریفہ اور مسجد مدنی کی مرمت کی۔ کہتے ہیں کہ اس روضہ پر اکبر اعظم، جہانگیر اور شاہ جہاں بھی حاضری دیا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ جہاں کے حکم سے اس روضہ کی مرمت علی مرداں خاں نے کروائی تھی اور بقول مورخ، سعادت علی مرداں خاں نے ہی خانقاہ مدنی کے کتبہ پر علی ولیا لکھا۔

علی مرداں خاں نے مدین صاحب کے متصل ہی سلطان زین العابدین کے تعمیر کردہ باغ حیدر میں اپنے رہنے کے لئے ایک عظیم حویلی بنوائی تھی، جس کے کھنڈرات اب بھی باغ مذکور میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ آجکل اس باغ میں محکمہ صنعت و حرفت کے تعمیر کردہ صنعت و حرفت کی مختلف فیکٹریاں قائم کی گئی ہیں اور گورنمنٹ ہائی سکول بھی اسی باغ کے احاطے میں واقعہ ہے۔ اس باغ کے بارے میں قدیم تذکروں کا بیان ہے کہ باغ میں جا بجا فوارے، آبشاریں، نہریں، حوض اور حمام کے علاوہ لاثانی عمارتوں کا ایک سلسلہ قائم کیا گیا تھا جہاں مغل شہنشاہ، امراء اور حکام دادِ عشرت دیتے تھے۔ علی مرداں خان کے بعد اس کا بیٹا کشمیر کا گورنر مقرر ہوا۔ ابراہیم خان نے بھی روضہ و خانقاہ کی مرمت کی تھی۔ کشمیر کے ایک شاعر داراب جویا نے ابراہیم خان کی مدح میں اکثر قصیدے لکھے ہیں۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد حکومت میں جب کہ کشمیر کا صوبائی گورنر وزیر پنوں تھا، بدقسمتی سے شیعوں اور سنیوں کے درمیان ایک زبردست ہنگامہ رونما ہوا اور اس ہنگامے کو مورخ حسن

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نے اپنی تاریخ کی جلد اول میں "تاراج دہم" کے عنوان کے تحت مفصل طور پر بیان کیا ہے جسے پڑھکر کوئی بھی ذی حس اور باشعور مسلمان اظہار تاسف کے بنا نہیں رہ سکتا۔

واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں کہ حضرت سید محمد مدنی کے یوم وصال ۱۱ ماہ رجب ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۹۲۹ بکرمی مطابق ۱۸۷۲ء کو ان کے روضہ پر حسب دستور زائرین فاتحہ خوانی اور مسجد مدنی میں نماز ادا کرنے کی غرض سے جوق در جوق آئے تھے۔ اس سال کشمیر میں قحط سالی اور وبا پھیلی ہوئی تھی اور اس بیماری کی وجہ سے بے شمار لوگ لقمۂ اجل بن گئے تھے۔ اس لئے لوگ مساجد اور خانقاہوں، بالخصوص خانقاہ مدنی میں، دفع بلا کے لئے خدا کے حضور میں دست بدعا تھے۔ چونکہ خانقاہ مدنی کو محل استجاعت سمجھکر اس روز بھی حاضر ہوئے تھے۔ محلہ مدین صاحب کے شیعہ حضرات نے خانقاہ مدنی کے قریب میں چند گز کے فاصلے پر امامیہ مسجد تعمیر کی تھی۔ چند سر پھروں نے امامیہ مسجد کی دیواریں گرادیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے فساد برپا ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے گالی گلوچ کے علاوہ لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔

حسن جو اس زمانے کا اہم عصر مورخ ہے، لکھتا ہے کہ اس ہنگامے میں دونوں مسلک کے لوگوں کو جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس ہنگامے میں جو لوگ ملزم بنائے گئے تھے وہ سب قصوروار نہ تھے۔ غنڈوں اور اوباشوں کو چھوڑ دیا گیا۔ وزیر نپوں کے مقرر کردہ تفتیشیوں نے تفتیش کے نام پر دونوں ہی مسلکوں کے لوگوں سے خوب پیسہ اینٹھا اور اپنی جیبیں بھریں۔ ایک ہزار کے قریب لوگوں کو قیدی بنایا گیا اور بے قصور ملزمان قلعہ ہاری پربت، جبک اور ریاست کے دور دراز قید خانوں میں قیدی بنائے گئے۔ ان سے بھاری جرمانہ وصول کیا گیا اور تب رہا کئے گئے؛ جو ملزم جرمانہ ادا نہ کر سکے وہ قید خانوں میں ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اوڑی کے قید خانے! جو ملزم تھے ان کا جرمانہ سوپور کے عوام نے چندہ جمع کر کے ادا کیا۔

خواجہ محی الدین گندرو ایک شریف النفس اور نیک سیرت شخص پر یہ تہمت لگائی گئی تھی کہ اس نے اس فساد کو اکسانے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اس کو مہاراجہ کے دربار میں پابہ زنجیر پیش کیا گیا۔ مہاراجہ نے پچاس ہزار روپیہ جرمانہ وصول کرنے کا حکم صادر کیا۔ اور جرمانہ وصول ہونے کے بعد اس کو رہا کیا گیا۔ مہاراجہ نے مظلوموں کی امداد کے لئے دو لاکھ اسّی ہزار روپیہ بطور مالی اعانت کے منظور کئے۔ اس حادثہ جانکاہ کی تاریخ حسن نے یہ لکھی ہے۔ "ازیں حسرت جہانے راجگر سوخت" اور "خرد تاریخ آن گفتا جگر سوخت" جس سے ۱۲۸۹ھ برآمد ہوتا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حکومت نے روضہ اور خانقاہ مدنی پر تالا چڑھا کر دونوں مسلک کے پیروؤں کو یہاں آنے کی ممانعت کر دی ـــــ یہاں ہر قسم کے اجتماعات کو ایک خاص حکم کے ذریعہ ممنوع قرار دیا گیا اور یہ حکم گذشتہ ایک سو اکیس سال سے نافذ عمل ہے۔ نہ وہ محفلیں رہیں، نہ وہ وعظ خوانی سنی گئی اور نہ درود و اذکار کا ورد دیکھا گیا۔ تاحال یہ روضہ اور خانقاہ کسمپرسی کے عالم میں ہیں۔ اس روضہ اور خانقاہ کے نام پر جو زمین تھی لوگوں نے اس کے اکثر حصے پر ناجائز طریقے سے تسلط جمالیا۔ ۱۹۲۱ء میں مسلمانان کشمیر نے اس روضہ اور خانقاہ کو واگذار کرانے کی کوشش کی۔ گلانسی کمیشن میں بھی ان دونوں مقامات کو واگذار کرنے کا ذکر کیا گیا۔ جب کہ دیگر مقدس مقامات خانقاہ سوختہ، خانقاہ بلبل لنکر، مسجد دارا شکوہ کو واگذار کیا گیا مگر یہ روضہ اور خانقاہ تاحال سرکاری تحویل میں ہیں۔

تعجب تو اس بات پر ہے کہ روضہ اور خانقاہ سے قیمتی اور عمدہ ٹائلیں چن چن کر اڑا لی گئیں ہیں۔ یہ ٹائلیں مغل طرز کی ٹائلیوں سے عمدہ اور اعلیٰ نوعیت کی تھیں۔ یہ رنگین ایرانی اینٹوں کی طرح مربع شکل کی تھیں۔ ان کی چمک قابل داد رہی ہے۔[1] اور دیکھنے والا کاریگروں کے فن کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس پرشکوہ خانقاہ کی موجودہ حالت دیکھکر یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

اے کہ نشاسی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتار ابو بکرؓ و علیؓ ہشیار باش!

حال ہی میں محکمہ آثار قدیمہ نے خانقاہ اور روضہ کی مرمت کا کام انجام دیا ہے۔ اور اس کی قدیم

---

[1] مسجد کے اندر موجود لکڑی کے کام، ختم بند اور دیواری تصاویر کے اعلیٰ نمونے عہد بڈشاہی میں کشمیر میں ان فنون کی تابندہ علامت ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ روغنی ٹائیلوں کا استعمال اور ان پر موقلم کی سرکاری کشمیر میں پہلی بار اسی مسجد میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

مسجد مدنی تاحال مغل دور سے پہلے کے کشمیری طرز تعمیر کی شاید واحد عمارت ہے جو زمانے کے بے رحم ہاتھوں نقصان اٹھا کر بھی، خستہ حالت میں ہی سہی، موجود ہے۔ مسجد میں استعمال کی گئیں رنگین ٹائیلیں اس پورے خطے میں کہیں اور نظر نہیں آتیں۔ ہاں سمرقند کی عمارات میں اس زمانے میں استعمال ہوتی تھیں جب کہ بڈشاہ وہاں تھے۔

مسجد کے ایک محراب پر تیر کمان لئے اژدہے (۵۸۹۹۵۸) کی بنائی گئی تصویر کسی معمے سے کم نہیں۔ اس پر بادلوں اور پھولوں کا امتزاج چینی اور ایرانی آرٹ کا خاصہ ہے۔ ـــ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

طرزِ تعمیر کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔[1] خانقاہ اور روضہ کی رکھوالی کے لئے ایک چوکیدار کا تقرر بھی عمل میں لایا گیا ہے۔

●

کتابیات

- تاریخ حسن ج ۱۔ ج ۲۔ ج ۳ ● تاریخ کبیر کشمیر از محی الدین مسکین
- "کشمیر" از جی ایم ڈی صوفی ● واقعات کشمیر از محمد اعظم دیدہ مری ● یادگار عجائب
- اسرار الابرار از بابا داؤد مشکواتی" ● لمعات از خاوری ● خاور نامہ از خاوری
- مانومینٹس آف کشمیر آر۔ سی۔ کاک (MONUMENTS OF KASHMIR)
- KASHMIR UNDER SULTANS BY MOHIBUL HASSAN
- تاریخ بڈشاہی از محمد الدین فوق مرحوم ● کلیات داراب جویا
- تاریخ کشمیر از پروفیسر حسن شاہ ● تذکرۃ العارفین ● تحفۃ الفقرا۔
- فتحات کبرویہ ● فتوحات قادریہ ● گلشن کشمیر ● گلزار کشمیر ● اسرار الاخیار
- تحقیقات امیری ● تحائف الابرار ● خوارق السالکین ● روضۃ الابرار
- ذخیرۃ التواریخ ● پنج گنج ملا بہاؤ الدین متو

●

---

[1] ریاستی محکمۂ آثار قدیمہ نے زین العابدین (بڈشاہ) کے عہد میں بنی اس مسجد کی مرمت کا کام ہاتھ میں لیا تو اسکی چھت کی بھی مرمت کی۔ سرینگر میں یہ کسی تاریخی عمارت پر شاید اب آخری "برزہ چھت" ہے اس لئے اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ چھت کی ظاہری شکل میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ مدین صاحب کی مسجد کی چھت سے مٹی، بوج پتر وغیرہ اُتار کر چھت کی ٹین پوشی کی گئی۔ اسکے بعد ٹین پر پھر سے تختے بچھا کر اس پر دوبارہ بوج پتر بچھائے گئے اور اس کے اوپر دوبارہ مٹی ڈالی گئی اور اس طرح اس قدیم مسجد کی نئی چھت دیکھنے والوں کو بالکل اپنی اصل شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ ●—— (م۔ا۔ا)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عبدالمجید سائر

حضرت شیخ بابا محمد علی رینہ رحمۃ اللہ علیہ

زبدۃ العرفا عمدۃ الصلحا حاجی الحرمین شریفین مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کشمیر میں بلند پایہ اولیاء اللہ میں سے ایک ہیں۔ آپ موضع تجر شریف پرگنہ زینہ گیر میں پیدا ہوئے ہیں۔ آپ حضرت شیخ بابا عثمان رینہؒ کے فرزند ارجمند اور حضرت محبوب العالم سلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہ قدس اللہ سرہٗ کے برادر اکبر ہیں۔[1] ذکر و فکر آپ کا مشغلہ تھا۔ آپ نے سال ہا سال اطراف و اکناف کی سیاحت کی ـــ تین بار حج اکبر کی برکت سے فیضیاب ہوئے ـــ اپنے وقت کے بلند مرتبہ عالم و فاضل تھے۔ علم حدیث، تفسیر اور فقہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے یہاں تک کہ بلند پایہ صاحبِ تصنیف تھے۔ شعر و شاعری میں بھی کافی دستگاہ حاصل کی تھی۔ لیکن آپ کی کوئی شاعرانہ تصنیف دستیاب نہیں ہے۔

صاحب "ہدایت المخلصین" حضرت میر بابا حیدر رتیہ مولیؒ آپ سے متعلق رطب اللسان ہیں کہ آپ کو حضرت مخدومؒ نے ایک دن فرمایا کہ "اے برادر جب تک اپنے سر سے یہ خودی دور نہ کروگے کہ میں محبوب العالمؒ کا بھائی ہوں میرے اسرار سے واقف نہیں ہو جاؤ گے۔ چنانچہ آپ کو ایک سال اور

---

[1] ملا بہاؤالدین متو نے اپنی کتاب "سلطانی" میں آپ کو برادر خورد سے موسوم کیا ہے۔ لیکن ایسا صحیح نہیں ہے۔

رفت بابا بدعوتش حالی ـــ از رہِ سنّت و نیکو حالی

حضرت شیخ حمزہ با خود بُرد ـــ باز بابا علی برادرِ خورد

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آٹھ ماہ کے لئے دربانی کرنے کا حکم ہُوا۔[1]

آپ طے مکاں سے جہاں کہیں بھی جانا چاہتے تھے جایا کرتے تھے۔[2]

یہ امر مسلّمہ ہے کہ مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ علم وفضل میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ علوم ظاہری اور علوم باطنی کا سرچشمہ تھے۔ آپ نے متنوع تصنیفات کا سلسلہ کتابی صورت میں بطور یادگار چھوڑا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ فرماتے ہیں کہ "مخدوم الاولیا شیخ بابا محمد علی رینہؒ جو کہ حضرتِ محبوب العالمؒ کے عینی برادر ہیں، نے جب "ورد المریدین" کا مطالعہ کیا تو آپ نے خواہش ظاہر کی کہ میں بھی ایسی کوئی کتاب تصنیف کروں جسمیں حضرتِ محبوب العالمؒ کے خوارق وعادات ہوں۔ جو کچھ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے لکھوں اور باقی کچھ آپ کے دوسرے خلفاء کی تصانیف سے اخذ کروں۔[3] آپ کی مشہور تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔ "تذکرۃ العارفین" "رسالۂ محیط" "مرکز الابرار" "نسیم الاحرار" "شواہد المراقبات" "جواہر النکات" وغیرہ۔ ان میں سے صرف "تذکرۃ العارفین" کا نسخہ دستیاب ہے۔ اور باقی تصانیف کا کہیں نام ونشان نہیں۔

حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ نے حضرت مولوی شیخ احمد چاگلی کے برادر ملا عبدالعزیز کو تفسیر کا درس دیا اور نظم میں بھی رہنمائی کی کیونکہ آپ نظم سے خوب واقف تھے۔ علوم عربی میں بہت ممتاز اور نظم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔[4]

میر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ "حضرت محبوب العالمؒ کی اس دنیا سے نقل فرمانے کے بعد میرے بھائی حضرت شیخ خاکیؒ نے آنحضرتؒ کی بعض کتابیں حضرتِ خواجہ حسن قاریؒ، حضرت خواجہ اسحٰق قاریؒ اور مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ جو کہ حضرتِ محبوب العالمؒ کے برادرِ عینی ہیں کو دیدیں۔ اگرچہ حضرتِ شیخ خاکیؒ نے حضرتِ محبوب العالم کا سارا کتب خانہ مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے حوالے کیا کیونکہ آپ اس ساری ملکیت کے مالک تھے لیکن آپ نے اس میں تصرّف نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ حضرت شیخ خاکیؒ اور حضرت میر بابا حیدر جو کچھ مناسب سمجھیں، کریں۔[5]

صاحب "چلچلۃ العارفین" حضرتِ خواجہ اسحٰق قاریؒ رقمطراز ہیں کہ "جب حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ ایک دفعہ حج بیت اللہ سے واپس آئے اور بارہ مولہ پہنچ گئے تو حضرت سلطان العارفینؒ

---

[1] مخطوطہ ہدایت المخلصین ص ۱۵۷ [2] مخطوطہ ہدایت المخلصین ص ۱۵۸

[3] مخطوطہ ہدایت المخلصین ص ۱۹۱ [4] مخطوطہ ہدایت المخلصین ص ۲۵۱

[5] مخطوطہ ہدایت المخلصین ص ۲۱۵

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نے مجھے فرمایا کہ اے فرزند! عرب سے ایک فقیر آیا ہے اور بارہ مولہ پہنچا ہے۔ تم اور میاں یوسف اُسکی خدمت میں جاؤ اور برادرانہ خدمت بجا لاؤ"۔ ہم حسب ارشادِ حضرت مرشد بارہ مولہ گئے اور وہاں اس فقیر کی خدمت کر کے اس سے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرا نام محمد علی ہے۔ ہم نے پوچھا کہ آپ کے والدِ بزرگوار کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا "شیخ بابا محمد عثمان رینہؒ" آپ نے بارہ سال عرب کے مختلف ممالک میں علوم ظاہری حاصل کرنے میں صرف کئے۔ جب آپ تیسری بار حج کے لیے حضرت مخدومؒ کی اجازت سے گئے تو اس سفرِ محمود میں چالیس چلے ادا کئے۔[1]

آپ نے متواتر دو سال کے لئے حضرت مخدومؒ کے گھوڑوں کو پانی پلانے اور دانہ کھلانے کی خدمت انجام دی۔[2]

مزید فرماتے ہیں کہ "مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ جو کہ حضرتِ محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے عینی برادر ہیں، تین بار حج کرنے کی غرض سے بیت اللہ شریف گئے۔ آپ کے خوارق عادات اور کشف و کرامات بسیار ہیں جو کہ شرحِ بیان میں نہیں آسکتے ہیں۔ آپ حج کو طے مکان سے جاتے تھے۔ بعض علوم میں آپ کو کافی دستگاہ حاصل تھی۔ علم نظم میں آپ کو ممتاز درجہ حاصل تھا۔ آپ دیوانِ حافظ کا مطالعہ کرتے تو دونوں آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے۔ آپ کا یہ حال دیکھکر دوسروں پر اس قسم کی رقت طاری ہو جاتی تھی کہ وہ بھی بے اختیار رو پڑتے تھے۔ ایک دفعہ شہر کے ایک بقال کا لڑکا نور محمد ڈار آپکی خدمت عالیہ میں "لیلیٰ مجنوں" نامی کتاب پڑھنے لگا۔ پڑھتے پڑھتے اُسکو ہوش نہ رہا۔ اسی حال میں آپ کی کرامات سے دیوانہ ہو گیا۔ کچھ مدت کے لئے پہاڑوں، جنگلوں اور ویرانوں میں پھرتا رہا۔ پھر اپنے حال میں آکر آپ سے تلقین پائی اور علمی مرحلہ کا قطب بن گیا۔[3]

صاحب "تذکرۃ المرشدین" حضرت خواجہ میرم بزاز سکندرپوریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ بات میں نے حضرت شیخ بابا عثمان رینہؒ پدرِ بزرگوار حضرتِ محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ سے سُنی، یعنی:۔

جب حضرت سلطان العارفینؒ کی والدۂ ماجدہ کو حمل کے دنوں میں سخت تکلیف ہوتی رہی تو حضرت بابا عثمانؒ حد سے زیادہ متفکر ہوئے اور طبیب حاذق کی تلاش کرنا شروع کر دی۔ ایک عزیز کو یہ حال کہا۔ اُس عزیز نے سُنا اور سمجھ لیا۔ جواب میں اُس عزیز نے فرمایا کہ اے بھائی! خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو دو ماہ گزر جانے کے بعد ایک دوسرا فرزند عطا کر دے گا۔ جس طرح حضرت یونسؑ

[1] مخطوطہ چلچلۃ العارفین ص ۹ [2] مخطوطہ چلچلۃ العارفین ص ۸۳

[3] مخطوطہ چلچلۃ العارفین ص ۱۲۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مچھلی کے شکم میں بند ہو کر یادِ خدا کر رہے تھے اسی طرح وہ عملی طور ماں کے پیٹ میں اس وقت ذکر و فکر میں مشغول ہے۔[1] "دوسرا فرزند" کا فقرہ صاف بیان کرتا ہے کہ حضرت شیخ بابا عثمانؒ کے ہاں حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ سے پہلے ایک فرزندِ ارجمند پیدا ہوا تھا۔ یہ مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

صاحبِ "تذکرۃ العارفین" حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ اپنی معرکۃ الآرا کتاب کے ابتدائی صفحات میں اپنا تعارف اس طرح کراتے ہیں۔ "بندۂ ضعیف فقیر نحیف علی ابن عثمان کشمیری تجر کے گاؤں کا بسکین ہے جو کہ اس غریب کی جائے پیدائش اور وطن ہے۔ مخصوص طور پر جسمی اور نسبی ذات رینہ سے کشمیر میں مشہور و معروف ہے۔ اس فقیرِ حقیر کا مرشد کامل اپنا حقیقی بھائی ہے۔ وہ زمانے اور زمانے کے لوگوں کے مرشدِ کامل ہیں۔ وہ غوث الاعظم، قطب العالم، سلطان العارفین ہیں۔[2]

آپ اپنے سے متعلق اس طرح رقمطراز ہیں کہ "جب تک میں حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کی خدمت عالیہ میں رہا میں نے کسی پر ظاہر نہیں کیا کہ میں آنحضرتؒ کا بھائی ہوں۔"[3] اس کے علاوہ بات یہ ہے کہ آپ نے زیادہ تر وقت کشمیر سے باہر سیر و سیاحت میں گزارا ہے۔ سرینگر میں بہت کم ٹھہرے ہیں۔

آپ آگے فرماتے ہیں کہ "جب میں کشمیر سے نکلا تو پہلے پہل میں نے بہت مدت کے لئے لاہور میں قیام کیا۔ وہاں ایک بڑے پایہ کے بزرگ حضرت شیخ احمد غوث تھے جو کہ زیادہ تر خلوت گزین ہی رہا کرتے تھے اور لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ میں ان کے پاس ٹھہرا۔ انہوں نے میری بہت خاطر تواضع کی۔ میرے دلِ ناصبور میں اُن سے بیعت کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کس عزیز کے مُرید ہیں؟ انہوں نے جواب باصواب میں فرمایا کہ "میں آپ کے عزیز بھائی محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ، جو کہ کشمیر میں ہیں، کا مُرید ہوں۔"[4]

اسی طرح آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ "قطب العرفا مخدوم سید ابو البقاءؒ بلند مرتبہ اولیائے کرام میں سے ایک ہیں۔ میں اُن کے پاس بہت مدت کے لئے ٹھہرا۔ ایک دن میں اُن کے گھر میں اُن کے سامنے بیٹھا تھا کہ کوئی عزیز ایک خط لیکر اُن کے پاس آیا۔ انہوں نے یہ خط پکڑا اور کھول کر پڑھا۔ اس کے بعد مجھے مطالعہ کرنے کے لئے دیا۔ یہ خط سید موصوف کو محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کی طرف سے آیا تھا۔ اس

---

[1] مخطوطہ تذکرۃ المرشدین ص ۱۷ [2] مخطوطہ تذکرۃ العارفین ص
[3] مخطوطہ تذکرۃ العارفین ص ۴۴۲ [4] مخطوطہ تذکرۃ العارفین ص ۴۵

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خط کا قاصد ایک مردِ غیبی تھا۔ اس میں یہ عبارت لکھی تھی۔ :

ترجمہ:۔ ہُوَالقدوس۔ قدوۂ اربابِ عمل۔ زبدۂ اصحابِ کُمّل برادرِ دین۔ شیخ الاسلام والمسلمین۔ مخدوم الاولیاء۔ سید ابوالبقا مشتاق بقا ہوں۔ آپ پر روشن ہو کہ میرے بھائی محمد علی رینہ، جو کہ میرے برادرِ عینی ہیں، آپ کی خدمت میں پہنچے ہیں ہر باب میں اُن کو تربیت و اُلفت میں ممتاز رکھیں اور اپنوں میں سے شمار کریں۔[1]

صاحب خوارق السالکین مُلا احمد کشمیری ابن عبدالصبور لکھتے ہیں کہ حضرت بابا محمد علی رینہؒ سلطان الاولیاؒ و حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے بھائی تھے۔ طریقت میں نسبتِ ارادت آنجناب ہی سے حاصل کرکے ریاضیات و عبادات میں جدوجہد کرتے رہے۔ خلعتِ ارشاد اور سندِ خرقہ مُرشدِ اکبر حضرت سید حیدر تیلہ مولیٰؒ سے حاصل کرکے رہے۔ آپ کا مقبرۂ مقدس موضع تجر شریف، پرگنہ زینہ گیر میں ہے۔

نظیرش در ریاضت ناپدید است
مثالش در عبادت ناشنید است
کمالش در مقالم مے نہ گنجد
قرینش در کرامت ناپدید است[2]

فاضل مورخ سعداللہ صاحب شاہ آبادی اپنی مستند تاریخ "باغِ سلیمان" میں رقمطراز ہیں ؎

دیگر از اولیائے شاہ سریر — ہست علی رینہؒ آن برادرِ پیر
بعدِ کسبِ فضایل از کشمیر — رُویہ حج کرد و گشت طالب پیر
بہر آن استخارہ در حرمین — کرد بسیار یافت بے شروشین
از خدا و نبیؐ اشارہ درست — کہ برو پیر تو برادرِ تست
باوے از فضل ہمچو گل بشگفت — آنچہ در استخارہ یافت بگفت
شیخ گفتش بخطۂ کشمیر — چوں رسی مبشوی ولدیت گیر
از قدمبوسِ شیخ دین حالی — دست دادش ولدیت عالی
در کمالات یافت چوں فردش — شیخ دین جانشین خود کردش
مرقدش در تجر بصد درجات — اہلِ دین راست قبلۂ حاجات[3]

---

[1] مخطوطہ تذکرۃ العارفین ص ۱۴۶ [2] مخطوطہ خوارق السالکین ص ۱۴۴

[3] مخطوطہ تاریخ نظم یعنی باغِ سلیمان در خانۂ مرحوم پیر بزرگ شاہ مملۂ کلال دوری نائد کدل سرینگر۔ کتاب کے صفحے کا شمار نہیں دیا گیا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

فاضل مورخ ملا عبدالوہاب شایق اپنی معتبر تاریخ "تاریخ شایق" میں اس طرح رطب اللسان ہیں ؎

ہماں مولوی علی حق قرین — رقم کردہ در "تذکرۃ العارفین"
کدام است آن مولوئ علی — کہ بودہ برادر بہ حمزہ ولی
سفر کردہ بسیار در روم و شام — زِ کشمیر بہ طرفِ بیتُ الحرام
زمینِ عجم پے سپر کردہ بود — بچین و خطا ہم گذر کردہ بود
چو از بحر مُرشد مراحل بُرید — براہِ طلب رنج بے حد کشید
بآخر زِ احمد دلالت شُدہ — بہ مخدوم حمزہ حوالت شُدہ
ملاقی شدہ با بسے اولیا — زِ اہلِ شہود است آن راہ نما[1]

صاحب "تاریخِ کشمیر" ملا محمد مراد نقشبندی عرف ٹنگ خواجہ اعظم صاحب دیدہ مری کے مرشدِ کامل آپ کو حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے خلفائے برگزیدہ میں اس طرح شمار کرتے ہیں:

خلفائے حضرتِ مخدومؒ ... آپ کے خلفاء جناب بابا داؤد خاکیؒ۔ جناب شیخ بابا علی رینہ تیجریؒ برادرِ گرامی حضرتِ مخدومؒ۔ ملا شیخ احمد چاگلی۔ شیخ میر حیدر تلہ مولیؒ۔ خواجہ اسحٰق قاریؒ۔ خواجہ حسن قاریؒ۔ خواجہ میرم۔ روپی ریشی اور ہردی بابا تھے۔ یہ آپ کے ہمعصر اور ہمقرین تھے۔[2]

صاحب تصنیف "سلطانی" ملا بہاؤالدین متو آپ سے متعلق اس طرح رقمطراز ہیں ؎

آنکہ سرمستِ جام قیومی الیست — شیخ بابا علی مخدومی الیست
مستِ اطلاق و مقبلِ دارین — قطبِ آفاق حاجی الحرمین
حج پے ذاتِ حق سہ بار نمود — ہمہ آفاق را نظارہ نمود
اُو بہر سو زمین کہ جا میکرد — طلبِ پیرو راہ نما میکرد
بر درِ خاص شاہد لولاک ... — دردِ دل عرض کرد با دلِ چاک
ناگہاں سینۂ خجستہ شیم — مصدرِ فیض و مفخرِ عالم
جلوہ گر شُد باُو بہ نور و سُرور — اے خوشا چشم و اے خوشا آن نور
گفت چیزے کہ مدعایت بُود — در سرِ خانہ و سرایت بود
تو بگرد جہان عبث رفتہ — زِ اختران جستہ ماہ و دو ہفتہ

---

[1] "تاریخ شایق" مخطوطہ۔ در تحویل کلچرل اکیڈمی۔
[2] تاریخ کشمیر، مائکروفلم صفحہ ۵۲ ریسرچ ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ جموں و کشمیر، سنہ ۱۱۴۰ھ میں لکھی گئی ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پس سوئے شیخ حمزہ قا ایما شد — زانکہ اُو نیز حاضر آن جا شد
گفت بابا علی برادرِ تو — میشود کامیاب از برِ تو
بہ نگاہے بہ دولتِ ابدی — برسان و رہاں ز قیدِ خودی[1]

اسی طرح صاحب تصنیف "کاشرِ سلطانی" میں فردوسی کشمیر عبدالوہاب پرے آپ سے متعلق اس طرح گویا ہیں ؎

شانیِ علم مولوی رومی — شیخ بابا علی مخدومی
حضرتِ شیخ سُندُے سَخ بوے — پھیوُر اندر جہاں در ہر سوے
حج بیتُ الحرام سہ بار کوٗرُن — سیر دنیا بہر کنار کوٗرُن
اوس ژھاران بہر طرف رہبر — گرِ اَسِتھ تمِس نہ روُز خبر
یُس اکھاہ تمی وُچھُن زِ اہلِ جہان — تم ہمہ اَسی پیدو سلطانؒ
یُس اَکس نِش تمی وِچھن خوبی — سُو وُچھُن تمی مُریدِ محبوبیؒ
اُو لاران دَر مدینہ سُو گو — از سرِ درد و سوزِ سینہ سو گو
بامُید آس بندۂ مسکین — شاد کرتم بو زیادہ چھُس غمگین
تس دراں فکر سیّد عالم — جلوۂ گر گو بواقعہ دردم
آس فرمان زِ سیّد السادات — ضایع بے ہودہ ژٔے کرِتھ اوقات
گرِ پنوُنے ژٔے چھُے پنُن مقصود — گرِ اَسِتھ ژٔ پر گری بے ہوُد
پس اِشارہ بہ حضرتِ سُلطانؒ — کوٗر تمو سُوتہ اوس در ایوان
علی بابہِ چھُوہ تو ہے سخ بوے — خانہ خانہ سُو پھیوُر در ہر سوے
یہ گژھیا نا اُمید از درِ تو — چھُو یہ فرزندِ من برادرِ تو
واتہ ناوُن بدولتِ اَبدی — مو کہ لاوُن زِ حرص و قیدِ خودی[2]

کشمیر کے مسلّمہ فاضل مورّخ پیرزادہ حسن شاہ کھُویہامی مورخانہ اندازِ بیان کو نظر انداز کر کے حضرتِ موصوف سے متعلق اس طرح گوہر فشانی فرما رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ حضرت مخدوم قا کے حقیقی بھائی تھے۔ لیکن شیخ داؤد خاکیؒ نے اپنی کتاب میں کسی جگہ ان کا نام ہی نہیں لیا ہے البتہ بابا حیدر تلہ مولیؒ نے اپنی

[1] مطبوعہ سلطانی منظوم
[2] مطبوعہ کاشرِ سلطانی کلان جلد دوم صفحہ ۲۳

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کتاب "ہدایت المخلصین" میں ان کے حالات بہت ہی مبالغہ کے ساتھ درج کئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "بابا علی حضرت محبوب العالمؒ کے حقیقی بھائی ہیں۔ بارہ برس تک مرشد کی تلاش میں ملکوں کی سیاحت کی۔ تین دفعہ حج کو گئے۔ علم فقہ اور حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ ایک رات حضرت سرورِ کائناتؐ اور حضرت مخدومؒ کو خواب میں روضۂ مطہرہ میں (گنبد خضریٰ تلے) اکٹھے دیکھا۔ آنحضرتؐ نے حضرت مخدومؒ کو حکم دیا کہ بابا علیؒ آپ کا بھائی ہے۔ اس کی تربیت کرنی چاہیئے۔ بابا علیؒ کشمیر آئے۔ حضرت مخدومؒ نے میر بابا حیدرؒ اور خواجہ اسحٰق قاریؒ کو ان کی پیشوائی کے لئے ہیرہ پورہ روانہ کیا۔ جب دربار سلطان العارفینؒ میں پہنچے تو ان کی کیمیا اثر نظر سے فیضیاب ہوئے۔ ایک سال ڈیوڑھی پر پہرہ داری کا کام کرتے رہے اور تعلیم و تربیتِ معنوی پاتے رہے۔ پھر حضرت داؤدِ خاکیؒ کے ساتھ ملتان، جاکر بڑے بڑے بزرگوں کی صحبت ملاقات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ حضرتِ بابا علی رینہؒ طے مکان میں کمال دستگاہ رکھتے تھے۔ اپنے علاوہ دوسروں کو بھی طے مکان کرا سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کا ایک مرید پورب گیا تھا اور ایک دن اس کی بیوی کو اس کے مرنے کی خبر کسی نے سنائی۔ بیچاری روتی بلکتی، گریہ وزاری کرتے ان کی خدمت میں آئی اور اپنے خاوند کا قصہ سنایا۔ حضرت نے اس کو کہا۔ تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کرلو۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور پورب پہنچ گئی۔ سات دن اپنے خاوند کے پاس رہی۔ پھر بابا کے فرمانے پر آنکھیں کھولیں اور ہنستی خوشی گھر چلی گئی۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت بابا علی رینہؒ اپنے زمانے کے بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ "تذکرۃ العارفین" ان کی تصنیف ہے۔ تجر کے گاؤں میں دفن ہیں۔[1]

پیرزادہ موصوف کے بعد خواجہ غلام محی الدین امرتسری "تحفۂ محبوبی" میں حضرت موصوفؒ سے متعلق پیرزادہ موصوف کا ہی تتبع کرتے ہوئے اپنی ترالی درّ افشانی اس طرح کرتے ہیں۔ "مخدوم بابا علی رینہؒ قبل اس کے کہ ہم مخدوم بابا علی رینہؒ کا مختصر تذکرہ بیان کریں یہ ضروری ہے کہ بطورِ اظہارِ حقیقت یہ بیان کریں کہ شیخ بابا داؤد خاکیؒ۔ ابوالفقرا بابا نصیب الدین غازیؒ اور بابا داؤدِ مشکواتی نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں بابا علی رینہؒ کا نام تک بھی حوالۂ قلم نہیں کیا ہے۔ لیکن ایک مشہور تاریخ نویس نے اس باب میں لکھا ہے کہ "گویند کہ برادر عینی حضرت مخدوم بود و بقولِ بعض محققین برادر فرعی اوست" مگر ہم ملا شہاب الدین[2] متو کی کتاب سلطانی منظوم سے اجمالاً آپ کا تذکرہ اخذ کرکے درج ذیل کرتے ہیں کہ آپ نے علمائے کرام کی علمی مجالس سے استفادہ کرکے فقہ و حدیث کی کم و بیش شناخت

[1] مطبوعہ اسرار الاخیار ص ۱۸۴

[2] سلطانی منظوم ملا بہاؤ الدین متو نے لکھی ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حاصل کی۔ بارہ برس تک سیر و سیاحت کر کے پیر و مرشد کی تلاش کی اور ہادیان ملت اور ماہرین سیر و سلوک کی خدمت میں زانوئے ادب تہہ کیا مگر طلب کی پیاس نہ بجھی۔ حرمین شریفین گئے، روضہ مقدس کی زیارت کی اور اپنی آرزو کا اظہار کیا۔ مکاشفہ کی حالت میں جناب رسول مقبولؐ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت مخدومؒ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ "اپنے سچے پیارے طالب کو تربیت کریں"۔ بابا علیؒ فوراً واپس آئے اور حضرت مخدومؒ نے میر بابا حیدرؒ، شیخ داؤد خاکیؒ اور خواجہ اسحاق قاریؒ کو ہیرہ پورہ کے مقام تک استقبال کے لئے بھیجا۔ وطن پہنچ کر حضرت مخدومؒ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ پھر بمعیت شیخ بابا داؤد خاکیؒ ملتان چلے گئے اور وہاں چند سال تک اقامت پذیر رہے۔ واپس آکر پھر موضع تجر میں اقامت اختیار کی۔ کہتے ہیں کہ "تذکرۃ العارفین" آپ کی تصنیف ہے جس میں حضرت مخدومؒ کے حالات مذکور ہیں"۔[1]

بندۂ احقر کو اس جگہ حضرت موصوف مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے کمالات و مقامات اور کشف و کرامات کا تذکرہ کرنے سے غرض نہیں البتہ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے ساتھ آپ کے برادرانہ رشتے سے متعلق بحث و مباحثہ چھیڑنا بہت ضروری ہے۔ بحث و مباحثہ چھیڑنے سے اصلی حقائق قارئین کرام کے سامنے آسکتے ہیں۔ کیونکہ مذکورہ دو فاضل مصنفین پیرزادہ حسن شاہ کھویہامی اور خواجہ غلام محی الدین امرتسری نے نمایاں طور پر ایک متنازعہ بات کو جنم دیا ہے کہ "حضرت موصوفؒ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادرِ عینی نہیں ہیں۔ وراثت کے دعویداروں نے، لگتا ہے کہ یہ پھلجڑی چھوڑی ہے اور وراثت بیچنے کے لئے "ہدایت المخلصین" کے اس بیان کو خوب اچھالا ہے۔ ان ہی دو فاضل مصنفین کے مبہمانہ حوالوں سے اپنی وراثت جتلانے کے لئے نام نہاد وارثوں نے سوقیانہ ٹریکٹ وقتاً فوقتاً شائع کئے جن میں واضح طور پر لکھا گیا کہ مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے حقیقی بھائی نہیں تھے۔ کیونکہ حضرت بابا داؤد خاکیؒ، حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ اور حضرت بابا داؤد مشکواتی نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں حضرت مخدوم بابا محمد علی رینہؒ کا نام تک سپردِ قلم نہیں کیا ہے۔

مذکورہ بالا بیان پر بات کرتے وقت ہمیں اس خاص ماحول اور پس منظر کو زیرِ نظر رکھنا ہوگا جو ناچیز کی دانست میں اس کا محرک رہا ہے۔

یہ سبھی جانتے ہیں کہ حضرت بابا علی رینہؒ کے برادر اصغر حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ اولیائے کرام میں ایک مقتدر اور برگزیدہ بزرگ گزرے ہیں۔ آپ نے کشمیر اور اس کے گرد و نواح میں دینِ اسلام

[1] مطبوعہ تحفۂ محبوبی صفحہ ۵۳

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی آبیاری کرکے ہزارہا بندگانِ خدا کو رُشد و ہدایت کی نعمت سے مستفید فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی درگاہِ عالیہ روحانی فیض حاصل کرنے کی جگہ تصور کی جاتی ہے۔ یہ درگاہ عالیہ مرجع خاص و عام ہے۔ یہاں سال بھر عقیدت مند نزدیک اور دور و دراز جگہوں سے جوق در جوق رُوحانی فیض حاصل کرنے کے لئے آتے رہتے ہیں اور نقدی کے علاوہ مختلف قسم کے نیاز و نذرانے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس نقدی اور نذر و نیاز کی اِفراط نے یہاں مجاوروں کی ایک بڑی جماعت پیدا کردی ہے۔ اُن میں سے کچھ بابا صاحبان "بالا" کچھ بابا صاحبان "پائین" اور کچھ "صوفیوں" کے نام سے موسوم ہیں اور اپنی اپنی مختلف ذاتیں رکھتے ہوئے اپنے آپ کو "مخدومی" کہتے ہیں۔ بابا صاحبان بالا اپنے آپ کو حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد و اخفاد سے، جبکہ بابا صاحبان پائین اپنے آپ کو حضرت میاں صوفی علی متہائے حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کی اولاد و اخفاد سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور صوفی صاحبان اپنے آپ کو حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کی پاک زندگی میں آپ کے خدمتگاروں کی اولاد و اخفاد میں سے بتاتے ہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ سلطان العارفین محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ نے کوئی نکاح نہیں کیا تھا اس لئے آپ کی صُلبی اولاد نہیں تھی۔ اس دنیائے فانی سے نقل فرمانے کے بعد بہ مطابق شریعت عزّا آپ کی وارث آپ کی یکجدی جماعت ہوسکتی تھی۔ لیکن دوسری ایک جماعت نے صاف طور پر یہ جتلایا کہ آپ کا کوئی بھی یکجدی وارث نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے اپنی پاک زندگی ہی میں ایک متبنّیٰ بنایا ہے اس لئے اِسی متبنّیٰ کی اولاد و اخفاد آپ کی جائز وارث ہے۔ اِن دو جماعتوں کو چھوڑ کر تیسری ایک اور دعویٰ دار جماعت نے یہ نمایاں طور پر ظاہر کردیا کہ نہ تو آپ کا کوئی حقیقی یکجدی ہی ہے نہ متبنّیٰ بلکہ جن لوگوں نے زندگی میں آپ کی خدمت بجالائی ہے، اُن کی اولاد و اخفاد ہی حقیقی طور پر آپ کی وراثت کی حقدار ہے۔ وراثت کے اس جھگڑے کو ایک طرف رکھتے ہوئے اِس بات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ موصوف مخدوم حضرت بابا علی رینہؒ تاریخ میں ایک باوقار شخصیت کے ہی حامل نہیں بلکہ ایک برگزیدہ ولی کامل بھی ہیں۔ اس حقیقت سے انکار کرکے تاریخ کے اوراق کو مسخ نہیں کیا جاسکتا۔

بابا محمد علی رینہؒ تواریخ کے تناظر میں

یہ سچ ہے کہ چند مصنفین نے موجودہ صدی میں آنکھیں بند کرکے ایک دوسرے کا تتبع کرتے ہوئے اظہار کیا ہے کہ زبدۃ العرفا عمدۃ الصلحا حضرتِ مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ سلطان العارفین محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے حقیقی برادر نہیں ہیں۔ حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ اپنی تصانیف

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کو تشکیل دیتے وقت ان کے زیر مطالعہ خود حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کی معرکتہ الآرا کتاب "تذکرۃ العارفین"، حضرت شیخ میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ کی بلند پایہ تصنیف "ہدایت المخلصین"، حضرت میرم بزاز سکندر پوریؒ کی مؤلف کتاب "تذکرۃ المرشدین"، حضرت خواجہ اسحٰق قاری مصدقہ کتاب "چلچلتہ العارفین" اور اسی طرح دیگر اصحاب کی معتبر تصانیف رہی ہیں۔ باوجود اس کے ان کا عام حوالہ یہ رہا ہے کہ "گویند کہ برادرِ عینی حضرت مخدوم بود و بقولِ محققین برادرِ فرعی اوست"۔

جہاں تک مختلف تواریخ اور تذکروں کے مطالعہ کرنے کا تعلق ہے صرف ایک مورخ پیرزادہ حسن شاہ کھویہامی اپنی تاریخ میں یوں لکھتے ہیں "کہ کہتے ہیں کہ شیخ بابا علی رینہؒ حضرت مخدومؒ کے حقیقی بھائی تھے لیکن شیخ داؤد خاکیؒ نے اپنی کتاب میں کسی جگہ بھی ان کا نام نہیں لیا ہے۔ البتہ بابا حیدر تیلہ مولیؒ نے اپنی کتاب "ہدایت المخلصین" میں ان کے حالات بہت ہی مبالغہ کے ساتھ درج کئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے: "بابا علیؒ حضرت محبوب العالمؒ کے حقیقی بھائی ہیں۔ بارہ سال تک مرشد کی تلاش میں ملکوں کی سیاحت کی۔ تین دفعہ حج کو گئے۔ علم فقہ اور حدیث میں کمال رکھتے تھے۔"[1]

یہی پیرزادہ صاحب موصوف گرانمایہ کتاب "ہدایت المخلصین" تصنیف حضرت میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ سے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ "بعض مورخ کہتے ہیں کہ مذکورہ کتاب اُن کی تصنیف نہیں ہے بلکہ پرگنہ زینہ گیر کے گاؤں تجر کے بابوں نے پیروں کا وہ فرقہ جنکا نسب سید نہیں اپنی وراثت کے دعوؤں میں بابا علی رینہؒ کا حضرت مخدومؒ کا بھائی قرار دینے کے لئے "ہدایت المخلصین" لکھوا کر حضرت میرؒ کی طرف منسوب کی ہے اور بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کو پیش کی ہے اور قاضی خان[2] نے ان کی طرفداری کر کے بابوں

---

[1] مطبوعہ اسرار الاخیار صفحہ ۱۸۴ یعنی مطبوعہ تاریخ حسن جلد سیوم

[2] قاضی خان کشمیر کے بچھ قبیلہ کے ایک نامور فرد گزرے ہیں۔ آپنے ملا عبدالرشید زرگر سے علم کے مختلف شعبوں کا اکتساب کر کے اپنے ہمعصروں سے سبقت حاصل کی ہے۔ اپنی قابلیت اور صلاحیت کی بناء پر دربارِ عالمگیری میں رسائی پائی۔ دربار شاہی میں علمی مسایل کی تحقیق اور بحث و مباحثوں میں بڑھ چڑھکر حصہ لیتے تھے۔ کچھ مدت کے لئے شہزادۂ اعظم کو بھی پڑھاتے رہے اور کچھ وقت کے لئے شاہجہان آباد کے قاضی بھی رہے۔ بنگال میں بھی منصب قضات پر فائز رہے۔ آخر پر اپنی قابلیت و صلاحیت کے طفیل اور اقبال کی یاوری سے سلطنت مغلیہ کے قاضی القضات مقرر ہوئے۔ پھر کچھ مدت کے لئے مغل دربار کی طرف سے ۱۷۲۷ء میں یہاں کے ڈپٹی گورنر بھی رہے ہیں۔ قارئین کرام کو چاہئے کہ ذرا اس آدمی کی پروقار شخصیت اور تقوی شعار اورنگ زیب عالمگیر کو مدِ نظر رکھیں اور غور کریں کہ پیرزادہ حسن شاہ اس فیصلہ سے متعلق درج صدر عبارت لکھنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں۔؟

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی وراثت کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے خدا ہی حقیقت اور اصلیت کو بہتر جانتا ہے۔[1]

فاضل مورخ خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری اپنی مطبوعہ تاریخ "واقعات کشمیر" میں حضرت میر بابا حیدر رتیلہ مولیؒ سے متعلق لکھتے ہیں کہ "نسخہ ہا در احوال پیران خود دارد کہ بعض مردم آن را محمول بر کمال اغراق و مبالغہ مے دارند والعلم عند اللہ۔[2] "یعنی ان لوگوں کے اپنے پیروں سے متعلق بہت سے لکھے ہوئے نسخے ہیں کہ بعض لوگ ان کو اغراق و مبالغہ آمیزی سے پُر تصور کرتے ہیں۔ اصلی علم خدا کو ہی ہے۔

فاضل مورخین پیرزادہ حسن شاہ کھویہامی اور خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری کے بعد خواجہ غلام محی الدین صاحب امرتسری اپنے تذکرے "تحفۂ محبوبی" میں بیان کرتے ہیں کہ "مخدوم بابا علی رینہؒ قبل اس کے کہ ہم مخدوم بابا علی رینہؒ کا تذکرہ بیان کریں یہ ضروری ہے کہ بطور اظہار حقیقت بیان کریں کہ شیخ بابا داؤد خاکیؒ، ابوالفقراء بابا نصیب الدین غازیؒ اور بابا داؤد مشکواتیؒ نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں بابا علی رینہؒ کا نام تک حوالۂ قلم نہیں کیا ہے لیکن ایک مشہور تاریخ نویس نے اس باب میں لکھا ہے کہ "گویند کہ برادرِ عینی حضرت مخدوم بود و بقول بعض محققین برادرِ فرعی اوست"۔ یعنی کہتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ کے حقیقی بھائی تھے لیکن بعض محققین کے کہنے کے مطابق اُن کے فرعی بھائی ہیں۔[3]

یہی خواجہ غلام محی الدین صاحب امرتسری لکھتے ہیں کہ "ہدایت المخلصین" ایک پرانی کتاب بھی دیکھی جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ نے یعنی میر بابا حیدر رتلہ مولیؒ نے حضرت مخدومؒ کے حالات اس قدر محبت اور عقیدت سے لکھے ہیں کہ خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری کو اپنے تذکرے میں یہ فقرہ لکھنا پڑا کہ "نسخہ ہا در احوال پیرانِ خود دارد کہ بعض مردم آن را محمول بر کمال اعتقاد و اغراق و مبالغہ مے دانند۔"[4] (اس کا ترجمہ اوپر کیا گیا ہے۔)

موصوف امرتسری صاحب پھر لکھتے ہیں کہ "علاوہ اس کے "اسرار الاخیار" تاریخ حسن جلد سوم کے مشہور مصنف نے وجہ تصنیف و مقصد مصنف بیان کرکے لکھا ہے کہ "بعض محققان مے گویند کہ نسخۂ مذکور از کلام ایشان نیست" یعنی کہ بعض محقق کہتے ہیں کہ نسخہ مذکور میر صاحبؒ کے کلام سے تعلق نہیں رکھتا ہے۔[5]

وقتاً فوقتاً شایع کئے گئے ٹریکٹس میں یہاں تک لکھا گیا ہے کہ "مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ

---

[1] مطبوعہ اسرار الاخیار ص ۵۸ یعنی مطبوعہ تاریخ حسن جلد سوم

[2] مطبوعہ تاریخ واقعات کشمیر ص [3] مطبوعہ تحفۂ محبوبی صفحہ ۵۲،۵۳

[4] مطبوعہ تحفۂ محبوبی صفحہ ۴۴ [5] مطبوعہ تحفۂ محبوبی صفحہ ۴۴

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے حقیقی بھائی نہیں تھے کیونکہ حضرت شیخ بابا داود خاکیؒ، حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ اور حضرت بابا داود مشکواتیؒ نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں بابا علی رینہؒ کا نام تک بھی حوالۂ قلم نہیں کیا ہے۔"

جہاں تک اس سلسلے میں تحقیقات کرنے کا تعلق ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا بکھیڑا چودھویں صدی ہجری کا ہے۔ کیونکہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی تاریخ کے بغیر یہ ساری کتابیں اور ٹریکٹس اسی صدی کی تصنیفات ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ٹریکٹ بازوں کو چھوڑ کر فاضل مصنفین نے آنکھیں بند کر کے ایسا مبہم اندازِ بیان اختیار کیا ہے جس سے عوام الناس کیلئے صاف مترشح ہوتا ہے کہ شاید زبدۃ العرفا عمدۃ الصلحا مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ سلطان العارفین محبوب العالم حضرتِ مخدوم شیخ حمزہؒ کے حقیقی بھائی نہیں ہیں۔ جب ہم اس معاملے کو بہ نظرِ غائر دیکھتے ہیں تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ فاضل مصنفین نمایاں طور پر پارٹی بازی کے شکار ہو کر رہے ہیں جس کی وجہ سے اس قسم کا شک و شبہ پیدا کرنے میں حقیقی طور پر یہی ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ واقعات کو لیپ پوت کر اصلیت کو چھپانے کی کوشش کرنا مورخین اور تذکرہ نویسوں کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اُن کا ایسا کرنا مکمل طور پر انصاف اور علمی تحقیق کے خلاف ہے۔

فاضل مورخ پیرزادہ حسن شاہ نے اپنی تاریخ جلد سوم "اسرار الاخیار" میں کسی بزرگ کے حالات لکھتے وقت لفظ "کہتے ہیں" سے عام طور پر عبارت شروع نہیں کی ہے۔ صرف مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے حالات لکھتے وقت لفظ "کہتے ہیں" سے عبارت شروع کی ہے۔ اسی طرح تذکرہ نویس خواجہ غلام محی الدین امرتسری نے آپ کا ذکرِ خیر شروع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مخدوم بابا علی رینہؒ قبل اس کے کہ ہم مخدوم بابا علی رینہؒ کا مختصر تذکرہ بیان کریں الخ" یہاں صاف طور پر عیاں ہے کہ یہ مورخانہ اندازِ بیان نہیں ہے۔ انہوں نے مورخانہ اندازِ بیان کو پس پشت ڈالکر اس سلسلے میں ایک نرالا اندازِ بیان اختیار کیا ہے۔ فاضل مصنفین کو چاہیئے تھا کہ پہلے بات کو صاف کرتے پھر تحریر میں لاتے۔ زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ فاضل مصنفین نے اپنی عبارات میں لکھا ہے کہ "بقول بعض محققین برادر فرعی اوست" یہاں تو بات محققین کی آئی ہے۔ خدارا بتائے کہ کشمیر میں (اس زمانے میں) اس سلسلے میں کون محقق گزرا ہے؟ کس نے اس سلسلے میں تحقیق کی ہے؟ اگر ان فاضل مصنفین کے پاس یہ موثق بات ہوتی تو یہ ضرور اپنی تحریر کردہ بات کو مدلل اور وزن دار بنانے کے لیئے کسی با اعتبار صاحب تحقیق کا حوالہ ضرور دیتے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہاں عام طور پر سُنی سُنائی باتوں پر عمل کیا گیا ہے۔ کوئی تحقیقاتی کام کسی نے نہیں کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری سمجھ سے لفظ "فرعی" بالکل بالاتر ہے۔ یہ جاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ آخر یہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

لفظ فرعی[ے] کونسا اصطلاحی نقطہ ہے۔

فاضل مصنف پیرزادہ حسن شاہ لکھتے ہیں کہ میرے زیر مطالعہ خوارق السالکین تاریخ شائق۔ تاریخ باغ سلیمان وغیرہ وغیرہ رہی ہیں۔[1]

اسی طرح فاضل مصنف خواجہ غلام محی الدین امرتسری کا دعویٰ ہے کہ "میرے مطالعہ میں "تذکرۃ العارفین"۔ "تذکرۃ المرشدین"۔ خوارق السالکین۔ باغ سلیمانی، تاریخ شائق۔ سلطانی منظوم اور وغیرہ وغیرہ رہی ہیں۔[2]

اگر ان دو فاضل مصنفین نے ان درج صدر کتابوں کا واقعی طور پر مطالعہ کیا ہوتا تو ہرگز زبدۃ العرفا عمدۃ الصلحا حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ سے متعلق یہ مبہمانہ اظہار خیال نہیں فرماتے کیونکہ ان ساری کتابوں میں واضح اور روشن تر صورت میں درج ہے۔ کہ آپ سلطان العارفین محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر اکبر ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان دو فاضل محققین نے آخر یہ شک آور بات کہاں سے حاصل کی۔ اس مبہم بات کا مخزن ان کے پاس آخر کونسی کتاب ہے۔ میں نے ان ہی درج صدر کتابوں سے مواد حاصل کر کے آپ کے صحیح حالات منصۂ شہود پر لانے کی جسارت کی ہے اور ابتداء ہی میں ان معتبر کتابوں کے حوالہ جات قارئین کرام کی دلجمعی کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔

قارئین کرام پر یہ بات واضح رہے کہ زبدۃ العرفا عمدۃ الصلحا، مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ ایک عبقری شخصیت کے مالک گزرے ہیں۔ اس میں کوئی بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ معتبر اور مستند مورخین اور تذکرہ نویسوں نے آپ کا ذکر خیر اپنی تصانیف میں مفصل اور نمایاں طور پر کیا ہے۔ آپ

ے جان ٹی پلیٹس "اے ڈکشنری آف کلاسیکل ہندوستان" میں "فرع" کے معنی یوں بیان کرتے ہیں:۔

A فرع FAR', VULG. FARA (INF. OF فرع 'TO OVERTOP; TO SURPASS) S.F. THE UPPER OR UPPERMOST PART (OF ANY THING); — A BRANCH (OF A TREE OR PLANT) A BOUGH, THE HEAD OF A BRANCH; — A BRANCH, SUBDIVISION; A DERIVATIVE (SYN. SHAKH) ● — (ایڈیٹر)

●

۱۔ مطبوعہ اسرار الاخیار یعنی تاریخ حسن جلد سیوم صفحہ ۳

۲۔ مطبوعہ تحفۂ محبوبی ص ۱۰

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

[illegible]

[illegible] مریم ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا۔ [illegible]

یہ غیر معمولی پیدائش صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی حاصل ہوئی [illegible]

ہوسکی۔ مگر پھر بھی وقت کے مفسدوں اور شرپسندوں نے [illegible]

الزام ٹھہرایا کہ نعوذ باللہ آپ کا باپ کوئی یوسف بنار تھا۔ یہاں ہمارے کشمیر میں معمولی [illegible]

کے آباؤ اجداد کی وسیع علمیت لوگوں کو ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ اس بڑی معروف و مشہور شخصیت

مخدوم حضرت شیخ بابا عثمان رینہؒ کے والد بزرگوار کا پتہ لوگوں کو نہ ہو۔ اگر آپ حضرت شیخ بابا عثمان [illegible]

[illegible] موضع تجر شریف میں آپ کا مزار پاک کس طرح ہے۔ اس مزار پاک [illegible]

عوام نے کس حیثیت سے وہاں ایک عالیشان آستانہ کی تعمیر کی ہے؟ سچ یہ ہے کہ وہاں کے عوام کو اس

[illegible] علمیت ہے کہ آپ حضرت شیخ بابا عثمان رینہؒ کے فرزند ارجمند اور سلطان العارفین محبوب العالم

حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر عینی ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ ایک بلند پایہ ولی کامل ہیں۔

حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر عینی ہونے کے ناطے ہی تحصیل سوپور، تحصیل بانڈی پورہ اور تحصیل

بندوارہ وغیرہ کے عوام آپ کی درگاہ عالیہ میں والہانہ طور اور پوری عقیدت مندی سے محبوب العالم شیخ حمزہؒ

کے عرس مبارک کی تقریب مناتے ہیں۔ یہاں بھی درگاہ فیض پناہ سلطانی سرینگر کی طرح ماہ صفر المظفر کی

گیارہویں تاریخ سے ہی ان ایام متبرکہ میں مختلف اوراد خوانی، اذکار خوانی و منقبت خوانی اور درود و اذکار

کی محافل کا اہتمام ہوتا ہے اور [illegible] عقیدت مند ہزاروں کی تعداد میں شوق در شوق ان میں شرکت

کرنے کے لئے آتے ہیں۔ عرس مبارک کے دوران عوام حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے تبرکات متبرکہ کی زیارت

سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

[illegible] خواجہ غلام محی الدین امرتسری نے یہ تو مان لیا ہے کہ

حضرت مخدوم [illegible] لیکن آپ کے والد بزرگوار کا نام معلوم کرنے میں بڑی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

طرح ناکام رہے ہیں۔ جب تک یہ بات تحقیق کر کے صاف نہیں ہو جاتی تب تک تاریخی نکتۂ نظر سے آپ حضرتِ شیخ بابا عثمان ریشہؒ سے منسوب ہو سکتے ہیں کیونکہ معتبر مورخین اور تذکرہ نویسوں نے آپ کو سلطان العارفین محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کا برادرِ عینی قرار دیا ہے۔

فاضل مورخ پیرزادہ حسن شاہ صاحب نے بیان کیا ہے کہ "لیکن حضرت شیخ بابا داؤد خاکیؒ نے اپنی کتاب میں کسی جگہ بھی ان کا نام لیا ہی نہیں ہے"۔

میں فاضل مصنف پیرزادہ صاحب موصوف کا کافی احترام کرتا ہوں کہ آپ نے ایک مفصل تاریخ لکھکر ہمارے ملک اور قوم کی بہت خدمت کی ہے۔ اگرچہ کسی کسی جگہ آپ پھسل بھی گئے ہیں تو کوئی مضایقہ نہیں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ حضرت شیخ بابا داؤد خاکیؒ کی "ورد المریدین" مع اسکی شرح "دستور السالکین" [illegible] میں اُن سے اس حد تک بھول ہوئی ہے کہ یہ کس قسم کی کتاب ہے۔ کیا یہ کوئی تاریخی کتاب ہے؟ [illegible] سلطان العارفین [illegible] العالم حضرتِ مخدوم شیخ حمزہؒ کے خاندانی حالات، حالات زندگی یا آپ [illegible]؟ موصوف حضرتِ شیخ خاکیؒ نے اس میں آپ کی تاریخ پیدائش [illegible] کہیں نہیں کیا ہے۔ پیدائش کے حالات اگرچہ آپ کو دوسروں [illegible] سرائے فانی سے نقل کرنے کے وقت آپ خود بذات وہاں [illegible] اس مذکورہ تصنیف میں حوالۂ قلم کر سکتے تھے کہ مورخین [illegible] ہیں۔ آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ شاید اس [illegible] کتاب نہیں۔ اس میں آپ نے اپنے مرشد [illegible] ات کی ہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ اس [illegible] کیونکہ خاص جگہوں پر ان کے [illegible] کرنے کے لئے چند نام

Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کا روضہ مبارک موضع تجر شریف پرگنہ زینہ گیر تحصیل سوپور میں مرجع خاص و عام ہے۔ اگر آپ حضرت شیخ بابا عثمانؒ کے فرزند ارجمند اور حضرت سلطان العارفین محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر گرامی نہیں ہیں تو آخر آپ کے والد بزرگوار اور بھائی بند کون ہیں!

بفحوائے قرآن حکیم اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝

● — (جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تجھے اپنے فرمان کی خوش خبری دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا۔ اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائیگا)۔ یہ شرف، یہ غیر معمولی پیدائش صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی حاصل ہوئی ہے، یعنی کہ آپ بن باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر پھر بھی وقت کے مفسدوں اور شر پسندوں نے انگلیاں اٹھائیں اور بانگ بلند یہ الزام ٹھہرایا کہ نعوذ باللہ آپ کا باپ کوئی یوسف نجار تھا۔ یہاں ہمارے کشمیر میں معمولی سے معمولی آدمیوں کے آباؤ اجداد کی وسیع علمیت لوگوں کو ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ اس بڑی معروف و مشہور شخصیت مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے والد بزرگوار کا پتہ لوگوں کو نہ ہو۔ اگر آپ حضرت شیخ بابا عثمان رینہؒ کے فرزند ارجمند نہیں ہیں تو اس موضع تجر شریف میں آپ کا مزار پاک کس طرح ہے۔ اس مزار پاک پر عوام نے کس حیثیت میں وہاں ایک عالیشان آستانہ کی تعمیر کی ہے؟ سچ یہ ہے کہ وہاں کے عوام کو اس کی پوری پوری علمیت ہے کہ آپ حضرت شیخ بابا عثمان رینہؒ کے فرزند ارجمند اور سلطان العارفین، محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر عینی ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ ایک بلند پایہ ولی کامل ہیں۔

حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر عینی ہونے کے ناطے ہی تحصیل سوپور، تحصیل بانڈی پورہ اور تحصیل ہندوارہ وغیرہ کے عوام آپ کی درگاہ عالیہ میں والہانہ طور اور پوری عقیدت مندی سے محبوب العالم شیخ حمزہؒ کے عرس مبارک کی تقریب مناتے ہیں۔ یہاں بھی درگاہ فیض پناہ سلطانی سرینگر کی طرح ماہ صفر المظفر کی گیارہویں تاریخ سے ہی ان ایام متبرکہ میں ختمخوانی، اوراد خوانی، نعت خوانی و منقبت خوانی اور درود و اذکار کی مجالس کا اہتمام ہوتا ہے اور اطراف و اکناف سے عقیدت مند ہزاروں کی تعداد میں جوق در جوق ان میں شمولیت کرنے کے لئے آتے ہیں۔ عرس مبارک کے دنوں میں عوام حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے تبرکات متبرکہ کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

فاضل مصنفین پیرزادہ حسن شاہ کھویہامی اور خواجہ غلام محی الدین امرتسری نے یہ تو مان لیا ہے کہ حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ ایک بڑی شخصیت تھے۔ لیکن آپ کے والد بزرگوار کا نام معلوم کرنے میں بڑی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

طرح ناکام رہے ہیں۔ جب تک یہ بات تحقیق کرکے صاف نہیں ہو جاتی تب تک تاریخی نکتۂ نظر سے آپ حضرتِ شیخ بابا عثمان ریشہؒ سے منسوب ہو سکتے ہیں کیونکہ معتبر مورخین اور تذکرہ نویسوں نے آپ کو سلطان العارفین محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کا برادرِ عینی قرار دیا ہے۔

فاضل مورخ پیرزادہ حسن شاہ صاحب نے بیان کیا ہے کہ "لیکن حضرت شیخ بابا داؤد خاکیؒ نے اپنی کتاب میں کسی جگہ بھی ان کا نام لیا ہی نہیں ہے"۔

میں فاضل مصنف پیرزادہ صاحب موصوف کا کافی احترام کرتا ہوں کہ آپ نے ایک مفصل تاریخ لکھکر ہمارے ملک اور قوم کی بہت خدمت کی ہے۔ اگرچہ کسی کسی جگہ آپ پھسل بھی گئے ہیں تو کوئی مضایقہ نہیں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ حضرت شیخ بابا داؤد خاکیؒ کی "وردالمریدین" مع اسکی شرح "دستورالسالکین" کو سمجھنے میں اُن سے اس حد تک بھول ہوئی ہے کہ یہ کس قسم کی کتاب ہے۔ کیا یہ کوئی تاریخی کتاب ہے؟ کیا اسمیں سلطان العارفین محبوب العالم حضرتِ مخدوم شیخ حمزہؒ کے خاندانی حالات، حالات زندگی یا آپ کے خلفاء کے حالات زندگی درج ہیں؟ موصوف حضرتِ شیخ خاکیؒ نے اس میں آپ کی تاریخ پیدائش یہاں تک کہ تاریخِ انتقال پُر ملال کا ذکر بھی کہیں نہیں کیا ہے۔ پیدائش کے حالات اگرچہ آپ کو دوسروں سے دریافت کرنے تھے لیکن آن حضرتؒ اس دنیائے فانی سے نقل کرنے کے وقت آپ خود بذات وہاں موجود تھے۔ آپ تو اس سے متعلق مفصّل واقعات اپنی اس مذکورہ تصنیف میں حوالۂ قلم کر سکتے تھے کہ مورخین اور تذکرہ نویسوں کے لیے ایسی باتیں ورطۂ تحریر میں لانا ضروری ہیں۔ آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ شاید اس لئے کہ آپ کی یہ تصنیف صرف ایک مدحیہ قصیدہ ہے۔ کوئی تاریخی کتاب نہیں۔ اس میں آپ نے اپنے مرشد بزرگ کے کمالات، کشف و کرامات، اوراد و اذکار اور اُن کی تشریحات کی ہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ اس میں آپ نے آن حضرتؒ کے چند خلفاء اور مریدانِ خاص کا نام ضمناً لیا ہے۔ کیونکہ خاص جگہوں پر ان کے نام لینے کی آپ کو ضرورت پڑی ہے۔ مرشد کامل کے کشف و کرامات کا اظہار کرنے کے لئے چند نام لینے پڑے ہیں جیسے ؎

از کمالِ تربیت با خواجہ اسحٰق حلیم
گشتہ ملہم مخبر و مانع زما اضمر شد است
بارہا مشہودِ ریگو ڈار پُر اخلاص را...
از پئے حفظ از عدو در لشکرِ سوی پر شد است

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

در رہِ تبت بوقتِ برف اندر دیوہ سوی

دستگیر خواجہ زینِ حاجی اکبر شد است

یہ تو صرف کشف و کرامات کا ذکر ہے۔ ان لوگوں کے حالات زندگی کا آپ نے کوئی تذکرہ نہیں فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ نے قصیدۂ فواید جلالیہ، قصیدہ لامیہ، قصیدہ غسلیہ وغیرہ تحریر فرمائے ہیں۔ وہ بھی کوئی تاریخی تذکرے نہیں بلکہ مدحیہ قصیدے ہیں۔ ورد المریدین میں واضح طور آپ فرماتے ہیں ؎

مدحِ شیخان است طاعت زان بہ مولانا روم

مدحِ پیر خویشتن مقصودِ شش دفتر شد است

مدحِ شیخ ایں نظم من ورد المریدین تام یافت

زانکہ وردش ساختن بر ہر مُرید اجدر شد است

ورد المریدین حضرت شیخ خاکیؒ نے ۹۶۱ھ اور ۹۶۲ھ میں تصنیف فرمائی ہے، جیسا کہ اُس کے سال تاریخ سے ظاہر ہے۔ مرشدی رہبر فیضناک ۹۶۱ھ خواستم تاریخ دیگر از پئے ایں مدحِ شیخ... بعد سالے لفظ مدحِ شیخ ۹۶۲ھ ہم مؤخر شد است[1]

ورد المریدین کے تصنیف ہونے کے وقت حضرت شیخ خاکیؒ اور حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے مابین کوئی شناسائی نہیں تھی جیسا کہ حضرت بابا علی رینہؒ اپنی تصنیف کردہ معرکۃ الآرا کتاب "تذکرۃ العارفین" میں رقمطراز ہیں۔ کہ "سفر کے دنوں میں حضرت شیخ خاکیؒ اور مجھ فقیر کی ملاقات شہر ملتان میں ہوئی۔ حضرت شیخ خاکیؒ اور میرے درمیان کسی قسم کی واقفیت نہیں تھی۔ رات کو ہم اکھٹے تھے۔ جب رات کے درمیان میں نے اُن کو طریقۂ سہروردیہ میں اوراد و ظائف پڑھتے ہوئے سُنا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ عزیز شاید حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کے مُریدوں میں سے ہونگے۔ میں ان کے نزدیک گیا اور اُن سے پوچھا کہ ولایت کشمیر میں اس وقت جناب حضرت مخدومؒ بقید حیات ہیں کہ نہیں؟ میں نے اُن کی تصنیف ورد المریدین کا مطالعہ شہر ملتان میں ہی کیا۔ اس کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھ فقیر نے شہر خراسان کی راہ لی اور حضرت شیخ خاکیؒ قطب عالم حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے آستانۂ مبارک کی زیارت کرنے کے لیے چلے گئے۔[2]

قارئین کرام! یہ بات غور طلب ہے کہ حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ نے "ورد المریدین" کا مطالعہ شہر ملتان میں کیا اور اس وقت تک یہ دونوں حضرات ایک دوسرے سے ناآشنا تھے۔ کسی کا یہ کہنا کہ حضرت بابا داؤد خاکیؒ نے اپنی مذکورہ بالا تصنیف میں حضرت بابا محمد علی رینہؒ کا ذکر نہیں کیا ہے کیا معنی رکھتا ہے۔

[1] خواستم تاریخ دیگر از پئے ایں مدحِ شیخ بعد سالی لفظ مدحِ شیخ ہم مؤخر شد است

مطبوعہ دستور السالکین صفحہ ۲۷۷ (م-۱-۱) [2] مخطوطہ تذکرۃ العارفین صفحہ ۲۹۴، ۲۹۳

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حق بات یہ ہے، جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ "ورد المریدین" اور اسکی شرح "دستور السالکین" حضرت شیخ خاکیؒ کی کوئی تاریخی کتاب یا تذکرہ نہیں ہے بلکہ ایک مدحیہ قصیدہ ہے جو کہ آپ نے اپنے مرشد کامل کی تعریف و توصیف میں لکھا ہے۔ البتہ آپ نے اس قسم کا ایک تذکرہ تحریر فرمایا ہے۔ جو کہ آپ کی آخری تصنیف ہے۔ اس میں آپ نے جماعتِ پیر برادران کے حالات و مقامات درج فرمائے ہیں اور کچھ مشائخان کا حال بھی تحریر فرمایا ہے۔ یہ گرانمایہ تذکرہ حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے قلمِ گوہر فشان سے ہی کتابت میں آیا ہے۔ اس کا نام رسالہ کمال نامۂ اخوان ہے جیسا کہ خود حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ فرماتے ہیں۔ "رسالۂ کمال نامۂ اخوان کہ تصنیف آخرِ شیخ داؤد خاکیؒ بود۔ دورانِ حالات و مقامات جماعہ مخصوصہ از پیر برادران است و قدرے از مشایخ دیگر وارقامِ آن را فقیر واسطہ است۔"[1]

بدقسمتی سے حضرتِ شیخ خاکیؒ کی اس اہم دستاویز کا کہیں وجود نہیں ہے یہ باور کرنے کی کافی گنجایش ہے کہ اس میں ضرور حضرتِ مخدوم بابا محمد علی رینہؒ کے مفصل حالات درج ہونگے۔ کیونکہ مذکورہ کتاب کی کتابت خود حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے دست مبارک سے ہوئی ہے۔

اب پیرزادہ صاحب موصوف کا یہ بیان کہ "البتہ میر بابا حیدر رتیلہ مولیؒ نے اپنی کتاب "ہدایت المخلصین" میں ان کے حالات بہت ہی مبالغہ کے ساتھ درج کئے ہیں کہ بابا علی رینہؒ حضرت محبوب العالمؒ کے حقیقی بھائی ہیں۔ بارہ سال تک مرشد کی تلاش میں ملکوں کی سیاحت کی۔ تین دفعہ حج کو گئے، علم فقہ اور حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ ایک رات حضرتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مخدوم قدس اللہ سرہ کو خواب میں روضۂ مطہرہ میں اکٹھے دیکھا۔ الخ۔

پیرزادہ صاحب موصوف نے اپنی تصنیف "اسرار الاخیار" یعنی تاریخ حسن جلد سیوم مرتب کرنے میں مندرجہ ذیل تصانیف سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ آپ نے اس کتاب کے صفحہ ۲، ۳ پر اظہار فرمایا ہے۔ "وقایع کشمیر۔ اسرار الابرار۔ واقعات کشمیر۔ فتحاتِ کبرویہ۔ فتحات قادریہ۔ دستور السالکین۔ خوارق السالکین۔ تاریخ شالیق۔ تاریخ باغِ سلیمان۔ وقایع نظامیہ۔ تاریخ مولوی ہدایت اللہ متو۔ خمسہ بہاوالدین۔ تحقیقات امیری اور مجموعۂ شیوا۔ یہ بات حیران کن ہے کہ گو شوارۂ کتب میں کہیں بھی "ہدایت المخلصین" کا نام درج نہیں۔ جسکا مطالعہ کرکے موصوف نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "یہ کتاب مبالغہ آمیز ہے۔ یہ حضرت میر بابا حیدر رتیلہ مولیؒ کی تصنیف نہیں ہے۔ پیروں نے اپنی وراثت کے دعوؤں میں حضرت شیخ بابا علی رینہؒ کا حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کا بھائی قرار دینے کیلئے

[1] مخطوطہ تذکرۃ العارفین صفحہ ۳۰۹

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس کو لکھوا کر حضرت میرؒ کی طرف منسوب کیا ہے الخ"

واقعات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ پیرزادہ موصوف نے متذکرہ صدر کتاب "ہدایت المخلصین" دیکھی ہی نہیں ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے برگزیدہ خلفاء میں سے آپ کے سامنے صرف حضرت شیخ خاکیؒ کی "دستور السالکین" رہی ہے۔ معلوم نہیں کہ آپ کے علم میں یہ بات تھی کہ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے برگزیدہ خلفاء میں سے حضرتِ مولوی احمد چاگلیؒ، حضرت خواجہ حسن قاریؒ، حضرتِ خواجہ اسحٰق قاریؒ۔ حضرت خواجہ میرم بزاز سکندرپوریؒ اور خود حضرتِ مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ بھی صاحب تصنیف اصحاب گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں کیا کچھ لکھا ہے۔ آخر "دستور السالکین" میں آپ کو ہدایت المخلصین پر ایسا ریمارک پاس کرنے میں کونسی جھلک نظر آئی ہے۔ دستور السالکین ورد المریدین کی شرح ہے جو کہ ایک مدحیہ قصیدہ ہے، جیسا کہ سابقہ اوراق میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کسی کی زندگی کے حالات نہیں ہیں بلکہ کشف و کراماتِ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کا تذکرہ ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی زندگی سے چند واقعات کا ذکر ہے۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ اِن برگزیدہ خلفاء کی تصانیف کا مطالعہ کرتے کیونکہ انہوں نے حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کا زمانۂ زندگی پایا تھا۔ انہوں نے سب کچھ اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اُن کی ہر بات قابل اعتبار تھی اُن کی تصانیف کو حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ نے خود اپنی بابرکت ذات سے مشاہدہ فرمایا ہے۔ البتہ پیرزادہ موصوف نے اس سلسلے میں اُن کتابوں کو صحیح اور اہم قرار دیا ہے جو اِن بزرگ خلفاء محبوب العالم کے بہت مدت بعد لکھی گئی ہیں۔ یہ پیرزادہ موصوف ہی نہیں ہیں جن کے پیش نظر صرف دستور السالکین رہی ہے بلکہ جس کسی نے حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ سے متعلق کوئی کتاب لکھی ہے یا کوئی تبصرہ کیا ہے۔ وہ صرف اسی دستور السالکین کے احاطے میں محدود ہو کر رہا ہے۔ کسی ایک نے بھی باقی برگزیدہ خلفاء کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی ہے۔

درج صدر گوشوارہ میں پیرزادہ صاحب موصوف نے معرکۃ الآرا کتاب "تذکرۃ العارفین" کا نام درج نہیں کیا ہے حالانکہ پیرزادہ صاحب موصوف نے اس معرکۃ الآرا کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ جب ہی آپ نے اپنی تصنیف "اسرار الاخیار" تاریخ حسن جلد سیوم کے صفحہ ۵ میں بے ساختہ طرز دلی کامل حضرتِ بلبل شاہؒ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "صاحب "تذکرۃ العارفین" وجہ تسمیہ بلبل شاہ یوں لکھتے ہیں کہ" ایک دن حضرتِ سید شرف الدینؒ وضو کرنے کے ارادہ سے ایک نہر کے کنارے بیٹھے تھے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور اسی حال میں ایک درخت کی ٹہنی پر ایک خوش آواز بلبل دیکھی جو نہایت میٹھی اور دل کو لبھانے والی آواز میں گا رہی تھی۔ آپ اس بلبل کی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ اس نے آسمان کی طرف پرواز کی۔ آپ نے بھی اس کا پیچھا کرنے کے لیے ہوا میں اڑان فرمائی اور اس کو پکڑ کر اپنی کوٹھری میں اُترے۔ یہاں کوٹھری میں بلبل آپ کے مبارک ہاتھ سے غائب ہو گئی۔" حیرانی کا مقام ہے کہ کتاب پڑھکر پیرزادہ صاحب موصوف یہ سمجھ نہ سکے کہ صاحب "تذکرۃ العارفین" (حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ) حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے حقیقی بھائی ہیں کیونکہ مذکورہ کتاب اس بات پر مستند طور پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔

درج صدر عبارت پر گہری نظر ڈالکر معلوم ہوتا ہے کہ پیرزادہ صاحب موصوف نے "ہدایت المخلصین" سے متعلق یہ مبالغہ آمیز فقرہ شاید خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی تاریخ سے مستنبط کر دیا ہے اور اسی ایک مبالغہ آمیز فقرہ کو بڑھا وا دیکر اپنی ایک من چاہی کہانی گھڑ لی ہے۔ ورنہ اس معتبر کتاب سے متعلق کسی ایک مورخ نے ایسی مبہم رائے ظاہر نہیں کی ہے۔ اگر یہ حضرت میر بابا حیدر تلہ مولیؒ کی کتاب نہیں ہے تو پھر کس کی ہے۔ کوئی شخص اپنی کتاب لکھکر دوسرے سے کیوں منسوب کرے۔ آخر اس کتاب میں کونسی بغاوت ہے جسکی پاداش میں اس کو پکڑا جاتا۔ اس معرکتہ الآرا کتاب سے انکار کرنے کی دراصل یہی وجہ ہے کہ اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرتِ مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے عینی برادرِ گرامی ہیں۔ باقی اس میں مبالغہ آمیزی کی کوئی بات نہیں ہے۔ مان لیا کہ یہ حضرت میر بابا حیدر تلہ مولیؒ کی تصنیف کردہ کتاب نہیں ہے، کسی غیر نے لکھی ہے مگر یہ بتائے کہ جو ہدایت المخلصین میر صاحب موصوف نے تحریر فرمائی ہے وہ کہاں ہے! کیونکہ میر صاحب موصوف کی اس کتاب سے متعلق حوالے بہت سارے مصنفین نے اپنی اپنی تصنیفات میں دئے ہیں۔ جب تک میر صاحب موصوفؒ کی ناپید "ہدایت المخلصین" بود نہیں ہوتی تب تک ہمارے پاس موجود "ہدایت المخلصین" آپ ہی کی بابرکت ذات سے منسوب ہو کر رہیگی۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت میر صاحب موصوف کی اس گرانمایہ "ہدایت المخلصین" سے متعلق بہت سارے مصنفین نے ہی نہیں بلکہ خود دیگر خلفائے بزرگ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے جیسے حضرتِ میرم بزاز سکندر پوری فرماتے ہیں کہ "جب میں نے ۹۹۷ھ میں تذکرۃ المرشدین لکھنے کی خواہش کی تو مرشدِ کامل حضرتِ محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ مجھے مشاہدہ میں آئے اور فرمایا، جیسا کہ لکھا ہے کہ :۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"ناگاہ آنحضرتؒ در مشاہدہ ہویدا شدند، عرض نمودم کہ یا مخدوم۔ غوث الاعظم استدعائے من آنست کہ چیزے در احوالات و مقامات جناب حضرت بیان کنم و دوائے درد فراق و علاج مرضِ خود ہماں یافتم دریں رخصت از شانِ والا مکان۔ حضرت دریں وِلا از شفقت و مہربانی آن حضرت جواب دادند کہ مخلص محب کیش! آنچہ دیدی ازان بیش و آنچہ از زبانِ من فہمیدی ازان بیش نہ نویسی۔ اگر ترا جزاں ہیچ وجہ صبر و شکیبائی دست بدید و آرام و قرار حاصل نہ شود پس آنچہ در تصنیف شیخ داؤدِ خاکیؒ کہ درد المریدین و میر شیخ حیدر تیلہ مولیؒ کہ کتاب ہدایت المخلصین تالیف نمودہ و آنچہ در نسخہ جات خواجہ حسن قاریؒ و خواجہ اسحٰق قاریؒ و شیخ احمد چاگلیؒ و مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ دیدہ و مطالعہ کردہ باشی مکرر در نسخۂ خود خواہی آورد۔"[۵]

● — (اچانک حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ مشاہدہ میں ظاہر ہوئے۔ میں نے اُن سے عرض کی یا مخدوم یا غوث الاعظم! میری یہ اِستدعا ہے کہ میں آپ کے کچھ حالات و مقامات لکھوں تاکہ میرے درجہ فراق کی دوا اور میرے مرض کا علاج ہو جائے۔ اس سلسلے میں اجازت بخشدیں۔ آپ نے شفقت و مہربانی سے جواب میں فرمایا۔ اے محب کیش مخلص! جو کچھ دیکھا ہے اور جو کچھ میری زبان سے سمجھا ہے اس سے زیادہ کچھ نہ لکھو گے۔ اگر اس سے صبر و قرار اور آرام و اطمینان میسّر نہ ہو تو جو کچھ حضرت شیخ داؤد خاکیؒ کی تصنیف "درد المریدین" اور میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ کی کتاب "ہدایت المخلصین" میں لکھا گیا ہے اور جو کچھ خواجہ حسن قاریؒ، خواجہ اسحٰق قاریؒ، خواجہ شیخ احمد چاگلیؒ اور مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے نسخہ جات میں دیکھا اور مطالعہ کیا ہو اس کا دوبارہ اپنے نسخہ میں بیان کرو۔)

یاد رہے کہ صرف یہی ایک نسخہ ہے جو حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے اس دنیائے فانی سے نقل فرمانے کے بارہ سال بعد ۹۹۷ھ میں لکھا گیا ہے۔ اس سے پہلے حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کی مبارک زندگی میں موصوف میرم بزاز سکندر پوریؒ نے نظم و نثر کی کتابیں لکھی ہیں جن کا کہیں وجود نہیں البتہ آپ کی ایک سی غزلی مکمل تحقیقات گورنمنٹ جموں و کشمیر میں موجود ہے۔ باقی سب برگزیدہ خلفاء کے نسخہ جات حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ ہی کی حیات طیبہ میں تصنیف ہوئے ہیں۔ صرف حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کی معرکتہ الآرا کتاب "تذکرۃ العارفین" اُس وقت

---

[۵] مخطوط تذکرۃ المرشدین ص ۵۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

منتشر صورت میں تھی۔ اس کو بعد میں آپ نے مرتب فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں۔" بعد نقل حضرت محبوب العالمؒ مخدوم شاہ محمد صفا در کشمیر تشریف فرما شدند احقر دراں زمان ایں نسخہ کہ منتشر بود فراہم خوابیدم کرد"۔

● ۔ (حضرت محبوب العالمؒ کے نقل فرمانے کے بعد مخدوم شاہ محمد صفا کشمیر میں تشریف فرما ہوئے۔ اُس وقت بندہ احقر اس نسخہ کو جو کہ منتشر صورت میں تھا، ترتیب دیکر کتابی صورت دے رہا تھا)۔[1]

مرشدِ برحق حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ نے اپنے سب برگزیدہ خلفاء کی تصانیف کا خود اپنی بابرکت ذات سے مشاہدہ فرمایا ہے۔ یہ ساری تصانیف ہمارے پاس معتبر اور مصدق ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؒ نے حضرتِ میرم بزاز کو مشاہدہ میں ان خلفاء کے نسخہ جات کو پیش نظر رکھکر اپنی کتاب "تذکرۃ المرشدین" تصنیف کرنے کی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔ خاص کر حضرت بابا داؤد خاکیؒ کی "ورد المریدین" اور حضرت میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ کی "ہدایت المخلصین" کا ذکر نام لیکر فرمایا ہے۔

اسی طرح اس گرانمایہ کتاب "ہدایت المخلصین" سے متعلق مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ کو یہ کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا تو حضرتِ سلطان العارفینؒ نے آپ کو فرمایا "یا مخدوم! ازمایاں ذکرے و مراقبہ دراں جمع کنید"۔

● ۔ (یا مخدوم! اس میں ہمارا تھوڑا ذکر اور مراقبہ بھی درج کریں۔)[2]

دوسری جگہ پھر یہی مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ اس کتاب مذکور سے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔" بدان کہ اذکار و افکار دریں رسالہ نیاوردم و اختصار بایں چند ذکر نیا براں کردم کہ اکثر اذکار و افکار و مراقبات و اشغال در "ہدایت المخلصین" بودہ۔ چوں موقوف علیہ آن ہا در سلوک المراقبات تحریر یافتہ موقوف علیہ ایں اذکار نیز دراں مذکور است[3]"۔

● ۔ (معلوم رہے کہ میں نے اس رسالہ میں اذکار و افکار کو درج نہیں کیا صرف چند اذکار بیان کئے۔ ایسا اس وجہ سے کیا کیونکہ اکثر اذکار و افکار اور مراقبات و اشغال سے متعلق ذکر "ہدایت المخلصین" میں ہوا تھا۔ ان اذکار و افکار سے متعلق ذکر حضرت میر صاحب موصوفؒ نے "سلوک المراقبات" میں بھی بیان فرمایا ہے۔)

---

[1] مخطوطہ تذکرۃ العارفین ص ۱۱۲ [2] مخطوطہ تذکرۃ العارفین ص ۲۷

[3] مخطوطہ تذکرۃ العارفین صفحہ ۴۷۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"سلوک المراقبات" حضرت میر بابا حیدر صاحب تیلہ مولیؒ کی ایک دوسری گرانمایہ کتاب ہے اس میں اذکار و اوراد اور مراقبات کا مفصل ذکر ہے۔ بدقسمتی سے اس کا بھی کہیں نام و نشان نہیں۔ اب اگر حضرت موصوف کی یہ "ہدایت المخلصین" اس وقت ہمارے پاس محفوظ ہے تو یہ ہمارے پاس ایک بیش قابل احترام تبرک ہے۔

اس گرانمایہ کتاب "ہدایت المخلصین" پر آج تک کسی ایک نے تحقیق نہیں کی ہے تاکہ ہمیں یہ پتہ چلتا کہ آخر فاضل مورخ پیرزادہ حسن شاہ کے قول میں کہاں تک صداقت ہے کہ کیا یہ اصل ہے یا فرع لہذا اس وقت جو "ہدایت المخلصین" ہمارے پاس دستیاب ہے ہم بانگ بلند دعویٰ کر سکتے ہیں کہ یہی وہ "ہدایت المخلصین" ہے جو حضرت میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ نے تخفیف فرمائی ہے۔ عقل سلیم رکھنے والا کوئی بھی شخص یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ یہ کسی نے میر صاحب موصوف سے منسوب کر کے وراثتی دعویٰ میں حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کا حضرت مخدوم شیخ حمزہؒ کا بھائی قرار دینے کے لیے لکھی ہے۔ یہ من گھڑت کہانی ایک اختراع ہے۔ کسی بھی ایک مورخ یا تذکرہ نویس نے ایسا نہیں لکھا ہے کہ مذکورہ کتاب "ہدایت المخلصین" حضرت میر صاحب موصوف کی نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا ہے کہ جس نے یہ اظہار کیا ہے کہ حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر گرامی نہیں ہیں۔

اب دوسرے فاضل مورخ خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری کے بیان کو لیکر چند ایک باتیں کرنے کی جسارت کروں گا۔ ان کی تاریخ کو لوگ مستند نظروں سے دیکھتے ہیں اور مجھے بھی اس سے انکار نہیں کیا ہوا کسی جگہ بہک بھی گئے ہوں! "ہدایت المخلصین" مصنفہ حضرت میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ پر شاید آپ ہی نے پہلے پہل یہ خامہ فرسائی کی ہے کہ "نسخہ ہا در احوال پیران خود دارد کہ بعض مردم آں را محمول بر کمال اعتقاد و اغراق و مبالغہ مے دارند"۔ ویسے تو فاضل مورخ نے میر صاحب موصوفؒ کے ہی نسخے پر یہ تنقید فرمائی ہے۔ یا شاید حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے سارے خلفاء کے نسخہ جات پر ایسا ریمارک پاس کیا ہے۔ فاضل موصوف نے "ہدایت المخلصین" کا نام نہیں لیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خاصہ فرسائی "ہدایت المخلصین" پر ہی نہ ہو بلکہ سب نسخہ جات پر ہو۔ فاضل موصوف نے اپنے اس جملے میں بعض مردم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ موصوف کو چاہیے تھا کہ اس بعض مردم لفظ کو استعمال کر کے مثال کے طور پر چند نام پیش کرتے تاکہ ہمیں معلوم ہو جاتا کہ یہ بعض "مردم" کون ہیں۔ اس لفظ بعض میں سارے علماء، فضلاء، مورخین اور تذکرہ نویسوں کی سندات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جبکہ کسی ایک کا نام بھی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہمارے تعارف کرانے کے لیے بطورِ حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ اس لفظِ بعض میں تمام سما نہیں سکتا بلکہ تمام میں بعض سما سکتا ہے۔ اگر اس لفظ بعض میں کوئی ایک صاحب بھی معتبر ہوتا تو موصوف ضرور اس کا حوالہ دیتے کیونکہ ایسا کرنے سے آپ کی بات کی تصدیق ہو جاتی۔ لفظ بعض استعمال کرنے سے ہی موصوف کی رائے اپنی اہمیت کھو بیٹھتی ہے کیونکہ ایک مورخ اور مصنف کے لئے ضروری بن جاتا ہے کہ ایسی بات کو ثابت کرنے کیلئے سندات پیش کرے۔ کبھی بھی مشتبہ صورت میں بات کو پیش کرنے کی جسارت نہ کرے۔ اب اگر اسکی ذاتی رائے ہو تو اس کو چاہیئے کہ لفظ "بعض" استعمال کرکے دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں اُلجھانے کی بیجا کوشش نہ کرے۔ بہر حال یہ صاف عیاں ہے کہ خود خواجہ صاحب دیدہ مری کی نظر میں لفظ "بعض" کا کوئی وزن نہیں ہے۔ یہ بھی شکر کی بات ہے کہ خواجہ صاحب موصوف نے اپنی تاریخ میں ایسا اظہار نہیں فرمایا ہے کہ مذکورہ کتاب "ہدایت المخلصین" حضرت میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ کی نہیں ہے۔

جب ہم دور تک نظر ڈالتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انہی خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری کے ظاہری طور "بے ضرر" اور معصوم سے فقرے کا ناجایز فایدہ اٹھا کر فاضل مورخ پیرزادہ حسن شاہ نے اپنی مبہمانہ رائے ظاہر کی ہے۔ اگر خواجہ صاحب موصوف نے حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہ ق کے دیگر مصنفین خلفائے بزرگ کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپ اس کتاب "ہدایت المخلصین" پر اس قسم کا ریمارک پاس نہیں کرتے کیونکہ ان ساری تصانیف کا نفسِ مضمون اور طرزِ بیان ایک جیسا ہے۔ ان ساری تصانیف میں حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہ ق کے کشف و کرامات اور کمالات کا تذکرہ ہے۔ اگر "ہدایت المخلصین" پر اس قسم کی تنقید کی گئی ہے تو باقی خلفاء کی تصانیف پر بھی ایسا ہی کیا جانا چاہیئے تھا۔ خواجہ صاحب موصوف اس واقعہ سے بے خبر ہیں کہ یہ کتابیں تصنیف کرنے کے لئے حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ ہی نے اپنے ان بزرگ خلفاء کو تلقین فرمائی ہے۔ یہ ساری کی ساری تصانیف آنحضرت ق کی کیمیا اثر نظروں سے گزری ہیں اور آپ کی مقدس ذات سے تصدیق شدہ ہیں۔ ان تصانیف کو حضرت بابا داؤد خاکیؒ نے بھی معتبر مانا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں "در بعضی نسخہ متبرکہ رتبہ ابدالی و سیاحیش نوشتہ شد آن ہم راست است"[1]

اصل بات یہ ہے کہ کچھ لوگ اولیاء اللہ کے کشف و کرامات اور کمالات کے قائل نہیں ہوتے جیسا کہ حضرت شیخ خاکیؒ فرماتے ہیں ؎

---

[1] دستور السالکین صفحہ ۲۳۳

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

منکرِ اُو باور ندارد ایں کرامت دور نیست

کے بوجہل سیہ دِل معجزہ باور شد است

علم با نااہل گفتن تخم ضایع کردن است

در زمین شورہ کزوی نی امید برشد است

● ــ (منکرین اگر مرشدِ کامل مخدوم شیخ حمزہؒ کی کرامتوں اور امورِ خرقہ عادات کے صدور سے انکار کرتے ہیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ سیاہ دل ابوجہل نے بھی پیغمبر برحقؐ کے معجزاتِ عظیمہ قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ نااہلوں کو علم وادب سے روشناس کرنا حقیقت علم کے بیج کو ہی ضایع کرنا ہے کیونکہ بنجر زمین سے کوئی میوہ حاصل ہونے کی امید نہیں ہے)

حضرت شیخ خاکیؒ فرماتے ہیں کہ "اگر میں اپنے مرشدِ کامل حضرتِ محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے ان سارے کشف وکرامات اور کمالات کا ذکر کروں جن کا میں نے خود بذات مشاہدہ کیا ہے تو عوام کو یقین نہیں آئیگا۔ اس لئے بالکل اختصار سے کام لینے پر مجبور ہوں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں ؎

من کجا شرحِ کرامات و مقامات از کجا

باز در نظم قصیدہ کا ضیق و اخصر شد است

● ــ (میں کہاں اور مرشد کامل کی کرامات و مقامات کہاں؛ اور پھر ان کی پوری تشریح قصیدہ کی نظم میں ــ جس کا دامن وسعت میں نثر کی صنف سے بالکل تنگ اور مختصر ہے۔

"جزئیات ایں نوع کرامات کہ فقیر خود از ذات بابرکاتِ آنحضرت مدظلہ مشاہدہ نمودم ایں کتاب گنجایشِ آن ندارد میخواستم کہ جزئے چند بقدر مثال بنویسیم۔"[1]

● ــ (اس قسم کی کرامات کے جزئیات جو کہ مجھ فقیر نے آنحضرت مدظلہ کی بابرکت ذات سے صادر ہوتے دیکھے ہیں اس کتاب میں ان کے درج ہونے کی گنجایش نہیں۔ میں نے اس پر اکتفا کیا کہ چند جزئ بطورِ مثال پیش کرے۔)

حضرت شیخ خاکیؒ پھر اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ :۔

"ایں بیت مقبول قول ناظم دلالت کنندہ است بر اقرار بعجز در شرح کرامات و

---

[1] مطبوعہ دستور السالکین ص ۲۰۹

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مقامات آنحضرت زید حالتہ و مشیر است بداں کہ آنچہ ایں جا باجمال ذکر کردہ شد ہمچو نمونہ ایست از بعضے کرامات و مقامات چنانچہ نوبتی در مقام شکر گزاری فرمودہ اند کہ مرا از عنایت حق تعالیٰ حالتی و مرتبہ ایست کہ ذکر ایں چنین اوصاف عار است نسبت بآن رتبہ امّا از آنرو کہ ایں مخلص بحوصلۂ خود اظہار اخلاص کردہ است و ایں قصیدہ اد مشتمل بر مسائل لابدیہ اہل سلوک افتادہ من آن را پسند کردہ ام و الاّ حد کہ باشد کہ احاطہ باوصاف و اسرار من تواند کرد"[1]

● ــ (آنحضرتؒ کی کرامات و مقامات کی تشریح کرنے کی عاجزی و انکساری میں یہ بیت مجھ ناظم کی مقبولیت پر دلالت کرتی ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ جو کچھ اس جگہ مختصر طور پر بیان کیا گیا وہ آنحضرتؒ کی کرامات و مقامات کا تھوڑا سا نمونہ ہے۔ ایک دفعہ آنحضرتؒ نے اِن کرامات و مقامات کی نعمت حاصل ہونے کے سلسلے میں خداوند کریم کا شکر گزار ہوتے ہوئے فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ کی عنایات اور مہربانیوں سے ایسا مرتبہ حاصل ہے کہ یہ اوصاف اُس رتبہ کی نسبت میں ننگ ہیں۔ لیکن اس وجہ سے کہ اس مخلص نے اپنے حوصلے کے مطابق اپنے اخلاص کا مظاہرہ کیا ہے اور اس کا یہ قصیدہ اہل سلوک کے اہم مسایل پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کو پسند کیا ہے۔ ورنہ یہ کس کی مجال ہے کہ میرے اوصاف و اسرار کا احاطہ کر سکے۔"

اس سلسلے میں حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے ایک برگزیدہ خلیفہ حضرت خواجہ اسحٰق قاریؒ فرماتے ہیں:۔

"چون شیخ خاکیؒ ورد المریدین تصنیف ساختہ بفقیر نمود۔ در ہر نقلے آن دلیل بسیار از مشایخ و اصحاب اتباع آوردہ مدلل گردانیدہ۔ گفتم کہ یا شیخ! ایں ہمہ چہ احتیاج بود کہ کتاب خود را از دلایل پُر کردید۔ جواب باصواب فرمودند کہ اے برادر! چوں نبیؐ را انکار آوردند تا بشیخ ما چہ رسد۔ لہذا دلیل آوردم کہ بچند زبان جواب یک منکر بگویم و اندکے از احوال پیر خود آوردم و مفصل نہ کردم۔ در ہر بیتی بر کمالیت آنحضرت اشرد ہائے بے شمار کردم و اکتفا بر ہماں اجمال

---

[1] مطبوعہ دستور السالکین ص ۳۱۰

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نمودہ ہم کہ مردم ناموافق در عالم ہستند و حاسدانِ بسیار کہ آں ہا از شنیدنِ ایں قدر گرم میشوند و از دیدن ہمیں یک سخن کور میگردند لہذا بیانِ اصل حالِ آنحضرتؐ نکردیم۔ پس فقیر حقیر کہ از خدمت ایشان اجازت یافتم و بگفتن و ترتیب دادنِ ایں نسخہ متابعت بر قول ایشان کردہ بیانِ جزوے از کلہم آوردم۔"[ش]

• ۔۔ (جب شیخ خاکیؒ نے "ورد المریدین" لکھکر مجھے دکھائی تو انہوں نے ہر نقل کی ہوئی بات کو مشائخین اور اصحاب تابعین کی بسیار دلیلوں سے مدلل بنا دیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اے شیخ! اسکی کیا ضرورت تھی کہ آپ نے اپنی کتاب کو اس قدر دلایل سے بھر دیا ہے؟ آپ نے اس کے جواب باصواب میں فرمایا کہ اے برادر! جب نبی برحقؐ سے انکار کیا گیا تو ہمارے مرشدِ برحقؐ سے کیا کیا جائیگا۔ لہذا میں نے دلایل پیش کیں۔ تاکہ ایک منکر کو چند لوگوں کی زبان سے جواب دوں۔ میں نے اپنے مرشدِ برحق سے متعلق تھوڑا لکھا تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ ہر بیت میں آنحضرتؐ کی کمالیت پر کافی احتیاط سے کام لیا اور اتنے پر ہی اکتفا کیا کیونکہ دنیا میں ناموافق لوگ ہیں اور حسد کرنے والے بے شمار ہیں۔ وہ اتنا ہی سنکر گرم ہو جائینگے اور اس ایک ہی بات کو دیکھکر اندھے ہو جائینگے۔ لہذا آنحضرتؐ کا اصلی حال بیان نہیں کیا۔ پس فقیر حقیر نے شیخ خاکیؒ سے رخصت حاصل کی اور اس اپنے نسخے کو بیان کرنے اور ترتیب دینے میں ان کے قولِ برحق کی متابعت کی، یہاں تک کہ کلہم میں سے جزوی طور بیان کیا۔)

بہر حال دونوں فاضل مورخین خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری اور پیرزادہ حسن شاہ صاحب کھویہامی اپنی یہ ذاتی رائے شد و مد سے ظاہر کر کے اس گرانمایہ کتاب "ہدایت المخلصین" پر آخر میں بے ساختہ طور یہ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ خدا ہی اصلیت اور حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔ "والعلم عند اللہ" جو اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں حضرات کو خود یقین نہیں۔ اگر اس کی علمیت ہو کر یہ بات ان کو تصدیق ہو جاتی تو ہرگز خداوند کریم کے حوالے نہ کر دیتے۔ صاف عیاں ہے کہ آخر میں دونوں نے اپنی رائے سے فرار کیا ہے۔

اب رہے فاضل مصنف۔ خواجہ غلام محی الدین امرتسری اور دوسرے ٹریکٹ باز۔ ان سبوں

ش مخطوطہ چلچلۃ العارفین صفحہ ۵۶

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نے ان ہی دو فاضل مورخین ـــ خواجہ محمد اعظم صاحب دیدہ مری اور پیرزادہ حسن شاہ صاحب کھویہامی کے مبہم اور مشتبہ حوالے پر تکیہ کیا ہے اور جو جی میں آیا لکھتے رہے۔ اگر یہ حضرات اس سلسلے میں باضابطہ تحقیق کرتے اور اصلی معاملہ کو سمجھتے تو انہیں پتہ چلتا کہ وہ کتنے پانی میں ہیں!

فاضل مصنف خواجہ غلام محی الدین صاحب امرتسری نے اپنے تصنیف کردہ [illegible] میں اظہار کیا ہے کہ "میں نے "تذکرۃ العارفین" "تذکرۃ المرشدین" "خوارق السالکین"۔ باغ [illegible] تاریخ شائق۔ سلطانی منظوم کا استفادہ کر کے اپنے تذکرے کو ترتیب دیا ہے[1]۔"

درج صدر کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس فاضل مصنف نے لکھا ہے کہ "قبل اس کے کہ ہم مخدوم بابا علی رینہؒ کا مختصر تذکرہ بیان کریں یہ ضروری ہے کہ بطور اظہار حقیقت یہ بیان کریں کہ شیخ داؤد خاکیؒ ابوالفقرا بابا نصیب الدین غازیؒ اور بابا داؤد مشکواتیؒ نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں بابا علی رینہؒ کا نام تک بھی حوالہ قلم نہیں کیا ہے لیکن ایک مشہور تاریخ نویس نے اس باب میں لکھا ہے کہ "گویند برادر عینی مخدوم بود بقول بعض محققین برادر فرعی اوست"۔

فاضل مصنف کا ایسا اظہار کرنا کہاں تک صحیح ہے کہ اس نے درج صدر کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جبکہ ان ساری تصانیف میں روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ حضرت مخدوم عالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر عینی ہیں۔ خود حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کی اپنی تصنیف کردہ معروف کتاب "تذکرۃ العارفین" بزبان حال بتا رہی ہے کہ موصوف حضرت شیخ حمزہؒ کے برادر عینی ہیں۔ [illegible] "العبد الضعیف الفقیر الخفیف علی ابن عثمان کشمیری ساکن الاصل قریۂ تجر کو مولد و وطن ایں غریب [illegible] موصوف بہ رینہ کہ در کشمیر آنرا بحسب و نسب مخصوص دارند و برادر حقیقی ایں حقیر کہ مرشد کامل [illegible] زمانہ و زمانیاں است و غوث الاعظم و قطب العالم سلطان العارفین است[2]۔"

● ـــ (بندۂ ضعیف فقیر نحیف علی ابن عثمان کشمیری تجر کے گاؤں کا رہنے والا ہے جو کہ اس غریب کی جائے پیدائش اور وطن ہے۔ مخصوص طور جسی اور نسبی ذات رینہ سے کشمیر میں مشہور و معروف ہے۔ اس فقیر حقیر کا مرشد کامل اپنا حقیقی بھائی ہے۔ وہ زمانہ اور زمانہ کے لوگوں کے بھی مرشد کامل ہیں۔ وہ غوث الاعظم قطب العالم۔ سلطان العارفین ہیں۔)

دوسری ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "موصوف حضرت مخدوم کے برادر عینی ہیں، خلیفہ ہیں اور وارث

---

[1] مطبوعہ تحفۂ محمودی صفحہ ۱۰۱ [2] مخطوطہ تذکرۃ العارفین

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جائز ہیں۔ عبارت اس طرح ہے کہ "چوں فقیر از سفر آمدہ در خدمت حضرت مخدوم ؒ رسیدم با عزاز و اکرامم در آوردند و چند کس را کہ مارا با آن ہا از قدیم محبتے بود فرمایش استقبال نمودند۔ در خدمت مخدوم مشرف شدم۔ وقتِ مشرف شدن در کنار آوردند و بہ تشریف معرفت در ہماں زماں معزز م ساختند و تا در خدمتِ مخدوم ؒ بودم بہ ہیچ کس نے گفتم کہ من برادر آن حضرتم چہ شائستگی آں نداشتم کہ برادر میخواندم حتیٰ کہ در لباسہا ہنگام مریدانِ نورس از سایرِ خادمان ماوائے دانستند تا بحدے کہ خلافت بمن عطیہ داشتند و فرمودند کہ ترا خلیفہ ے ساختم یعنی تا زندہ باشی خلیفہ منی و مریدان را بگیر تا رخصتِ مجاز و انفاذ من نباشد خلافتِ تو بر دیگرے نفوذ نباشد۔"[1]

● ۔ (جب فقیر سفر سے آیا اور حضرت مخدوم ؒ کی خدمت بابرکت میں پہنچا۔ مجھے عزت و احترام سے لایا گیا اور حضرتِ موصوف نے چند ایک کو جن کے ساتھ میری قدیمی محبت تھی میرا استقبال کرنے کی فرمایش کی۔ جب میں نے حضرت مخدوم ؒ کی خدمت کا شرف حاصل کیا تو اُس وقت آپ نے مجھے گود میں لیا اور اسی وقت مجھے علم معرفت سے مشرف فرمایا۔ جب تک میں حضرتِ مخدوم ؒ کی خدمتِ بابرکت میں تھا، میں نے کسی ایک پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ میں آنحضرت ؒ کا بھائی ہوں کیونکہ مجھ میں ایسا کہنے کی شائستگی ہی نہیں تھی کہ بھائی کیوں یہاں تک کہ نئے نئے مریدوں نے بہت دفعہ مجھے خادموں میں سے ہی شمار کیا۔ وقت آپہنچا کہ حضرت موصوف ؒ نے مجھے خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ تجھے میں نے خلیفہ ے بنا دیا۔ بیشک زندہ رہو گے میرے خلیفے ہو اور مریدوں کو لے لو۔ جب تک میرا حکم اور اجازت نہ ہو تمہاری خلافت کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہو کر رہیگی۔)

اس معرکتہ الآرا کتاب (تذکرۃ العارفین) کا ایک ایک لفظ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت شیخ بابا محمد علی ریشہ ؒ حضرت محبوب العالم ؒ کے برادر عینی ہیں۔ پوچھا سکتا ہے کہ کیا یہ کتاب بھی حضرت مخدوم بابا محمد علی ریشہ ؒ کی اولاد و احفاد کو حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہ ؒ کا وارث جائز بنانے کے لیے کسی نے جعلی طور پر تصنیف کی ہے۔ بقولِ شر پسندوں اور معتبدوں کے اگر حضرت میر بابا حیدر تیلہ مولی ؒ کی گرانمایہ کتاب "ہدایت المخلصین" کسی اور کی لکھی ہوئی ہے تو اس معرکتہ الآرا کتاب

[1] مخطوطہ تذکرۃ العارفین ص ۲۱۴

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"تذکرۃ العارفین" سے متعلق اُن کا کیا فتویٰ ہے؟ اس میں ایک توصاف صاف آئینے کی طرح حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر عینی نظر آرہے ہیں۔ ہمارے خیال میں معترضین کی اس گوہر گرانمایہ پر نظر نہیں پڑی ہے ورنہ وہ اس کو صدف میں بند کرکے کسی سمندر کی تہہ میں دبا کر رکھ دیتے۔ واضح رہے کہ یہ معرکتہ الآرا کتاب تصنیف کرنے کے لیے حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کو حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات نبی برحقؐ نے مشاہدہ میں ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ خود فرماتے ہیں :-

"حضور سرور عالمؐ بر سر احقر نوازش فرمودند طلب داشتہ در پیش گاہِ اشرف مشرف ساختہ فرمودند کہ اے شیخ علی رینہؒ از آنچہ در عالم سفر مشاہدہ کردی قدرے ازاں و چندے از مرشدِ ثقلین خود یعنی مخدوم شیخ حمزہؒ بنویسی"[1]

● — (حضور سرور عالمؐ نے مجھ بندۂ احقر پر نوازش فرمائی۔ بلا کر اپنی ذاتِ بابرکت کے دیدار سے مشرف کرکے فرمایا کہ "اے شیخ علی رینہ! عالم کا سفر کرکے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسمیں سے تھوڑا اور کچھ اپنے مُرشدِ ثقلین یعنی مخدوم شیخ حمزہؒ سے متعلق لکھو)۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک طرف موصوف خواجہ صاحب امرتسری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے "تذکرۃ العارفین" سے "تحفۂ محبوبی" لکھتے وقت استفادہ کیا ہے اور دوسری طرف اس معرکتہ الآرا کتاب کے مصنف باوقار کے حالات لکھتے وقت یوں رقمطراز ہیں کہ "کہتے ہیں کہ" "تذکرۃ العارفین آپ کی تصنیف ہے جس میں حضرت مخدوم کے حالات مذکور ہیں۔" اندازہ کیجیے کہ دعویٰ کیسا ہے؟ کتاب مذکور سے استفادہ کیا ہے لیکن افسوس یہ نہیں سمجھ سکے کہ اس کے مصنف نامی گرامی کون ہیں؟

حضرت خواجہ اسحٰق قاریؒ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے بزرگ خلفاء میں سے ایک اور صاحب تصنیف بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی بلند پایہ تصنیف "چلچلتہ العارفین" ہے۔ ذرا اس کا مطالعہ فرمائیے۔ اس میں بھی بوضاحت درج ہے کہ حضرتِ مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے عینی برادر ہیں۔ مذکورہ کتاب کے چند ایک اقتباسات قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لیے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ موصوف فرماتے ہیں کہ "مخدوم شیخ علی رینہؒ کہ برادر عینی حضرت مخدوم قاست

[1] مخطوطہ تذکرۃ العارفین صفحہ ۲۹۹

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سہ بار حج اکبر نمودہ و در ہر بارے کسے را اطلاع نگزاشتہ الا بچند کس آن صاحب باطن بودند۔ خوارق و عادات و کشف و کرامات و عالی درجاتِ ایشان بسیار است۔"[1]

● ۔ (مخدوم شیخ علی رینہؒ جو کہ حضرت مخدومؒ کے برادر عینی ہیں تین بار حج اکبر سے سرفراز ہوئے اور آپ نے ہر بار بغیر چند صاحب باطن لوگوں کے کسی ایک کو اس کی اطلاع نہ دی۔ آپ کے خرقۂ عادات، کشف و کرامات اور درجاتِ عالی بسیار ہیں)۔

دوسری جگہ حضرت موصوف فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رات کو ایک غیر معمولی واقعہ دیکھا تو" در خاطر آوردم کہ حقیقت شب بعرضِ پیر دستگیر رسانم۔ پیر بعد از اوراد بجانب برادر عینی خویش مخدوم شیخ محمد علی رینہؒ اشارت فرمود کہ حضرت مشکواۃ بیار۔ وے مشکواۃ آوردہ در پیش حضرتِ سلطان العارفینؒ حاضر نمود"[2]

● ۔ (ایک دفعہ میں نے رات کو ایک غیر معمولی واقعہ دیکھا تو میں نے دل میں خیال کیا کہ رات کی یہ حقیقت اپنے پیر دستگیر کے مبارک کانوں تک پہنچا دوں۔ پیر بزرگ نے اوراد کے پڑھنے کے بعد اپنے برادر عینی مخدوم شیخ محمد علی رینہؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مشکواۃ شریف لے آؤ۔ انہوں نے مشکواۃ شریف لا کر حضرتِ سلطان العارفینؒ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر کی)۔

تیسری ایک جگہ حضرت موصوف فرماتے ہیں: کہ" فقیر حقیر پارۂ از علوم احادیث بخدمت مخدوم الانامی و مرشدِ آفاقی شیخنا شیخ الاسلام مخدوم شیخ محمد علی رینہؒ کہ برادرِ عینی حضرت مخدوم الیت تحصیل نمودہ۔"[3]

● ۔ (فقیر حقیر نے علوم احادیث کا کچھ حصہ مخدوم الانامی مرشدِ آفاقی شیخنا شیخ الاسلام مخدوم شیخ محمد علی رینہؒ جو کہ حضرتِ مخدومؒ کے برادر عینی ہیں، حاصل کیا۔)

چوتھی جگہ فرماتے ہیں: " روزے بخدمت مخدومؒ بودم با جمیع از اصحاب کبار یعنی خاکیؒ، بابا ہردی رشیؒ، خواجہ حسن قاریؒ۔ شیخ احمد چاگیؒ۔ رُدپی رشیؒ و زبدۃ العرفا خدمت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کہ وے برادر عینی حضرت مخدومیت۔"[4]

---

[1] مخطوط چلچلۃ العارفین صفحہ ۱۲۲ [2] مخطوط چلچلۃ العارفین صفحہ ۴

[3] مخطوط چلچلۃ العارفین صفحہ ۶ [4] مخطوط چلچلۃ العارفین صفحہ ۳۰

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

● ــ (ایک روز میں حضرت مخدومؒ کی بابرکت خدمت میں تمام اصحاب کبار یعنی خاکیؒ بابا ہردی ریشیؒ۔ خواجہ حسن قاریؒ۔ شیخ احمد چاگلیؒ۔ روپی ریشیؒ اور زبدۃ العرفا جناب شیخ محمد علی رینہؒ جو کہ حضرت مخدومؒ برادر عینی ہیں، موجود تھے۔)

درج صدر بلند پایہ تصنیف "چلچلۃ العارفین" کا مطالعہ خود حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ نے بھی فرمایا ہے۔ فاضل مصنف حضرت خواجہ اسحٰق قاریؒ اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں۔: "چلچلۃ العارفین" در سنہ ۹۸۲ھ در حالۂ حیات آنحضرت سلطان العارفینؒ مرتب گشتہ و چوں بعد از اتمام در نظر آن حضرت گزرانیدم بعضے از کلام احوال صوفیہ و در بعضے اقوال تصوف و مسائل سلوک را مطالعہ کردہ فرمود کہ ایں نسخہ را از محو کردن باز دارید۔"[1]

● ــ ("چلچلۃ العارفین" سنہ ۹۸۲ھ میں حضرت سلطان العارفینؒ کی مبارک زندگی میں ہی مرتب ہوا۔ جب اس کو اتمام تک پہنچانے کے بعد میں نے آنحضرتؒ کی مبارک نظروں میں لایا تو آپ نے کلام احوال صوفیہ کے بعض حصے بعض تصوف کے اقوال اور سلوک کے مسائل کا مطالعہ کیا اور فرمایا کہ اس نسخہ کو ضایع ہو جانے سے بچائے۔)

خواجہ صاحب کی اس تصنیف کے حوالہ جات سے عیان و بیان ہے کہ زبدۃ العرفا عمدۃ الصلحا مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے برادر عینی ہیں۔ کیا اس گرانمایہ تصنیف کو بھی یہ چیلنج کیا جا سکتا ہے کہ یہ بھی حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کے وارثوں کو حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کی وراثت کا حقدار بنانے کے لیے کسی نے جعلی طور لکھی ہے؟

فاضل مصنف خواجہ غلام محی الدین صاحب امرتسری اپنے تذکرے "تحفہ محبوبی" میں مزید اس طرح رقمطراز ہیں کہ "قبل اس کے کہ ہم مخدوم بابا محمد علی رینہؒ کا مختصر تذکرہ بیان کریں یہ ضروری ہے کہ بطور اظہار حقیقت بیان کریں کہ شیخ بابا داؤد خاکیؒ، ابوالفقراء، بابا نصیب الدین غازی اور بابا داؤد مشکواتی نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں شیخ بابا علی رینہؒ کا نام تک بھی حوالۂ قلم نہیں کیا ہے۔"[2]

چونکہ فاضل مورخ پیرزادہ حسن شاہ صاحب نے اپنی کتاب "اسرار الاخیار" یعنی "تاریخ حسن جلد سوم" میں اس بارے میں صرف حضرت شیخ خاکیؒ کا حوالہ دیا ہے جس پر سابقہ اوراق میں بحث کی گئی ہے۔ لیکن موصوف خواجہ صاحب امرتسری نے مزید دو بزرگان دین کا بھی نام لیا ہے۔ یہ دونوں بزرگ ابوالفقراء

[1] مخطوطہ چلچلۃ العارفین صفحہ ۱۲۴ [2] مطبوعہ تحفہ محبوبی صفحہ ۵۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ اور حضرت بابا داؤد مشکواتی بلند مرتبہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ حضرت شیخ خاکیؒ کے خلیفۂ خاص ہیں اور حضرت مشکواتی حضرت نصیب الدین غازیؒ کے خلیفہ خاص ہے۔ ان دونوں بزرگان دین نے دو تذکرے "نورنامہ" اور "اسرار الابرار" بالترتیب تصنیف کئے ہیں۔ حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے زمانہ یا سعادت میں عہد طفولیت میں تھے اور حضرت مشکواتی صاحب پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں تاریخی لحاظ سے ان دونوں بلند مرتبت بزرگوں سے زیادہ ہمیں حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے خاص ذوالقدر خلفاء کیبات کو فوقیت دینا ضروری ہے۔ کیونکہ انہوں نے خود اپنی بابرکت ذات سے حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کا زمانۂ سعادت پورے طور پایا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے خلفائے خاص کی تصنیفات کا حضرت شیخ حمزہؒ نے خود مشاہدہ اور مطالعہ فرمایا ہے۔ اس لئے جو کچھ انہوں نے ورطۂ تحریر میں لایا ہے اس کو زیادہ فوقیت ہے۔ اس سے قارئین کرام یہ نتیجہ اخذ کریں کہ ابوالفقراء حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ اور حضرت بابا داؤد مشکواتیؒ کا لکھا قابل اعتبار نہیں۔ وہ بھی موثق اور مصدق ہے۔ کیا ہوا اگر ان دو بزرگانِ دین نے مخدوم حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کا نام تک اپنے مندرجہ صدر تذکروں میں قلمبند نہیں کیا ہے۔ لیکن انہوں نے کہیں یہ بھی تو نہیں لکھا ہے کہ آپ حضرتِ شیخ حمزہؒ کے برادرِ عینی نہیں ہیں۔ اگر یہ دونوں حضرات دین آپ کے حالات لکھتے اور آپ کے اور حضرت شیخ حمزہؒ کے تعلقات پر تبصرہ نہ فرماتے تو بھی یہ مطلب نہیں نکالا جاسکتا تھا کہ آپ آنحضرتؒ کے بھائی نہ تھے۔ آپ جیسی بہت سی شخصیتوں کا ذکر ان دو بزرگان دین نے اپنے تذکروں میں نہیں فرمایا ہے۔ اس سے کیا ہوا؟ یہ تذکرے ہی تو ہیں تواریخ نہیں۔ تاریخ سب باتوں پر حاوی ہوتی ہے۔ تذکروں میں سب کچھ لکھنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخوں میں بھی سب کچھ نہیں آتا۔ ذرا ان بزرگانِ دین کے ان تذکروں کا مطالعہ کیجئے تو صاف معلوم ہوگا کہ انہوں نے اس وقت کی تمام شخصیات کا ذکر خیر نہیں فرمایا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس سبھی کے حالات کی جانکاری نہ ہو یا سبوں کے حالات معلوم کرنے میں کامیاب نہ ہوئے ہوں۔ اسلئے جو کچھ بہم ہوا ہے۔ اس پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔ رسالۂ سلطانیہ جو ۹۸۰ھ میں لکھا گیا ہے میں حضرت مولوی شیخ احمد چاگلیؒ نے حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے بزرگ خلفاء میں سے صرف حضرتِ شیخ بابا داؤد خاکیؒ اور حضرتِ میر بابا حیدر تیلہ مولیؒ کا ذکر ضمناً کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی خلفاء حضرت شیخ حمزہؒ کے تھے ہی نہیں۔ اسی طرح "راحۃ الطالبین" میں حضرت خواجہ حسن قاریؒ نے حضرت شیخ بابا داؤد خاکیؒ کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔ اس سے یہ اخذ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ موصوف

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت شیخ حمزہؒ کے خلیفہ ہی نہ تھے۔ حق تو یہ ہے کہ تذکروں میں ہر ایک کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔

قارئین کرام! اب میں اصلی حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں کہ فاضل مصنف خواجہ غلام محی الدین صاحب امرتسری نے یہ جملۂ معترضہ کہ "شیخ بابا داؤد خاکیؒ، ابوالفقراء، بابا نصیب الدین غازیؒ اور بابا داؤد مشکواتیؒ نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں بابا علی رینہؒ کا نام بھی حوالۂ قلم نہیں کیا ہے"۔ کہاں سے حاصل کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ موصوف امرتسری صاحب نے اپنا تذکرہ مرتب کرنے کے سلسلے میں بہت سے اصحابِ وقت سے اعانت حاصل کی ہے۔ بہت سے ہمعصر اصحاب نے آپ کو اپنے اس تذکرے کے مواد کی فراہمی میں گراں قدر تعاون دیا ہے۔ ان میں سے ایک صاحب جناب سید محمد شاہ صاحب جانشین میر بزرگ شاہ صاحب مرحوم ساکنِ محلۂ کلال دوری متصل نایدکدل سرینگر گزرے ہیں۔ آپ نے موصوف کو کئی کتابیں دکھادی ہیں جن سے موصوف کو اپنا تذکرہ مرتب کرنے میں بہت مدد ملی۔ اس کا اعتراف موصوف خود اپنے تذکرے[۸] میں کرتے ہیں۔

سید محمد شاہ صاحب مرحوم کے گھر کے کتب خانہ میں سعداللہ صاحب شاہ بادی مرحوم کی منظوم تاریخ "باغِ سلیمان" موجود ہے۔ یہ اوّل تا آخر نظم میں لکھی گئی ہے۔ کسی جگہ اس میں نثر کا شائبہ تک نہیں ہے۔ ہر صفحے پر اس کا حاشیہ صاف ہے البتہ جس صفحے پر حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کا ذکر خیر ہے اس کے حاشیئے پر کسی دوسرے کے قلم سے ہمرنگ سیاہی سے مندرجہ ذیل عبارت درج کی گئی ہے۔

"اکثر محققان مے گویند و مے نگارستند کہ بابا علی از حضرت سلطان برادرِ نسبتی نبودہ است برادر فرعی اوست۔ بابا داؤد خاکیؒ، بابا نصیب الدین غازیؒ۔ بابا داؤد مشکواتیؒ وغیرہ نامے و پیامے ازوے نہ نگاشتہ اند"۔

قارئین کرام! درجِ صدر عبارت سے متعلق مکمل بحث کی جا چکی ہے اور اس کے علاوہ "باغ سلیمان" کے مصنف کا حوالہ ابتدا ہی میں حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ہی دیا گیا ہے۔ آپ ذرا "باغ سلیمان" کے فاضل مصنف کے حوالے کو پھر غور سے پڑھ لیں اور اندازہ کریں کہ جو فاضل مصنف حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کا تذکرہ اس شان سے نظم میں بیان کرے کیا وہ نثر میں درج صدر عبارت حاشیئے پر لکھنے کی جسارت کر سکتا ہے اگر ایسا کرنا مقصود ہوتا تو نظم ہی میں اس کا تھوڑا بہت اشارہ دیتا۔ فاضل مصنف کو یہ عبارت نثر میں لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ موصوف نے تو ایک بڑی کتاب نظم

---

۸ مطبوعہ تحفۂ محبوبی صفحہ ۸

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میں لکھی ہے ؛ میری نظر میں اس "تاریخ" کے ایک دو قلمی نسخے ایک دو جگہوں کے علاوہ ریسرچ لائبریری گورنمنٹ جموں و کشمیر میں بھی گزرے ہیں۔ ان کے حاشیوں پر اس قسم کی کوئی نثری عبارت درج نہیں ہے۔ اس قسم کی جعلی باتیں بنا کر جس مقصد کے لیے لوگ سامنے لاتے ہیں وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کسی طرح حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ کی عبقری شخصیت کو مشکوک و مشتبہ بنا کر اُن کو حضرت شیخ حمزہؒ کے برادرِ عینی نہ ہونے کو ثابت کر کے ساقط الاعتبار ٹھہرا دیا جائے۔

اس سارے معاملے کو یہ نظر غایر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتنہ درجِ صدر جملہ کا پیدا کردہ ہے ورنہ بتائے کہ وہ کون سا محقق ہے، کون سا رخ اور تذکرہ نگار ہے کہ جس نے یہ لکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ حضرتِ شیخ حمزہؒ کے عینی برادر نہیں ہیں۔ ایسی باتیں مفاد پرست لوگ ہی کرتے رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ فاضل مصنف خواجہ غلام محی الدین امرتسری نے بھی کسی پارٹی کے ایما پر یہ جملہ معترضہ اپنے تذکرے میں درج کیا ہے۔ مختصر طور پر اندازہ ہوتا ہے کہ تذکرہ "تحفۂ محبوبی" کو مرتب کرنے کی غرض و غایت حقیقت میں یہی رہی ہے کہ حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کو مشتبہ اور مبہم صورت میں پیش کیا جائے کیونکہ اس زمانے میں بھی اُدھر درگاہ فیض پناہِ سلطان العارفین میں یہی دراثتی جنگ چل رہی تھی۔

زبدۃ العرفا عمدۃ الصلحا حضرت شیخ بابا محمد علی رینہؒ کا حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کا برادر عینی ہونے کے سلسلے میں یہ ایک اہم حوالہ دینا ضروری ہے۔ اس کے حاصل کرنے کی کہانی دلچسپی سے خالی نہیں۔

حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کے زمانہ باسعادت میں آپ کے برگزیدہ خلفاء میں سے حضرت خواجہ حسن قاریؒ نے ایک تاریخ لکھی ہے جو تاریخ کشمیر سے موسوم ہے۔ حضرت خواجہ موصوف اپنے وقت کے ایک بلند پایہ وقایع نویس گزرے ہیں۔ حضرت موصوف کی اس وقایع نویسی سے متعلق حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی رینہؒ حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "خواجہ حسن قاریؒ بہ مرتبۂ واقعہ نویسی کشمیر امتیاز یافتہ و کلیہ در کشمیر تعلق دارد۔ بذات شریف ایشان تا یوم القیامت در واقعات ایں دیار متعلق است"[1]

● — (حضرتِ خواجہ حسن قاریؒ کشمیر کی واقعہ نویسی میں بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ کی ذاتِ شریف کے طفیل اس شہر سے متعلق یہ واقعات قیامت تک قائم رہینگے)

اسی طرح حضرت موصوف کی اس واقعہ نویسی سے آپ کے برادر عزیز حضرت خواجہ اسحٰق قاریؒ

[1] مخطوطہ تذکرۃ العارفین صفحہ ۳۲۸

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "یکے از ما دو برادران واقع نویس و دیگرے واقعہ خوان باشد۔"[1]

● ـــ (ہم دو بھائیوں میں سے ایک واقعہ نویس ہے اور دوسرا واقعہ خوان ہے)

حضرت خواجہ میرم بزاز سکندرپوریؒ فرماتے ہیں کہ "خواجہ حسن قاریؒ را خدمتِ واقعہ نویسی ایں شہر عنایت شد و بر خواجہ اسحٰق قاریؒ عرض رسانی مرحمت گشتہ۔ احوال ایں جاے کلہم برہمیں دو کس است۔"[2]

● ـــ (خواجہ حسن قاریؒ کو اس شہر کی واقعہ نویسی کی خدمت سپرد ہوئی اور خواجہ اسحٰق قاریؒ کو دن کے حالات گوش گزار کرنے کی خدمت مرحمت ہوئی۔ اس جگہ کے کلہم حالات کا انحصار ان ہی دو پر ہے۔)

موصوف حضرت خواجہ حسن قاریؒ کی اس تاریخ سے متعلق میں نے کافی تلاش کی مگر اس کا نام و نشان تک پانے میں ناکام رہا۔ اگر یہ بہم ہو جاتی تو اس تاریخ سے بہت سارے واقعات و حالات اور حقائق پر روشنی پڑتی۔ کیا معلوم کس کنج خانہ میں پڑی ہو گی۔ البتہ اس کا حوالہ صاحبزادہ حسن شاہ صاحب، سابقہ ڈائریکٹر محکمۂ تحقیقات نے "تاریخ حسن" حصۂ اول میں دوسری تاریخوں کے ساتھ اس طرح دیا ہے کہ "خواجہ حسن قاریؒ کی تاریخ موسوم بہ "تاریخ کشمیر" کا کوئی نسخہ یہاں موجود نہیں ہے بلکہ اس کا ایک قلمی نسخہ آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ میں محفوظ ہے۔ جموں و کشمیر گورنمنٹ نے اس تاریخ کی مائیکرو فلم منگوا کر محکمۂ تحقیقات میں قارئین کے استفادہ کرنے کے لیے محفوظ رکھی ہے۔"

درج صدر حوالے کو پا کر میں محکمۂ تحقیقات جموں و کشمیر گورنمنٹ میں مذکورہ مائیکرو فلم کا مشاہدہ اور مطالعہ کرنے کے لیے چلا گیا اور وہاں جا کر پہلے پہل درج شدہ رجسٹر میں اسکی کھوج لگائی تو رجسٹر میں لکھا ہوا پایا "تاریخ کشمیر مائیکرو فلمی از خواجہ حسن علی قاری"۔ خواجہ حسن کے ساتھ علی اور پھر قاری ہونے نے میرے دل میں شک پیدا کر دیا کہ شاید یہ خواجہ موصوف کی تاریخ نہ ہو۔ بہر حال میرے لئے مائیکرو فلم مذکور کا مطالعہ کرنا ضروری تھا۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے، اس کے پہلے صفحے میں یہ عبارت درج تھی۔ "از ابتدائے آبادی کشمیر بے نظیر لغایت زمان محرر مجملی در بیان مے آرند و نقل از رازہ ترنگ بیک واسطہ مے افتد و آں ہم بایجاز و اختصار و مؤلفِ آن حسین بن علی کشمیری است و در آخر ہائے آن تاریخ احوالِ بعضی نقل از تاریخ حیدر ملک است و محرر سطور ہم تا زمانِ خواجہ نوشت۔ انشاء اللہ تعالیٰ و سمیتہ "بالتاریخ کشمیری" اولی الالباب و وجدہ تاریخ تالیفہ فاعتبروا یا اولی الابصار و تمام محرر محمد مراد نقشبند الیت بن ملا محمد طاہر مفتی مرحوم غفر اللہ۔"

---

[1] مخطوطہ چلچلۃ العارفین صفحہ ۵ [2] مخطوطہ تذکرۃ المرشدین صفحہ ۷

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

● — (کشمیر بے نظیر کی ابتدائی آبادکاری سے اس تاریخ کے لکھنے والے صاحب کے زمانے تک مکمل طور پر حالات بیان کئے گئے ہیں۔ ایک واسطہ سے اسکی نقل راج ترنگنی سے کی گئی ہے اور وہ بھی قلیل اور مختصر ہے۔ اس کا تالیف کرنے والا حسین بن علی کشمیری ہے۔ اس تاریخ کے آخری حصے کے بعض حالات حیدر ملک کی تاریخ سے نقل کئے گئے ہیں اور یہ سطریں لکھنے والے نے بھی خواجہ کے زمانے تک لکھے۔ انشاءاللہ یہ تاریخ کشمیر سے موسوم رہیگی۔ دانشوروں نے اسکی تاریخ تالیف فاعتبروا یا اولی الابصار ۱۱۴۲ھ سے اخذ کی یعنی ۱۱۴۲ھ۔ یاد رہے اس کے لکھنے والے کا نام محمد مراد نقشبندی بن ملا محمد طاہر مفتی مرحوم ہے۔ خدا اس کو مغفرت کرے"

حق یہ ہے کہ درج صدر تاریخ محمد مراد نقشبندی ابن ملا محمد طاہر مفتی مرحوم کی لکھی ہوئی ہے۔ جس کا مؤلف غلطی سے حسین بن علی دکھایا گیا ہے۔ یہ نام اس کے ٹائیٹل پیج پر لکھا گیا ہے۔ کتاب کا نام "تاریخ کشمیر" درج کیا گیا ہے۔ صاحبزادہ حسن شاہ نے اس کو خواجہ حسن قاریؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس تاریخ کا حوالہ فتوحات قادریہ میں اس طرح ہے۔ "حضرت شیخ محمد مراد جس نے ایک تاریخ لکھی ہے ملا محمد طاہر مفتی کے بیٹے ہیں۔ عرف ٹنگ سے معروف ہیں۔ اس میں اورنگ زیب عالمگیر کے وقت تک کے حالات درج ہیں۔ فقرہ فاعتبروا یا اولی الابصار ۱۱۴۲ھ کی رو سے ۱۱۴۲ھ میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک بہت ہی اہم تاریخی نسخہ ہے۔ بدقسمتی سے انڈیا آفس کے اہل کاروں نے اس کی مائیکرو فلم کا مطالعہ نہیں کیا ہے لگتا ہے کہ صاحبزادہ حسن شاہ نے بھی اس کا مطالعہ کرنے کے بغیر ہی اس کو حضرت خواجہ حسن قاریؒ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

بہرحال اس اہم تاریخ کی مائیکرو فلم کا مطالعہ کرتے کرتے میں اپنے ہیرو کے نام کو اس میں پانے میں کامیاب ہوا۔ اس کے صفحہ ۵۲ پر یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی "خلفائے حضرت مخدوم ق۔ خلفائے ایشان خدمت بابا داؤد خاکیؒ و خدمت شیخ بابا علی رینہ تجریؒ برادر گرامی حضرت مخدوم ق و ملا احمد چاگلی و شیخ میر حیدر تیلہ مولیؒ و خواجہ اسحٰق قاریؒ و خواجہ حسن قاریؒ و خواجہ میرم۔ روپی ریشی و ہردی بابا ہم عصر و ہم قرین بودند۔"

● — (خلفائے حضرت مخدومؒ۔ آپ کے خلفاء جناب بابا داؤد خاکیؒ، جناب شیخ بابا علی رینہ تجریؒ برادر گرامی حضرت مخدوم ق ملا احمد شیخ چاگلی، شیخ میر حیدر تیلہ مولیؒ، خواجہ اسحٰق قاریؒ، خواجہ حسن قاریؒ، خواجہ میرم۔ روپی ریشی،

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور ہردی بابا تھے۔ یہ آپ کے ہم عصر و ہم قرین تھے۔"

قارئین کرام! میں نے آپ کے سامنے اپنی طرف سے زبدۃ العرفا عمدۃ الصلحا حضرت مخدوم شیخ بابا محمد علی ریشہؒ سے متعلق سارے واقعات و حالات کے حقائق فاضل مورخین اور معتبر تذکرہ نویسوں کے مکمل حوالہ جات دیکر پیش کئے۔ ان حوالہ جات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حضرت محبوب العالم شیخ حمزہؒ کے برادرِ عینی ہیں لیکن ان لوگوں کا جو یہ ماننے کے لئے تیار نہیں اور جو حضرت موصوف کو حضرت محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہؒ کا حقیقی برادر نہ بنانے کے لئے تاریخ اور تذکروں کے زرّیں اوراق کو مسخ کرنے کی کوششوں میں ہمیشہ منہمک رہتے ہیں، کیا کیا جائے لگتا ہے کہ یہ سعیٔ لاحاصل وراثتی جھگڑے کے ضمن میں ہی ہوتی رہی ہے کیوں کہ جب تک اس قسم کے ہتھکنڈے استعمال نہ کئے جاتے تب تک مقصد براری ممکن نہ تھی۔ میری دعا یہی ہے کہ خداوند کریم ہم مسلمانوں کو ایسی حرکتیں کرنے سے بچائے اور ہدایت و رشادت کے راستے پر گامزن کرے۔ (آمین)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد صدیق نیاز مند

حضرت خواجہ حسن قاری رحمۃ اللہ علیہ

سرزمین کشمیر نے جہاں اپنے ظاہری حسن و جمال اور فطری مناظر کی دلکشی کی وجہ سے چار دانگ عالم میں شہرتِ لازوال حاصل کی ہے وہاں علوم و ادبیات اور تاریخ و فلسفہ کے علاوہ تصوّف و عرفان میں ایسے باکمال اولیائے کرام اور ریشیانِ عظام پیدا کئے ہیں جو اپنی ریاضات و عبادات اور مکاشفہ و استغراق کی وجہ سے ہمیشہ کشمیر کے افق پر ستاروں کی مانند نور افشان رہیں گے۔ ایسے ہی تابناک ستاروں میں خواجہ حسن قاریؒ کی بصیرت افروز شخصیت بھی شامل ہے۔

خواجہ حسن قاریؒ، خواجہ اسحٰق قاریؒ کے بڑے بھائی اور حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومؒ کے جلیس اور مقرب تھے۔ اس لحاظ سے انہیں بھی اپنے بھائی کی طرح کہکشانِ سلطانیہ کے روشن ستاروں میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بحرِ عرفان کے اس تیراک نے اپنے مرشدِ طریقت کی راہنمائی اور سرپرستی میں تصوّف و عرفان کی وہ بلند ترین منزلیں طے کیں جہاں عقل و ادراک پرواز نہیں کر سکتی۔ رہبرِ کامل اور پیرِ طریقت حضرت مخدوم پاکؒ کے ایماء پر وہ موضع شیوہ میں اس یکسوئی کے ساتھ یادِ خدا میں لگ گئے کہ پھر نہ دنیا اور نہ ہی اہل دنیا کی طرف پلٹ کر دیکھا بلکہ فنا فی الشیخ کے درجے تک پہنچے۔ ایک ولیِ کامل ہونے کے علاوہ خواجہ صاحب کو فارسی شعر و ادب میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ فارسی نثر میں ان کی شہکار تصنیف "راحت الطالبین" ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خواجہ صاحب شہر سرینگر کے بلدیمر محلے میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ "راحت الطالبین" میں اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں :

"در محلۂ بلدیمر کہ مسکن و مولد فقیر است، جوانی بود ....[1]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

فقیر الحقیر کاتب الخلفا حسن قاری بلدیمری۔[2]

خواجہ صاحب ایام طفولیت سے ہی ذہین ثابت ہوئے چنانچہ انہوں نے کمسنی میں ہی قرآن ازبر کرلیا۔ انہوں نے اپنے زمانے کے ایک مشہور قاری مخدوم حاجی احمدؒ سے قرأت میں کسب فیض کیا اور آہستہ آہستہ ہفت قرأت میں مہارت حاصل کرلی۔ اسی مناسبت سے وہ قاری کے لقب سے مشہور ہوگئے۔[3] تحصیل علوم کے بعد خواجہ صاحب نے دکانداری کا پیشہ اختیار کیا اور کپڑے فروخت کرنے لگے۔[4] رضائے حق کی خاطر درس و تدریس بھی کرتے تھے لہذا ایک بڑی جماعت انکے شاگردوں میں شامل تھی۔[5] حضرت شیخ حمزہؒ اس زمانے میں محلۂ قلاش پورہ میں فروکش ہوچکے تھے جنکی ریاضت و تقویٰ کا شہرہ سن کر خواجہ صاحب کے دل میں انکے حلقۂ تلمذ میں شامل ہونے کا جذبہ اور شوق پیدا ہوا چنانچہ والدہ ماجدہ انہیں حضرت مخدومؒ کی خدمت میں لے گئیں اور وہ دل و جان سے انکے مرید ہوگئے۔[6]

اگرچہ خواجہ صاحب کا تعلق ایک متمول گھرانے کے ساتھ تھا اور انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی مرفہ الحالی اور فارغ البالی میں بسر کی تاہم دنیاداری کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے انہیں دینداری کا جذبہ بھی ودیعت ہوچکا تھا۔ انکے افراد خانوادہ پرہیزگاری کے مجسمہ تھے جن کے انگ انگ میں خدا ترسی کا جذبہ موجزن تھا۔ پرہیزگاری اور دینداری کا ہی یہ ثمرہ تھا کہ انکے والدین حضرت مخدوم پاکؒ کے ارادت مند تھے۔ خواجہ صاحب جب اپنی والدہ ماجدہ کے توسط سے حضرت مخدومؒ کی خدمت میں شرفیاب ہوکر حلقۂ مریدی میں داخل ہوئے تو مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ حضرت مخدومؒ کے خاص خلیفوں اور مقربوں میں شمار ہونے لگے۔[7] وہ فنا فی الشیخ کے درجے تک پہنچے۔ حضرت مخدومؒ کی ان پر خاص نظر عنایت تھی۔[8] حضرت بابا حیدر تیلہ مولیؒ خواجہ حسن قاریؒ اور انکے چھوٹے بھائی خواجہ اسحٰق قاریؒ کی عظمت کا اعتراف یوں کرتے ہیں :

"خواجہ حسن قاری اور خواجہ اسحٰق قاری (خدا ان پر رحم کرے) دونوں مرشد طریقت حضرت حمزہ مخدومؒ کے برگزیدہ خلیفے اور مرید ہونے کے ساتھ ساتھ انکے تربیت یافتہ ہیں۔ دونوں بھائی اعلیٰ درجہ کے مالک ہیں اور دونوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تصوف میں کامل اور عظیم رتبے تک پہنچے ہیں۔ دونوں علوم ظاہری و باطنی میں دستگاہ رکھتے ہیں۔"[9]

سلوک کے ابتدائی مرحلے میں حضرت مخدومؒ نے خواجہ صاحب کو اپنے خادموں کے استنجا کے لئے کلوخ اور پانی لانے کا کام سپرد کیا۔[10] عام طور پر راہ سلوک میں گامزن ہونے والے سالکوں سے ایسے کام اس لئے لئے جاتے تھے تاکہ انکے ذہنوں سے نخوت اور غرور کے جذبے کو دور کیا جاسکے اور وہ یک سوئی اور صدق دل کے ساتھ راہِ سلوک میں گامزن ہوں۔ خواجہ صاحب اگرچہ شہر کے اشراف میں سے تھے اور ایسا ادنیٰ کام انجام دینا ان کے شایان شان نہیں تھا لیکن سلوک کے لئے انہوں نے اپنا سب کچھ یہاں تک کہ اپنا مال و متاع اور جاہ و حشمت سب کچھ قربان کیا اور ایسے ادنیٰ کام انجام دینے میں انہوں نے ذرہ بھر عار محسوس نہ کی اور سلوک کے ممتاز درجے تک پہنچے اور کشمیر کے واقعہ نویس مقرر ہوئے۔[11]

خواجہ صاحب کے جذبۂ طلب کے پیش نظر حضرت مخدومؒ نے انہیں ذکر چار ضرب کی تلقین فرمائی۔ خواجہ صاحب یکسوئی کے ساتھ ذکر اور ریاضت میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ انہیں سکونِ قلب حاصل ہو گیا۔ ذکر کی حالت میں ان پر ایک خاص قسم کا حال طاری ہو جاتا اور وہ منہ میں ایک خاص قسم کی حلاوت اور مٹھاس محسوس کرتے۔ خواجہ صاحب نے جن مریدوں کو ذکر کی تلقین فرمائی وہ بھی منہ کی اس حلاوت اور مٹھاس سے لطف اندوز ہو جاتے۔ حضرت خاکیؒ نے ذکر کی حقیقت پانے کی ان علامات کو یوں شعر میں ڈھالا ہے ؎

زود از تلقینِ او محظوظ شیرینیِ ذکر　　خدمت خواجہ حسن قاری بلدیمر شد است

حضرت خاکیؒ مندرجہ بالا شعر کی تشریح کرتے ہوئے "دستور السالکین" میں رقمطراز ہیں کہ

"اس (خواجہ حسن قاری) نے قرأت کے استادوں سے الگ ہو کر حضرت مخدوم پاکؒ کی تربیت اور ارشاد و رہبری کرنے والی درگاہ میں لازمی طور آمد و رفت شروع کی اور عقیدت اور بیعت کے شرف سے مشرف ہو گیا۔ پورے خلوص کے ساتھ حضرت مخدوم پاکؒ سے ذکر چار ضرب کی تلقین حاصل کی اور اکثر اوقات اس ذکر میں مشغول رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن آکر بیان کیا کہ مجھ کو حضرت مخدومؒ کی اس تلقین کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے صبر و سکون اور اطمینان قلب عنایت کیا ہے اور وہ یوں ہے کہ جب تنہائی کے کونے میں تلقین کی گئی کیفیت کے ساتھ ذکر میں مشغول ہوتا ہوں، میرے دل کے اندر ایک

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خوشی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مجھے پسند نہیں آتا ہے کہ بغیر ذکر کے اور کوئی کام کروں اور میرے منہ میں ایک قسم کی مٹھاس کی لذت آجاتی ہے جس کو میں بیان نہیں کر سکتا ہوں۔ حضرت مخدومؒ بہت بشاش ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ تجھے مبارک ہو کہ طریقت کی بعض علامتیں تم سے ظاہر ہونے لگی ہیں اور یہ ذکر کی حقیقت تک پہونچنے کی علامت ہے اور اس حقیقت کو سلوک کے شہد کا چکھنا بھی کہتے ہیں اور ذکر کی حلاوت کا پانا اسی حالت کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت مخدوم پاکؒ کے شفقت بھرے دم سے خواجہ صاحب کے دل کی کلی کھل گئی اور روشن ہو گئی"۔[۱۲]

خواجہ صاحبؒ زندگی کے آخری ایام میں مرشدِ طریقت کے حکم پر پرگنۂ زینہ گیر میں سوپور سے کوئی بارہ کلومیٹر دور موضع ہردوشیو میں فروکش ہوئے۔ خواجہ صاحبؒ جب تک بقید حیات تھے یہیں مقیم رہے اور لوگوں کی ہدایت اور رشد و ارشاد میں مشغول رہے۔ تاہم جب انکی حق طلبی کے جذبہ میں اضافہ ہوا تو ریاضت کے بغیر جتنے بھی شغل تھے ان کو ترک کیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔ رات دن ریاضت، ذکر و فکر اور مجاہدہ میں مصروف رہے جس کے دوران کئی بار عجیب و غریب حالات انکو میسر آئے۔ کئی بار انہوں نے آقائے نامدار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰؐ کو خواب میں اور بارہا واقعہ میں دیکھا۔ چنانچہ آپ سے غائبانہ امداد بھی حاصل کرتے رہے۔[۱۳]

خواجہ صاحبؒ بڑے اہتمام کے ساتھ تلاوتِ کلامِ پاک فرماتے۔ انکے تلاوت کلام پاک کرنے کا یہ عالم تھا کہ اگر اس میں کبھی سہو و خطا سرزد ہو جاتی تو امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ حاضر ہو کر انکی مشکل حل فرماتے۔[۱۴]

خواجہ حسن قاریؒ نے اپنی زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری میں بسر کی اور اپنے عیال کے اخراجات وہ اپنی کمائی سے پورے کرتے تھے۔ کسی سے نذرانہ وغیرہ لینا عار سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ انہیں غلہ بطور نذرانہ پیش کیا گیا۔ لیکن خواجہ صاحب نے کمالِ بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس میں سے رتی بھر بھی اپنے یا اپنے عیال کے مصرف میں لانے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرایا۔ اگرچہ انکے بیٹے نے اس کے لینے کے لئے کافی اصرار کیا اور کہا کہ صاحب عیال ہونے کی وجہ سے ہم اسکے حقدار ہیں۔ مگر خواجہ صاحبؒ نے یہ جواب دے کر انکو خاموش کرایا کہ عیال داری حقداری کا باعث نہیں بن سکتی۔ حقداری یہ ہے کہ اپنی قوت عبادت میں صرف کی جائے اور بندگی میں پوری طاقت صرف

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی جائے۔ یہی شکر گزاری ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے مجھ سے عبادت نہیں ہو سکتی اور تجھ سے شکر گزاری نہیں ہوتی کہ تم مغرور ہو، اسلئے ہماری حقداری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا[15] خواجہ صاحب ہمت کے بلند اور فروتنی میں یکتائے روزگار تھے۔ وہ دنیاوی مال و متاع سے نفرت کرتے تھے بلکہ اسکو ناپاک سمجھتے تھے۔ انہوں نے موضع ہردوشیو میں ۹۹۹ھ میں انتقال کیا اور وہیں پر سپرد خاک ہوئے[16] خواجہ صاحبؒ کی زیارت مرجع خاص و عام ہے اور ہر سال وہاں ماہ صفر کی ۲۷ تاریخ کو عرس منایا جاتا ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں انکے عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔ عرس کی خاص بات یہ ہے کہ اس تقریب پر خواجہ صاحبؒ کے تبرکات مثلاً کمر بند اور عصاء شریف وغیرہ کی نشاندہی کی جاتی ہے[17]

خواجہ حسن قاریؒ کی زیارت ۲۲ فٹ لمبی اور ۱۹ فٹ چوڑی ہے۔ حال ہی میں اسکے جنوب کی جانب ایک دالان تعمیر کیا گیا ہے جس کے بیچ میں زیارت گاہ میں داخل ہونے کے لئے سیڑھی تعمیر کی گئی ہے۔ اسی زیارت گاہ کے اندر خواجہ صاحبؒ کا روضہ واقع ہے جو تقریباً ۱۵ فٹ لمبا اور ۱۲ فٹ چوڑا ہے۔ اس میں خوبصورت پنجرے لگے ہیں۔ روضہ کے چاروں اطراف غلام گردش ہے جسکی چھت دیدہ زیب ختم بند سے آراستہ ہے۔ روضہ کی دیواروں میں شیشے لگے ہیں۔ زیارت گاہ کی "چار بام" چھت کی ٹین پوشی کی گئی ہے جسکے درمیان میں (پختہ) مٹی کا بنا ہوا برج ہے۔

خواجہ صاحبؒ کی زیارت کی بغل میں مغرب کی جانب ایک چھوٹی سی کوٹھری ہے جسمیں خواجہ صاحبؒ کے چھوٹے بھائی خواجہ اسحٰق قاریؒ ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو کر چلہ کاٹتے تھے۔ اس کوٹھری کے اردگرد خواجہ صاحبؒ کے ایک عقیدت مند شہی ڈار نے کوئی ڈیڑھ سو سال پہلے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ مذکورہ کوٹھری آجکل اسی مسجد کے اندر موجود ہے۔ اس مسجد کی چھت میں لگے لکڑی کی کشتی کے ایسے تختے بھی موجود ہیں جن کے متعلق روایت ہے کہ خواجہ حسن قاریؒ اس کشتی میں بیٹھ کر سفر کیا کرتے تھے[18]

قرأت اور تجوید میں مہارت حاصل ہونے کے علاوہ خواجہ صاحبؒ کو عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں دستگاہ حاصل تھی۔ بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق وہ شعر بھی کہتے تھے۔ معرفت اور تصوف کے بارے میں انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ انکے ایک معاصر تذکرہ نگار حضرت بابا علی ریشہؒ نے خواجہ صاحبؒ کی تصنیف و تالیفات کے بارے میں یوں لکھا ہے:۔

"در بیان معرفت نسخۂ چند ترتیب دادہ و از مقامات مرشد خود نیز ذکر ہا فرمودہ"[19]

آگے چل کر بابا صاحبؒ نے خواجہ صاحب کی ایک تصنیف "رسالۂ قائد السالکین" کا یوں ذکر کیا ہے:

"اکثر جناب حضرت مخدوم الیشا نرا قائد سالک نام نہادندی و رسالۂ قائد السالکین

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نام تصنیف از ایشانست" [۲۰]

البتہ بابا حیدر تیلہ مولیؒ نے واضح الفاظ میں انکی صرف ایک تصنیف "راحت الطالبین" کا نام لیا ہے جسکے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب حضرت مخدوم پاکؒ کے حالات و مکاشفات اور ریاضات سے متعلق ہے، وہ رقمطراز ہیں :

" خواجہ حسن قاری کہ صاحب تصنیف نسخۂ راحت الطالبین است و در آن از تصوف واذکار وافکار و مراقبات و مشاغلات ..... از ہر کدام چیزی مذکور کردہ [۲۱]

"تذکرۃ العارفین" کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ صاحبؒ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن کا آجکل سراغ نہیں ملتا۔ خوش قسمتی سے خواجہ صاحبؒ کی "راحت الطالبین" کا کم از کم ایک قلمی نسخہ جموں وکشمیر محکمہ تحقیق واشاعت کے مخطوطات سیکشن میں زیر شمارہ ۵۰۱ محفوظ ہے جو کہ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ "راحت الطالبین" صرف بائیس اوراق پر مشتمل تصنیف ہے۔ دراصل یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جسے مصنّف نے درج ذیل تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔

- فی تعلیم المبتدی لبطریق الشیخی فی الابتداء
- فی عظمتہ ولایتہ وکرامتہ رتبہ بہ شیخنا بلطف اللہ تعالیٰ
- فی الکشوف والظہور الاحوال الباطن بحکمتہ اللہ تعالیٰ

"راحت الطالبین کی فصلِ اوّل" پیر طریقت کے ہاتھوں سالک مبتدی کی ابتدائی تعلیم و تربیت" کے بارے میں ہے۔ اس فصل میں خواجہ صاحبؒ راہِ سلوک میں گامزن ہونے والے سالک کو اُن لازمی اصول وضوابط سے آگاہ کرانا چاہتے ہیں جو حصولِ حق کے لئے ممد و مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ اس باب میں سالک کی راہنمائی کے ضمن میں قارئین سلسلۂ سلطانیہ کے عقائد و آراء، تعلیمات اور اذکار وافکار سے آشنائی حاصل کر لیتے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مرشد کو سالک مبتدی کی تعلیم و تربیت کرتے وقت ذہن نشین ہونا چاہیئے کہ جب کوئی طالب اُسکے پاس تربیت کی غرض سے آئے تو سب سے پہلے اُسے قرآن کی تلاوت سکھائے۔ قرآن کی تلاوت میں اس قدر اسکی تربیت کرے کہ اُسے قرآن ازبر ہو۔ اُسے لکھنا سکھائے تاکہ وہ لازمی علوم سے آشنائی حاصل کر سکے۔ اسکے بعد سالک مبتدی کو تفسیرِ قرآن اور تصوّف کی کتابیں جیسے عوارف المعارف اور عین العلم پڑھنے کی طرف مائل کرے اور پھر اسے سلوک کی راہنمائی کرے۔

خواجہ صاحبؒ کے مطابق جو سالک گلشن طریقت کی خوشبو سے اپنے دل و دماغ کو معطر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرنا چاہتا ہو اُسے چاہیئے کہ وہ لازمی طور پر شریعت محمدیؐ کا پابند ہو اور شریعت کے احکام پر اس طرح عمل کرتا ہو کہ اسکے اعمال کی آبیاری سے گلستانِ شریعت سرسبز و شاداب ہو جائے ورنہ معرفت کے پھل اسکے لئے شیریں اور لذیذ ثابت نہیں ہو سکتے۔

راہِ سلوک میں گامزن ہونے والے سالکِ مبتدی کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ پیرِ طریقت کے احکام پر ثابت قدم رہے کیونکہ پیرِ طریقت ہی سالک کو سلوک کی بھول بھلیوں سے نکالکر تجلّیٔ حق تک رہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا سالک کو چاہیئے کہ وہ پیرِ طریقت کی اطاعت میں استقامت کا مظاہرہ کرے اور اس کے ہی حکم پر سرِ تسلیم خم کرے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اسکے حکم پر اپنی جان تک نثار کرنے کے لئے آمادہ رہے۔ سالک اپنے آپ کو مرشد کے ہاتھوں میں ایک مردہ تصوّر کرے کہ مردہ (لاش) کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہوتا اور اسکی تجہیز و تکفین کرنے والا جیسے بھی چاہے اس کے ساتھ کر سکتا ہے، عین اسی طرح ایک سالک کو اپنا سارا اختیار اپنے مرشد کے ہاتھوں میں سونپ دینا چاہیئے تاکہ وہ آبِ ریاضت سے اسکے مکدّر دل کو دھو ڈالے اور اُسے ذکرِ الٰہی کی شمع سے روشن کرے۔ غرض یہ کہ سالک اپنے آپ کو ایسی کشتی تصوّر کرے جسے سمندر کے طوفان نے گھیرا ہو۔ اس کشتی کو ساحل سے ہمکنار کرنے کے لئے ایک ایسے ناخدا کی ضرورت ہے جو اُسے طوفان سے نکال کر صحیح سلامت کنارے تک لا سکے۔ سلوک میں ناخدا کا رول پیرِ طریقت انجام دیتا ہے۔

پیرِ طریقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے بعد سالک کو حصولِ معرفت حق کے لئے پہلے اپنے نفس کو پہچاننا اور نفسانی خواہشات پر قابو پانا ضروری ہے۔ خواجہ صاحبؒ سالک کو سیپی صفت بننے کی تلقین کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس طرح پانی کے ایک قطرے پر قناعت کرکے سیپی موتی میں تبدیل ہوتی ہے اُسی طرح سالک اپنے اندر خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرے اور معرفتِ حق سے لطف اندوز ہو۔ تاہم سلوک کے احوال کسی پر فاش نہ کرے۔

خواجہ صاحبؒ کے بقول تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے بعد سالک سے بعض چیزیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اور وہ یوں ہیں:

• اخلاص • صبر • قناعت • تواضع • رضا • تحمل • توکّل • صداقت • کرامت • مروّت • قنوت • فرصت • سخاوت • شجاعت • جود • حیا • علم۔

خواجہ صاحب مندرجہ بالا اصطلاحات کی شرح اجمالی طور پر یوں کرتے ہیں:۔

• اخلاص یہ ہوتا ہے کہ دوست اور دشمن کے ساتھ نیکی کی جائے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

- صبر یہ ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے جو نیکی یا بدی نازل ہو اُس کے لئے گلہ شکوہ نہ کیا جائے۔
- قناعت یہ ہے کہ جو کچھ عالم غیب سے ملے اُس پر راضی رہیں۔
- تواضع یہ ہے کہ ہر خاص و عام کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے۔
- رضا یہ ہوتا ہے کہ اپنی جان قضا و قدر کے حوالے کی جائے۔
- تحمل یہ ہے کہ حوادث روزگار سے جو کچھ میسر ہو اس کو صبر و اطمینان کے ساتھ برداشت کیا جائے۔
- توکل یہ ہے کہ تنگدستی، عسرت اور فاقہ سے خائف نہ ہوں۔
- صداقت یہ ہے کہ زبان سے جو کچھ کہا جائے اُس پر یقین ہو اور کسی کی مبالغہ کے ساتھ تعریف نہ کی جائے۔
- کرامت یہ ہے کہ کسی کو آزردہ خاطر نہ کیا جائے اور کسی کا دل نہ توڑا جائے۔
- فتوت یہ ہے کہ خدا کے کام میں مردانگی اور شجاعت یعنی بہادری کا مظاہرہ کیا جائے۔ اور خدا کے بغیر کسی سے خائف نہ ہوں۔

اگر تیغ عالم بجنبد ز جای　　نبرد رگی تا نخواہد خدای

- سخاوت یہ ہے کہ مال و متاع کو محتاجوں میں بانٹا جائے۔
- شجاعت سے مراد یہ ہے کہ خدا کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے سے دریغ نہ کیا جائے۔

راحت الطالبین کی فصل دوم میں خواجہ صاحب نے حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیریؒ کے مقامات اور صوفیاء میں انکے مرتبہ پر بحث کی ہے۔ زیر نظر فصل میں بعض ایسے اولیائے کرام کے نام بھی درج ہیں جنہوں نے ہندوستان، ایران اور وسط ایشیا جیسے دور و دراز علاقوں سے مہاجرت اختیار کر کے حضرت سلطان العارفینؒ کا تقرب حاصل کیا۔ ان میں سے کئی ایسے بھی ہیں جنہوں نے حضرت مخدومؒ سے تلمذ کیا۔ ان میں سے بطور مثال میر محمد سعید سمرقندی (برگ ۱۵۴ ب)، خواجہ مشتاق شیرازی (برگ ۱۵۴ ب) شیخ عبدالصمد ملتانی (برگ ۱۴۹ ب) وغیرہ شامل ہیں۔ اس فصل میں حضرت مخدوم پاکؒ کا مرتبہ متعین کرنے کے لئے خواجہ صاحبؒ نے انکے بعض خوارق عادات اور کشف و کرامات کو بھی درج کیا ہے۔

"راحت الطالبین" کی تیسری فصل میں خواجہ صاحب نے حضرت مخدومؒ کے باطنی کمالات و کرامات پر بحث کی ہے۔ اس فصل کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ حضرت مخدومؒ کے کشف و کرامات

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بیان کرنے کے ضمن میں خواجہ صاحبؒ نے اپنے مرشد طریقت کے عقیدت مند خلفاء کے حالات نہایت اجمال کے ساتھ درج کئے ہیں۔ جن خلفاء کے تذکرے اس باب میں درج ہیں۔ انکے اسمائے گرامی یوں ہیں:

- حضرت ہردی بابا ریشیؒ
- خواجہ زین علیؒ
- حضرت بابا داؤد خاکیؒ
- خواجہ یوسفؒ
- حضرت شیخ حیدر تیلہ مولیؒ
- شیخ شمسی کامراجیؒ
- حضرت روپی ریشیؒ
- حضرت میر سید قاسم رانیواریؒ
- شیخ احمد چاگلیؒ
- میر سید سکندر پوریؒ
- حضرت خواجہ اسحاق قاریؒ
- حضرت خواجہ شریف کولؒ
- حسن قاری بلدیمریؒ

مندرجہ بالا خلفاء کے علاوہ جو صوفیائے کرام حضرت مخدومؒ کی خدمت میں تشریف لے جاتے تھے اور انکے عقیدت مند تھے اُن میں سے چند ایک کے نام یوں ہیں:۔

- خواجہ بہادر گنائی (برگ ۱۴۹ الف)
- خواجہ موسیٰ بقال (برگ ۱۵۶ ب)
- حاجی شریف (برگ ۱۵۸ الف)
- میاں مانک شاہ مجذوب (برگ ۱۵۹)
- خواجہ میرم سکندر پوری (برگ ۱۵۸ ب)

"راحت الطالبین" کا فارسی متن آج تک شائع نہیں ہوا ہے۔ اس کتاب کے قلمی نسخے بھی بہت کم یاب ہیں۔ اس کا جو مخطوط خط نستعلیق میں مخطوطات سیکشن محکمہ تحقیق و اشاعت میں محفوظ ہے، اس میں کافی غلطیاں موجود ہیں۔ اس نسخہ کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

"الحمد للہ الذی ھو المطلوب الطالبین (الاغبین) والمنہ ....[۲۳]

اس کی آخری عبارت یوں ہے:

"این نسخہ راحت الطالبین من الہجرت سنہ اثنا و ثمانین و تسع مائۃ (باتمام) یافت
۹۸۲ھ
واللہ اعلم بالصواب"[۲۴]

"راحت الطالبین" ۹۸۲ھ میں مکمل ہوئی ہے یعنی خواجہ صاحبؒ نے یہ کتاب حضرت مخدومؒ کی وفات سے دو سال قبل تصنیف کی۔ اسلئے اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ یہ کتاب حضرت مخدومؒ کی نظروں سے بھی گذر چکی ہوگی۔ یہ بھی بعید نہیں کہ "راحت الطالبین" حضرت مخدومؒ کے اُن خلفا کے زیر مطالعہ رہی ہو، جنہوں نے اسکے بعد کتابیں تصنیف کیں — ان میں ہدایت المخلصین، تذکرۃ المرشدین اور تذکرۃ العارفین

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

"راحت الطالبین" ایک مختصر کتاب ہونے کے باوجود کشمیر میں متصوفانہ فارسی نثر کی پیش رفت میں ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی زبان شستہ اور رواں ہے۔ کتاب کے اکثر و بیشتر حصے میں حضرت مخدومؒ اور انکے خلفا کے کشف و کرامات کی تفصیل درج ہے جس کی بدولت اگر اس کتاب کو تذکرہ کے نام سے بھی موسوم کیا جائے تو بجا ہوگا۔ اسلوب نگارش سادہ اور بے پیرایہ ہے۔ عبارات میں کوئی الجھاؤ نہیں اور نہ ہی سبک ہندی کی نگارشات کی طرح اس میں خیال بافی یا پیچیدہ تشبیہات و استعارات ہیں۔ مصنف نے مغلق الفاظ اور دور از ذہن اصطلاحات سے اجتناب کیا ہے۔

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ خواجہ صاحبؒ شعر و شاعری کا بھی مذاق رکھتے تھے۔ تاہم کسی بھی تذکرے میں ان کا نمونۂ کلام درج نہیں۔ خواجہ صاحبؒ کے اشعار کا ایک بڑا حصہ انکی تصنیف "راحت الطالبین" میں درج ہے۔ جو انہوں نے مختلف موقعوں اور حالات سے متاثر ہو کر کہے ہیں۔

"راحت الطالبین" میں شعر و شاعری کے جو نمونے دستیاب ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی شعر و شاعری کو مذہبی اور دینی معاملات کے دائرے تک ہی محدود رکھا تھا۔ ان کے عمدہ اشعار وہی ہیں جن میں انہوں نے راہِ سلوک میں حائل مشکلات اور مرشد طریقت کے روحانی کمالات اور مقامات کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ شعر کے رشتے میں پرویا ہے۔ بطور مثال درج ذیل چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

شمّۂ گویم ز وصفِ سرِّ خویش — من چہ دانم گفت اندر پیر خویش
شکر حق از بسکہ پیری قطب حق — دل گرفت از بخت خوشی تاثیر خویش
غوث الاعظم خواند اورا خود خدای — نورِ حق بارید از تنویر خویش
در عطا و جود او راہست گنجی معرفت — با ہمہ کس لطف خواہد می کند تقصیر خویش
در عرفان، در ایقان، در عشقِ او، در شوق او — از کلام گنج وحدت میکند تقریر خویش
خانۂ دل کرد خالی از ہمہ ماسوی او — فرش عشق حق گسترد در دل تعمیر خویش
فیض پاکش جن و انس و ہم ملایک میبرند — نفس ظالم ہم شیطان دید از تحریر خویش
ہر چہ اندر کائناتست در دلش اعیان بود — یک نگاہش زر بسازد جملہ را اکسیر خویش
سربلندی ہم چو ہمراہ یافتہ مخدوم من — از کمالِ لطف ایزد یافتہ تقدیر خویش
او بحق محبوب ہست و ہم خدا محبوب اوست — شیخ حمزہ شیخ اعظم مفخر ند [ ] خویش
ای حسن ہر دو گنجی از یقین و معرفت — در پذیر از گنج اورا دور کن [ ] خویش[۲۵]

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک اور منقبت جو خواجہ صاحبؒ نے حضرت مخدومؒ کی مدح میں کہی ہے، کے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمایئے ؎

از نسیم گلستانِ ذکر پیر — ایں کتابم پر گلاب و عنبرست
غوث اعظم آمدش از حق ندا — شیخِ ما کہ شیخ حمزہ برترست
از حسن یک نکتۂ احسن شنو — پیرِ ما در ہر دو عالم اطہرست[۲۶]

خواجہ صاحبؒ کا کلام تصوف و عرفان، عشق و سرمستی اور پند و نصایح سے مملو ہے۔ اس میں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کا ایک الٰہی پیغام ملتا ہے جو مسلمانوں کو اسلامی فرائض انجام دینے اور اپنی عاقبت سنوارنے کے ساتھ ساتھ عبادات و ریاضات میں مشغول ہونے کا درس دیتا ہے۔

شیوہ مستان رحمان دیگرست — خرقۂ رندان سبحان دیگرست
بہر وصل یار ہر دم (نالہ زار) — فرقۂ اللہ گویان دیگرست
در دو عالم ہر کہ غیرِ حق بجست — کافرست آن و مسلمان دیگرست
ترکِ جنت، ترکِ دنیا، ترکِ دین — این چنین کس ای جوانان دیگرست
گوہر عرفان ز گنج دل بجو — ای حسن ویرانہ جان دیگرست

عشق و عاشقی اور ہجر و وصال سے متعلق راحت الطالبین میں درج ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے ؎

ہر کرا این عشق بازی در ازل آموختند — تا ابد در جان او شمعی ز عشق افروختند
واندلی را گر برای وصل او افروختند — ہم چو بازش از دو عالم دیدگان بر دوختند
پس در این منزل چگونہ تاب ہجر آرند بار — بیدلانی کاندرین منزل بوصل آموختند
لاجرم چون شمع گاہ از ہجر او بگداختند — گاہ چون پروانہ ز شمع وصالش سوختند

خواجہ صاحبؒ کے وہ اشعار جو عشق و عاشقی سے متعلق ہیں دراصل انکے اشعار کے عمدہ نمونے ہیں۔ ایسے اشعار میں وہ عام طور پر اپنا ذاتی درد و غم، سوز و گداز اور ہجر میں گذارے جانے والے لمحات کا نہایت مؤثر انداز میں ذکر کرتے ہیں۔ درج ذیل چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں ؎

شمع عشقی از دلم افروختست — نخلِ تن را تا سراپا سوختست
چشم من از ہر دو عالم غیرِ دوست — کس ندید از غیر تم بر دوختست
من نگفتم این چنین پیرم نگفت — علم او طفل دلم آموختست

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مست باش و ہرچہ گوئی مست شو — این خیالی گر بجور دوستست
عاشقان و عارفان فتویٰ زدند — ہر کہ عاشق نیست او یک گوشتست
ای حسن غافل مشو از حسن دوست — تا تو خود ہرگز نباشی اوستست[۲۷]

"راحت الطالبین" میں خواجہ حسنؒ کے اکثر اشعار حضرت مخدومؒ کی مدح میں ہیں۔ ان میں ہر جگہ خواجہ صاحب نے اپنا تخلص حسن لکھا ہے۔ حضرت مخدومؒ کی مدح میں کہی ہوئی ایک طویل منقبت کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

بترس از باطن مخدوم زینہار — بدوزخ میگیرند چون موم در نار
ہر آنکس منکر مخدوم باشد — بہ نزد ہر ولی مردود ہم خوار
ز صحبت منکران او حذر کن — ز سگ ناپاکتر باشد و مردار
مشو منکر بطلب آستانش — کہ گردی در دو عالم بس گرفتار
ہر آنجمعی کہ منکر شان مخدوم — بدان از پشت شیطانند صد بار
سراپا غرق لعنت باد منکر — در این دنیا چو شیطان ہم دران دار
ز جان و دل بیا مخدوم گویان — بذکر و فکر خاطر با قرار
کہ غوث اعظمش خود خواند اللہ — بروز یکہزارش را و یکبار
بزن چنگ از دل و جانش بدامان — ز شیخان شیخ حمزہ تو مگذار
حسن در معرفت شد چشم بینا — چو کحل خاکپایش کرد یکبار[۲۸]

خواجہ حسن سات قراتوں کے ماہر، عالم دین اور سلسلہ سلطانیہ کے اہم ارکان میں شامل تھے۔ انہوں نے اشاعت اسلام کے سلسلے میں حضرت مخدومؒ کے ہمراہ کشمیر کے طول و عرض میں بہت سے سفر کئے۔ وہ ایک مدت تک موضع شیوا میں رشد و ارشاد میں مشغول رہے۔ اس زمانے میں انہوں نے بہت سے خلفا کی تربیت کی۔ رات دن ریاضت میں رہتے ہوئے بھی وہ اپنے اور اپنے عیال کی کفالت کے لئے محنت کرتے اور اپنے ہاتھ سے کماتے تھے اور اس کو متاع بے بہا سمجھتے تھے۔ انکی فراخ دلی اور مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی شخص ان کے دستر خوان سے بھوکا نہیں اٹھتا۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ ایک بار وہ حضرت مخدومؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک صوفی داخل ہوئے اور حضرت مخدومؒ سے عرض کیا کہ ہندوستان کے درویشوں کی ایک جماعت آئی ہے۔ انکی رہائش اور خورد و نوش کا بندوبست کیا جائے۔ حضرت مخدومؒ نے انہیں مسجد جامع میں بیٹھنے کا حکم دیا اور خواجہ صاحب کے ساتھ انکے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خورد و نوش کے بارے میں مشورہ کرنے لگے کہ خواجہ صاحب اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے کچھ کپڑے فروخت کئے جتنی نقدی حاصل ہوئی وہ حضرت مخدومؒ کے دست مبارک پر رکھ دی اور چالیس دن تک مہمانوں کے خورد و نوش کا انتظام اپنے ذمے لیا۔[29]

خواجہ صاحب کی پرہیزگاری اور زہد و تقویٰ اس پائے کے تھے کہ وہ تصفیہ نفس اور تزکیہ قلب کے علاوہ تطہیرِ بدن کے لئے روزانہ سات بار غسل کرتے۔ جاڑے کی سردی ہو یا موسم گرما میں سورج کی تمازت، وہ غسل کرتے۔ سردیوں کے موسم میں جب پانی یخ سے جما ہوا ہوتا تھا خواجہ صاحبؒ یخ توڑ کر غسل کرتے اور ریاضت میں محو ہو جاتے۔ صاحب واقعات کشمیر کے بقول خواجہ حسن فنا فی الشیخ کے درجے تک پہنچے تھے۔ حضرت مخدومؒ کو ان کا خاص خیال تھا۔ کمال اعتقاد رکھنے کی وجہ سے خواجہ صاحب ہر کام کے آغاز میں بسم اللہ اور یا حضرت مخدوم کہتے جسکی وجہ سے انہیں کافی معنوی فائدے نصیب ہوئے۔[30]

●

حواشی و تعلیقات

۱۔ راحت الطالبین از خواجہ حسن قاری برگ ۱۵۲ الف
مخطوطہ مملوکہ محکمہ تحقیق و اشاعت، کشمیر یونیورسٹی شمارہ ۵۰۱

۲۔ ایضاً برگ ۱۶۲ الف، واقعات کشمیر ص ۱۲۲ میں درج ہے کہ خواجہ حسن قاری قریہ چندہ پور کھاور پارہ کے رہنے والے تھے۔

بلدیمر کا علاقہ آج کل صفاکدل اور نواکدل کے درمیان میں بریڈی مرنام سے مشہور ہے۔ یہاں پر ایک ہندو راجہ راج دیو (۱۲۱۳-۱۲۳۶ء) کے زمانے میں بلدی چندرن نے اپنے نام پر بلدی مٹھ نام کی ایک سرائے برہمنوں کے لئے تعمیر کرائی تھی۔ اسی سرائے کے نام کی مناسبت سے اس محلے کو بلدیمر کہتے تھے۔ ——— کاشر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱ ص ۷۴
مطبوعہ جموں و کشمیر کلچرل اکادمی ۱۹۸۶ء

۳۔ چلپلتہ العارفین از خواجہ اسحٰق قاری برگ ۲ الف مخطوطہ مملوکہ محکمہ تحقیق و اشاعت نمبر ۵۰۰

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

۴۔ ہدایت المخلصین از بابا حیدر تیلہ مولی برگ ۱۱۲ الف مخطوطہ مملوکہ محکمہ تحقیق واشاعت نمبر ۱۹۷

۵۔ ریاض الاخیار (اردو ترجمہ اسرار الابرار از مشکواتی) ص ۲۶۹

۶۔ ہدایت المخلصین برگ ۱۱۲ الف

۷۔ تذکرۃ العارفین از بابا علی رینہ، برگ ۲۳۵ الف و ب نسخہ مملوکہ کلچرل اکادمی

۸۔ واقعات کشمیر ص ۱۲۲ مطبوعہ، حرز المبین (اردو ترجمہ دستور السالکین) ۲/۱۶۶ مطبوعہ،

۹۔ ہدایت المخلصین برگ ۱۱۱ ب ۱۰۔ تذکرۃ العارفین برگ ۲۳۶ ب

۱۱۔ چل چلتہ العارفین برگ ۵ الف، تذکرۃ العارفین برگ ۲۳۶ ب

"واقعہ نویسی" کی تفصیل خواجہ اسحٰق قاری کے ضمن میں درج ہے۔

۱۲۔ حرز المبین ۲/۱۶۷، ۱۶۹ ۱۳۔ ریاض الاخیار ص ۲۶۹

۱۴۔ تذکرۃ العارفین برگ ۲۳۹ الف و ب ۱۵۔ ریاض الاخیار ص ۲۷۰ ۱۶۔ ریاض الاخیار ص ۲۷۰

۱۷۔ کاشر النسائیکلوپیڈیا جلد ۲ ص ۱۱۷ مطبوعہ کلچرل اکادمی سرینگر

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ تذکرۃ العارفین برگ ۲۳۵ ب ۲۰۔ تذکرۃ العارفین ۲۳۶ الف

۲۱۔ ہدایت المخلصین، برگ ۱۱۱ ب

۲۲۔ خواجہ حسن قاری نے راحت الطالبین برگ ۱۶۱ الف میں حضرت مخدومؒ کے خلفاء کی یہی فہرست درج کی ہے۔

۲۳۔ راحت الطالبین برگ ۱۴۰ الف ۲۴۔ راحت الطالبین برگ ۱۶۲ الف

۲۵۔ راحت الطالبین برگ ۱۴۸ ب آخری دو اشعار کے قوافی اچھی طرح سے پڑھے نہیں جا سکتے۔

۲۶۔ راحت الطالبین برگ ۱۵۰ الف ۲۷۔ راحت الطالبین برگ ۱۴۵ ب

۲۸۔ راحت الطالبین برگ ۱۵۷ الف و ب ۲۹۔ تذکرۃ العارفین برگ ۲۳۸ ب

۳۰۔ واقعات کشمیر ص ۱۲۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد صدیق نیازمند

حضرت خواجہ اسحاق قاری رحمۃ اللہ علیہما

خواجہ اسحٰق قاریؒ کا شمار کشمیر کے برگزیدہ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام میں ہوتا ہے۔ وہ ایک پرہیزگار عارف، صاحب نظر صوفی، اعلیٰ پایہ ادیب و مفکر اسلام اور علمِ تجوید کے ماہر تھے۔ حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومؒ کے برگزیدہ خلیفہ ہونے کے ناطے وہ کہکشانِ سلطانیہ کے تابناک ستارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے "چلچلۃ العارفین" تصنیف کرکے تصوف و عرفان کی جو قندیل روشن کی وہ بلاشک و تردید آج کل کے مادہ پرست دور میں بھی طالبانِ حق کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوسکتی ہے۔

اپنے زمانے میں خواجہ صاحبؒ، قاری کے لقب مشہور تھے البتہ ان کے معاصرین میں سے حضرت بابا داؤد خاکیؒ نے لکھا ہے کہ اُن کا لقب حلیم تھا۔ فرماتے ہیں ؎

از کمالِ تربیت با خواجہ اسحاق حلیم
گشتہ ملہم مخبر و مانع زما اضمر شد است[1]

خواجہ صاحبؒ کی زندگی کے حالات تفصیل کے ساتھ تذکروں میں نہیں ملتے۔ البتہ انکی زندگی کے بارے میں انکی تحریر کردہ کتاب "چلچلۃ العارفین" میں بعض خفیف اشارے ملتے ہیں جن سے انکے خاندان، مسکن یا جائے پیدائش و سکونت پر تھوڑی سی روشنی پڑتی ہے۔[2] "چلچل العارفین" کے مطالعے سے معلوم

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوتا ہے کہ خواجہ اسحٰق ایک علم پرور اور ادب نواز گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ علم و ادب کی سرپرستی اور دینی علوم کی آبیاری کرنا ان کے خاندان میں عرصے سے جاری تھا۔ چنانچہ اس خاندان سے خواجہ حسن قاریؒ اور خواجہ اسحٰق قاریؒ جیسے دو اعلیٰ پایہ کے فنکاروں کا بیک وقت پیدا ہو کر کشمیر کے آسمانِ ادب پر جگمگانا اس کی بہترین دلیل ہے۔ خواجہ صاحبؒ شہر سرینگر میں بلدیمر کے علاقے میں رہائش پذیر تھے۔[۳] یہیں پر پیدا ہوئے، پلے بڑھے، نشو و نما پائی اور یہیں پر ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی۔ اگرچہ اپنے بھائی خواجہ حسن قاریؒ سے ایک سال عمر میں چھوٹے تھے لیکن عقل و فراست، زہد و تقویٰ، علم و ادب اور ریاضت و پرہیزگاری میں اُن سے گوے سبقت لے گئے۔

خواجہ صاحب ایامِ طفولیت سے ہی حضرت سلطان العارفینؒ کے ارادت مند تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں اُن کا قوت حافظہ کمزور تھا اسلئے انہیں آسانی سے قرآن شریف ازبر نہیں ہوتا تھا۔ اگرچہ انہوں نے اپنے استاد سے کئی بار التجا بھی کی تھی کہ اسکے لئے کوئی علاج یا تدبیر وضع کریں لیکن انکی تمام کوششیں اور تدابیر ناکام ہوگئیں۔ اسکی اطلاع جب انکی والدہ کو ملی تو وہ خواجہ صاحب کو حضرت مخدوم پاکؒ کی خدمت میں لے گئیں۔ حضرت مخدومؒ اُس وقت نماز عشا کے بعد طعام تناول فرما رہے تھے۔ طعام سے فارغ ہو کر جب حضرتؒ نے ہاتھ دھوئے تو خواجہ کی والدہ سے بغیر استفسار کئے انہیں اپنے قریب لانے کے لئے کہا۔ جب خواجہ صاحب نزدیک آئے تو حضرت مخدوم پاکؒ نے طشتری میں سے تھوڑا سا آبدست اٹھا کر انکے منہ میں ڈالدیا اور یہ دعا فرمائی "رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقہ قولی رب زدنی علما"۔ اسکے بعد جب خواجہ صاحب اپنی والدہ کے ہمراہ گھر پہنچے اور حسبِ عادت قرآن کھولا اور تلاوت کرنے لگے تو جو کچھ ہوا اسکے متعلق خواجہ صاحب خود یوں لکھتے ہیں:۔

"میں نے دیکھا کہ مصحف مجید ابتداء سے آخر تک مجھے یاد ہو چکا تھا اور اسکے قواعد و ضوابط بھی مجھے اچھی طرح سے یاد ہو چکے تھے۔ اگلے دن جب میں اپنے استاد کی خدمت میں گیا قرآن کھول کر انہوں نے جہاں کہیں بھی مجھے تلاوت کرنے کا حکم دیا میں خدا کے فضل سے آسانی کے ساتھ اسکی تلاوت کر سکتا تھا۔ مجھ میں اچانک تبدیلی دیکھ کر میرے اُستاد حیران ہو گئے۔"[۴]

خواجہ اسحٰق قاریؒ اور انکے بھائی خواجہ حسن قاریؒ نے اپنے زمانے کے ایک جیّد عالم مخدومی حاجی احمدؒ سے جو ہفت قرأت میں ممتاز تھے، دینی علوم اور خاص طور پر قرأت سیکھی۔ رفتہ رفتہ دونوں بھائیوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کو اس میں اتنی مہارت حاصل ہو گئی کہ دونوں قاری کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ چلچلتہ العارفین میں خواجہ صاحب لکھتے ہیں :۔

غرضیکہ بعد از تحقیق و تشخیص قواعد قرأۃ برادر عزیز خواجہ حسن قاری نیز درین علم کامل گشتہ، لہٰذا مشہور بلقب قاری و معروف بآن گشتیم" ۵

حضرت مخدوم پاکؒ کے مرید بننے سے قبل خواجہ اسحٰق ایک مجذوب درویش کے عقیدت مند تھے۔ مذکورہ مجذوب چوری چھپے ایسے کام بھی کرتا تھا جو شرعاً جائز نہیں تھے۔ وہ اکثر بھنگ اور افیون پیتا تھا۔ اس کا اثر خواجہ صاحب پر بھی پڑا تھا۔ جب خواجہ صاحب حضرت مخدوم پاکؒ کے پاس تربیت کی غرض سے تشریف لے گئے تو حضرتؒ کو غیبی طور پر الہام ہوا۔ انہوں نے خواجہ صاحب کو نصیحت کی جس کو انہوں نے دل و جان سے قبول کر لیا۔ اور ناجائز کام انجام دینے سے پرہیز کیا۔

حضرت خاکیؒ "دستور السالکین" میں اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں :

"خواجہ اسحاق قاریؒ جن کا لقب حلیم تھا، کو انتہائی تربیت کی وجہ سے پوشیدہ طور اس کے ممنوع مشروب یعنی بھنگ پینے سے آقائے نامدار کو الہام ہوا اور آپ نے اُسے بھنگ پینے سے ممانعت فرمائی۔ چنانچہ مخدوم خواجہ اسحاق قاریؒ جو کہ اپنے بھائی خواجہ حسن قاریؒ کی طرح علم قرأت دیانتداری اور بردباری میں کامل تھا، اس سے پہلے کہ وہ آقائے نامدار کی صحبت سے مشرف ہو کسی مجذوب درویش یا قلندر کی صحبت میں رہا کرتا تھا اور اس کی پیروی کرتے ہوئے پوشیدہ بھنگ پیتا تھا اور اس کو بڑا کام تصور کرتا تھا.... جب پختہ اعتقاد کے ساتھ اپنے بھائی کے ہمراہ اس نے اس مرشد کامل کی خدمت میں آنا شروع کیا۔ آقائے نامدار کو کمال تربیت اور انتہائی توجہ سے جو کہ ان کو خلوص والے ملاقاتیوں کے ساتھ ہے۔ خواجہ اسحاق مذکور کے بارے میں الہام ہوا کہ اس خواجہ کو فرما دیجئے کہ کیوں پوشیدہ طور بھنگ پیتا ہے۔ حالانکہ وہ خلاف شریعت اور حرام ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس سلسلۂ شریف میں اس کی تربیت اُن مرشدوں کے ذریعہ، جو کہ سب شریعت کے زیور سے آراستہ تھے، ہو تو پھر اُسے چاہیئے کہ اس سے اور اس کے بغیر تمام ممنوعہ چیزوں سے توبہ کرے۔ جب اس کلام سے خواجہ مذکور کو خبر دی گئی بہت خوش ہوا اور آقائے نامدار کی کرامت کا اقرار کیا۔ اس کے بعد خواجہ مذکور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کو تسلی و تشفی ہوئی اور اس نے (بھنگ پینے اور) تمام ممنوع چیزوں سے توبہ کی اور مرید بن گیا۔"[۶]

اس واقعہ کی تفصیل "چلچلتہ العارفین" میں یوں درج ہے :-

"راقم الحروف (اسحاق قاری) اس ملک کے ایک مجنون صفت درویش کی خدمت میں پوشیدہ طور پر جایا کرتا تھا اور اس کا بڑا معتقد تھا۔ وہ مجھ سے نقد و جنس حرام و حلال ماکولات و مشروبات طلب کرتا اور میں کافی کوششوں کے بعد اسکی فرمائشوں کو پورا کرتا تھا۔ وہ بعض اوقات مُسکر جیسے بھنگ، افیون اور دوسری مفرحات بھی پیتا تھا جسکے پینے کے بعد وہ مست ہو جاتا اور مستی کے عالم میں بہت سے کشف و کرامات کا دعویٰ بھی کرتا تھا۔ اس سے میرا اعتقاد اُس پر اور بھی بڑھتا تھا۔ راقم اُس زمانے میں حضرت مخدومؒ کی خدمت میں بہت کم جایا کرتا تھا۔ میرے چھوٹے بھائی خواجہ یوسف کے بغیر اور کسی کو یہ واقفیت نہ تھی کہ میں اس مجنوں درویش کے پاس جایا کرتا ہوں۔ مجنون درویش مجھے بھی مجبور کرتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اسحاق بھنگ پی لو تاکہ اسرار نہانی تجھ پر فاش ہو جائیں اور اللہ کا قرب آسانی سے نصیب ہو۔ مجھے جب اصرار کرتا رہا تو ایک دن میں نے عزم جزم کر لیا کہ اس مجنون کا طریقہ اپنا لوں اور اس پر عمل کروں۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ میں اس فعل کا مرتکب بھی ہوا۔ بھنگ پی کر میں مست و مدہوش پڑ گیا۔ اسی بدحواسی کے عالم میں میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم پاکؒ حاضر ہوئے اور عصا کا ایک ضرب میرے سینے پر اور دوسرا ضرب اُس مجنون کے سر پر مارا۔ ضرب لگتے ہی میں ہوش میں آیا۔ دیکھتا ہوں کہ واقعی اُس مجنون کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور میرے سینے پر ایک زخم لگا تھا۔ شام کو جب گھر پہنچا تو کافی شرمندگی اُٹھانا پڑی۔ اس خوف کی وجہ سے میں روحانی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ جو واقعہ پیش آیا اُسکے بارے میں کسی کو واقف نہیں کیا۔ دوسرے دن جب میرے بھائی خواجہ حسن قاری حضرت مخدومؒ کی خدمت میں گئے، تو انہوں نے خواجہ حسن قاریؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ واپس جا کر گھر سے خواجہ اسحٰق کو بھی اپنے ساتھ ہمارے پاس لے آؤ۔ خواجہ حسن واپس گھر آئے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور مجھے حضرت مخدومؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کی بشارت سنائی۔ میں فوراً غلطاں و خیزاں حضرت مخدومؒ کی خدمت میں گیا۔ آداب بجالائے۔ انہوں نے میری نصیحت اور تربیت فرمائی۔"[۷]

خواجہ صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں ان کی والدہ نے ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ چنانچہ انکی والدہ نے انکے لئے ابتدائی استاد اور رہنما کے فرائض انجام دئے۔ والدہ نے نہ صرف انکی تربیت کی بلکہ انہیں ریاضت جیسے "کم خوردن، کم گفتن و کم خفتن" کی تلقین بھی کی اور انہیں پابندی کے ساتھ صوم و صلوٰۃ انجام دینے کی رہنمائی کی۔ واقعہ یوں ہے کہ خواجہ صاحب کی حق طلبی کا بیج انکے دل میں انکی والدہ نے ہی بویا تھا جو بعد میں حضرت سلطان العارفینؒ کے دست شفقت اور تربیت سے پھل پھول کر ایک ثمر دار درخت کی صورت میں نمودار ہوا۔[۸]

خواجہ اسحٰقؒ کے والدین حضرت سلطان العارفینؒ کے مرید اور عقیدت مند تھے۔[۹] اس سے پہلے وہ کبروی سلسلہ سے وابستہ ایک درویش کے مرید تھے۔ حضرت سلطان العارفینؒ کو اُس زمانے میں اتنی شہرت حاصل نہ تھی۔ صرف اہل دل میں سے بعض عارف ان سے واقف تھے۔ یہ درویش ایک بار خواجہ صاحب کے گھر میں موجود تھے کہ انکے بڑے بھائی خواجہ حسن قاری بیمار ہوئے۔ انکے والد صاحب نے درویش سے التجا کی کہ انکے بیٹے کے حق میں دعا کریں۔ درویش نے دُعا کی لیکن بیمار کی حالت میں سدھار نہ ہوا۔ ہر چند کہ اطبا نے بھی علاج و معالجہ کیا لیکن بیمار کا افاقہ نہ ہوا۔ خواجہ صاحب کے والد صاحب پریشانی کی حالت میں مسجد میں عجز و انکساری کرتے رہے۔ انہوں نے ایک بزرگ شخص کو مسجد کی پہلی صف میں نماز ادا کرنے کے بعد ذکر و اذکار میں محو دیکھا۔ انکے قریب گئے اور انہیں اپنے بیٹے کی بیماری سے متعلق آگاہ کیا۔ اُن سے التجا کی کہ انکے ہمراہ گھر آکر بیمار کے حق میں دعائے نیک فرمائیں۔ حضرت مخدومؒ خواجہ کے گھر تشریف لے گئے، انہوں نے اپنے دست مبارک سے بیمار کے منہ میں پانی کی چند بوندیں ڈالیں اور دعا فرمائی۔ بیمار کو ہوش آیا اور چند ہی روز میں ٹھیک ہوگیا۔[۱۰] اسی دن سے خواجہ صاحب کے والدین نے حضرت سلطان العارفینؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انکے مرید بن گئے۔

خواجہ اسحٰق قاریؒ نے قرآن و حدیث کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنی زیادہ تر توجہ قرآن ازبر کرنے کی طرف مبذول کی اور قلیل عرصے میں فرقانِ حمید حفظ کرلیا۔ اسکے بعد انہوں نے توضیح کا مطالعہ شروع کیا۔ لیکن پیرِ طریقت نے انہیں مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ کرنے کی طرف راغب کیا۔ یہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مکمل کرنے کے بعد خواجہ صاحب نے بابا داؤد خاکیؒ کا تلمذ کیا اور ان سے "عوارف المعارف" پڑھی۔ شعر و شاعری میں بھی ان سے اصلاح لیتے رہے۔ "عین العلم" اپنے بڑے بھائی خواجہ حسن کی خدمت میں رہ کر مکمل کی۔ بابا محمد علی رینہؒ سے علم حدیث میں تربیت پائی۔[11]

تصوف و عرفان میں خواجہ اسحٰق نے اکثر و بیشتر حضرت بابا حیدر تیلہ مولیؒ سے تربیت پائی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب بابا علی رینہؒ بھی بابا حیدرؒ سے تربیت حاصل کر رہے تھے۔ جب بابا داؤد خاکیؒ کو حضرت مخدومؒ کی طرف سے خلافت تفویض ہوئی تو اسوقت خواجہ اسحٰق ولایت کے درجے پر فائز ہوئے۔[12]

حضرت مخدوم پاکؒ نے خواجہ صاحب کو علوم عقلی و نقلی میں تبحر حاصل ہونے کے بعد اپنی خانقاہ میں امامت کے فرائض انجام دینے پر مامور فرمایا۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:۔

"اما فقیر در غایت بندگی سعی می نمودم تا بعد از چند گاہ امام خانقاہ خود کردند و فقیر را بخدمت امامت سرافراز فرمودند۔"[13]

حضرت بابا داؤد خاکیؒ اس واقعہ سے متعلق دستور السالکین میں یوں رقمطراز ہیں:۔

"اس کے بعد آقائے نامدار نے خواجہ اسحاق حلیم کو اس کی اچھی فرمانبرداری اور ذکر اللہ میں ہمیشہ مشغول ہونے سے انتہائی تربیت کر کے اور ظاہر و باطن میں شفقت فرما کر اپنی جماعت کا امام بنایا تاکہ اسکو یہ موقع ملے کہ وہ اکثر بار صحبت سے مشرف ہوا کرے۔ اس کے بعد صحبت کے اوقات میں جو کرامتیں اس نے دیکھ لیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔"

حضرت مخدومؒ کی خانقاہ میں امامت کے فرائض انجام دینے کے دوران خواجہ صاحبؒ کو حضرت مخدومؒ کے نہایت قریب رہ کر ان سے فیضان پانے کا موقع میسر ہوا۔ حضرت مخدومؒ کے کشف و کرامات کا عینی مشاہدہ کیا اور ان کی ریاضت و عبادت اور مکاشفہ سے متاثر ہو کر انہیں بھی طریقت کا شوق دامنگیر ہوا۔ پیر کامل کے کہنے پر برے کاموں سے توبہ کر ہی چکے تھے۔ جب حضرت مخدومؒ نے خواجہ صاحب سے فرمایا کہ صدیقوں کی توبہ میں دو اہم چیزیں ملحوظ نظر رکھنا لازمی ہیں۔ پہلی چیز ترک دنیا اور دوسری فعل عملی۔ خواجہ صاحبؒ نے جونہی پیر کامل سے یہ بات سنی تو ان کے حضور سے اٹھ کر چلے گئے۔ جو کچھ بھی مال و متاع اپنی ملکیت میں تھا اسے غریبوں، مفلسوں اور ناداروں میں تقسیم کیا۔ حتیٰ کہ اپنی جوان سال بیوی کو بھی طلاق دی اور دل سے اسکی محبت نکال دی۔ پیر طریقت نے انکے خلوص و محبت اور ترک دنیا کے جذبے کو بھانپ لیا اور فرمایا کہ ترک دنیا تو پورا ہو گیا۔ اب فعل عملی باقی ہے جسکی ابتدا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مرشد کی خدمت سے ہوتی ہے کیونکہ مرشد ہی بارگاہ ایزدی میں رہنمائی کا ذریعہ ہوتا ہے۔[۱۵]

خواجہ اسحٰق کو حضرت مخدوم پاکؒ نے بہت سی خدمات انجام دینے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ تک وہ تخت سلیمان (پہاڑ) سے کلوخ لاکر مستراح میں رکھنے کے کام پر مامور ہوئے۔ اسکے بعد انہیں پیر طریقت نے یہ حکم دیا کہ انکے گھوڑوں کے لئے بازار سے کندھوں پر چارہ لایا کریں۔[۱۶] انہیں بھیڑ کی کھال پہنا دی گئی اور باورچی کی خدمات سرانجام دینے کا حکم ہوا۔ ایسے ادنیٰ درجے کے کام انجام دلانے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ انکے دل و دماغ سے نخوت اور غرور کو نکالا جاسکے۔ ایک مدت تک جماعت کے پیش امام تھے اور اُس زمانے میں وہ حضرت مخدومؒ کے چہیتے مقرب تھے۔[۱۷] خلوت میں وہ انکے جلیس اور سفر میں اُنکے ہمرکاب ہوا کرتے تھے۔ حضرت مخدومؒ بھی اُن کے شفیق اور مہربان تھے۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبے میں خواجہ صاحبؒ کی رہنمائی کی۔ شفیق و مہربان ہوتے ہوئے بھی حضرت مخدومؒ خواجہ صاحب کی کسی غلطی کو نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ ایک بار خواجہ صاحب سے ایسی غلطی سرزد ہوئی جو درویشوں کے حال کے مناسب نہیں ہوتی۔ حضرت مخدومؒ نے انہیں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ خواجہ کی حق طلبی کا یہ عالم تھا کہ اُنہوں نے اُف تک نہ کی[۱۸] اور نہ ہی جذبہ اور خلوص میں کوئی تبدیلی نمودار ہوئی۔

پیر طریقت نے خواجہ اسحٰق کو چہل چلہ بازار یعنی خلوت در انجمن اور چہل چلہ خلوت کے لئے مامور کیا۔ اس کے بعد ہی خواجہ صاحب نے وصول حق کی راہ پائی۔ خواجہ صاحب اپنے مرشد طریقت کے حکم پر زینہ گیر کے علاقے میں سوپور سے کوئی بارہ کلومیٹر شمال میں واقع ایک گاؤں شیوہ میں خلوت نشین ہوئے۔ خواجہ صاحب بائیس سال تک وہاں متمکن ہو کر ریاضات و عبادات میں مصروف رہے۔

خواجہ صاحب کا دل عشقِ الٰہی سے سرشار تھا۔ وہ معرفتِ حق کے حصول کے لئے گویا تڑپتے تھے۔ اُن کا دل درد و سوزِ حق سے بھرا پڑا تھا۔ وہ جہاں بھی گئے یہ درد و کرب انکے دل میں جاگزین تھا۔ ان کے سوزِ درون سے متعلق صاحب "تذکرۃ العارفین" یوں رقمطراز ہیں:

"در ہر جا کہ با ما بود بجز درد و محبتِ حق از ایشان چیزی ظاہر نگشت"[۱۹]

ایک بار خواجہ صاحب نے درد و سوز کے ساتھ آہ کھینچی۔ وہاں نزدیک ایک پتھر موجود تھا جو اسکے سوزِ درون کی تمازت سے پاش پاش ہوگیا۔ جب بابا علی ریناؒ نے اُن سے اسکے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اسوقت چونکہ میں ذکرِ اسم ذات میں مصروف ہوں جسکی تلقین مجھے اپنے مرشدِ کامل نے کی ہے مجھے ڈر لگتا ہے کہ اگر نگاہیں کسی پر ڈالوں وہ جل نہ جائے۔[۲۰]

خواجہ صاحب زندگی کے آخری ایام میں کشمیر کے بعض دوسرے علماء و فضلاء کی طرح نقل مکانی کرتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے لئے مجبور ہوئے جس کی وجہ یہ تھی کہ کشمیر میں ۹۹۳ ہجری میں جب یوسف شاہ چک کے بیٹے یعقوب شاہ چک نے عنان حکومت سنبھالی تو اُس نے بنیاد پرستی کا برملا اظہار کیا اور سنی مسلک سے وابستہ لوگوں خاص کر دانشوروں اور قلمکاروں کا قافیہ حیات تنگ کیا۔ چنانچہ قاضی موسیٰ، جو کشمیر میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے، اُس کے ناعاقبت اندیش ظلم و جبر کا شکار ہو کر شہید کئے گئے، جس کے پیش نظر بہت سے علما و فضلا کشمیر سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ خواجہ اسحٰق قاری نے کشمیر میں قتل و غارت کا خون آشام ماحول دیکھا تو انہوں نے بھی دوسرے علما کی طرح جن میں بابا داؤد خاکی، شمس الدین پال، حضرت بابا روپی ریشی، حضرت بابا میر حیدر تیلہ مولی وغیرہ شامل ہیں، کشمیر کو خیر باد کہا۔ اس ضمن میں صاحب "تذکرۃ العارفین" نے جو کچھ لکھا ہے اس کا مفہوم یوں ہے:

> ہمارے مرشد طریقت حضرت مخدومؒ کی رحلت کے بعد سرکشوں کی ایک جماعت بے لگام ہو گئی اور ہمیں تکلیفیں پہنچاتے رہے۔ ہم حضرت مخدومؒ کے سارے مرید اپنے پیر طریقت کے مرقد پر جمع ہو گئے اور اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کر لیا کہ کشمیر سے ہجرت کریں۔ بعض مرید پکھلی چلے گئے، بعض نے چکار کا رُخ کیا اور ایک بڑی جماعت شالکوٹ گئی۔ چنانچہ حضرت بابا روپی ریشی اور حضرت بابا حیدر تیلہ مولیؒ چکار تشریف لے گئے اور کچھ دنوں تک وہاں قیام کرنے کے بعد کشمیر میں مراجعت کی۔ خواجہ اسحاق قاریؒ اور بابا داؤد خاکیؒ شالکوٹ (سیالکوٹ لاہور) چلے گئے۔

جب کشمیر پر مغلوں کا تسلط ہو گیا تو حضرت محبوب العالمؒ کے خلفا، جن میں حضرت روپی ریشی میر حیدر تیلہ مولیؒ بابا داؤد خاکیؒ وغیرہ شامل ہیں اطراف و اکناف سے کشمیر واپس تشریف لائے۔ البتہ خواجہ اسحاق قاریؒ کچھ دیر تک کے لئے سیالکوٹ میں ہی فروکش تھے۔ بعد میں وہ لاہور سے ہی زیارت حرمین شریفین کی غرض سے عازم مکہ معظمہ ہوئے۔[۲۱] لاہور میں قیام کے دوران خواجہ اسحٰق قاریؒ اور حضرت بابا علی رینہؒ کے درمیان رسل و رسائل اور نامہ پیام کا تبادلہ بھی ہوتا رہا۔[۲۲]

خواجہ صاحبؒ کے سنہ ولادت کی طرح تذکروں میں انکا سنہ وصال بھی درج نہیں ہے، جس کے پیش نظر ان کا سنہ وصال متعین کرنا قدرے مشکل ہے۔ البتہ اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے ۹۹۴ ہجری یعنی مغلوں کی فتح کشمیر کے بعد انتقال کیا تھا۔ جہاں تک صاحب اسرار الابرار اور صاحب واقعات کشمیر کے بیانات کا تعلق ہے دونوں نے خواجہ صاحبؒ کے وصال سے متعلق صرف اتنا لکھا ہے کہ طواف

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بیت اللہ کے بعد خواجہ صاحبؒ نے مدینہ منورہ میں روضہ مطہرہ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ ڈیڑھ سال تک وہاں مقیم رہنے کے بعد خواجہ صاحبؒ نے وہیں پر وفات پائی۔ وفات پانے کے بعد انہیں مزار بقیع میں مدفون کیا گیا۔[۲۳]

جیسا کہ قبلاً اشارہ کیا جا چکا ہے کہ خواجہ صاحبؒ نے اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ ریاضت و عبادت اور مکاشفہ میں بسر کیا۔ وہ بائیس سال تک موضع شیوہ میں خلوت نشین ہو کر مصروف عبادت رہے۔ ان بائیس سالوں کو چھوڑ کر خواجہ صاحبؒ نے اپنے پیر طریقتؒ کے ہمراہ کشمیر کے طول و عرض میں کافی سیر و سیاحت کی۔ انہوں نے سفر کے دوران بہت سے اولیائے کرام کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ دوران سفر وہ اپنے مریدوں کی تربیت بھی کیا کرتے تھے۔ وہ جہاں جہاں گئے اسلامی تبلیغات میں مصروف رہے۔ غیر مسلموں کو زیورِ اسلام سے آراستہ کرتے رہے اور مسلمانوں کی ہدایت کرتے رہے۔

خواجہ صاحبؒ نے کشمیر سے باہر اسوقت سفر کیا جب نامساعد سیاسی حالات کی بنا پر بہت سے کشمیری علما و فضلا کو اپنے وطن عزیز سے ہجرت کرنا پڑی۔ انہوں نے پکھلی تک کا سفر کیا اور پکھلی سے سیالکوٹ لاہور چلے گئے۔ انکی زندگی کا سب سے طولانی سفر فریضۂ حج بیت اللہ انجام دینے کا (سفر) تھا۔ اس سفر میں بھی وہ لوگوں کے لئے باعث ہدایت بنے۔ "تذکرۃ العارفین" میں درج ہے کہ خواجہ صاحبؒ ایک مرتبہ ایک کاروان کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اس قافلے میں حاجیوں کے بھیس میں ایک قزاق سفر کر رہا تھا جو موقع کی تاک میں تھا تاکہ مسافروں کے مال و اسباب پر ہاتھ مار سکے۔ وہ خواجہ صاحب کے ہمراہ سفر کر رہا تھا اسلئے خواجہ صاحب کو قریب سے جانچنے کا موقع میسر ہوا۔ وہ خواجہ صاحبؒ کی ریاضت و عبادت اور پاکیزگیٔ نفس سے بہت متاثر ہوا۔ ایک بار خواجہ صاحبؒ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانے والے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ نے جواب دیا کہ "از عالم شوق آمدم و بعالم ذوق میروم" اس بات سے راہ زن پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے قزاقی کو خیرباد کہا، توبہ کر لی اور خواجہ صاحبؒ کا مرید بن گیا۔ خواجہ صاحبؒ اپنے سفر حج کے دوران حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ کے روضہ کی زیارت سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔[۲۴]

خواجہ صاحبؒ نے اپنے تخلیقی سفر کا آغاز کب کیا اس کے بارے میں ہمارے پاس فی الحال کوئی ٹھوس دلیل موجود نہیں اور یہ امر بھی ابھی تک تشنۂ تحقیق ہے کہ انہوں نے کل کتنی تصنیفات باقی چھوڑی ہیں۔ باعث تعجب ہے کہ "اسرار الابرار" اور "واقعات کشمیر" کے مصنفین، جو کہ خواجہ اسحٰق قاریؒ کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

قریب العصر تذکرہ نویس ہیں، نے خواجہ صاحبؒ کی کسی بھی تخلیق کا نام درج نہیں کیا ہے۔ جبکہ خواجہ صاحبؒ کے معاصرین میں سے حضرت باباحیدر تیلہ مولیؒ، حضرت باباعلی رینہؒ اور خواجہ میرم بزاز نے اپنی مصنفات میں خواجہ صاحب کی تصنیف "چلچلہ العارفین" کا متعدد بار تذکرہ کیا ہے۔ باباحیدرؒ لکھتے ہیں:۔

"خواجہ اسحاق قاری رحمۃ اللہ علیہ در نسخہ چل چلہ العارفین مذکور کردہ است کہ مذکر را باین ذکر شغل گیرد"۔[۲۵]

مندرجہ بالا شواہد و براہین کے پیش نظر یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ خواجہ صاحب نے اگر اور تصنیفات نہیں تو کم از کم "چل چلہ العارفین" ضرور تصنیف کی جسکی تصدیق مابعد کے مورخوں اور تذکرہ نگاروں میں سے حاجی محی الدین مسکینؒ[۲۶] اور غلام حسن کھویہامی نے بالترتیب تحایف الابرار اور تذکرہ اولیائے کشمیر نامی تذکروں میں کی ہے۔

چل چلہ العارفین خواجہ صاحبؒ نے اپنے مرشد کی اجازت سے مرتب کی ہے۔ اُن کے بقول مرشد کے کشف و کرامات بیان کرنے میں بھی انہوں نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ خواجہ صاحب نے اس بات کا بھی انکشاف کیا ہے کہ حضرت مخدومؒ کے سبھی مریدوں کو اپنے پیرِ طریقت کے احوال پر کتابیں تصنیف کرنے کی خواہش ہے۔[۲۷]

زیر نظر تخلیق کو خواجہ صاحب نے ۹۸۲ھ ہجری میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضرت مخدوم پاکؒ بقید حیات تھے۔ کتاب مرتب کرنے کے بعد خواجہ صاحبؒ نے اسکے مسودے کو اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت مخدومؒ نے اسکے مطالعے کے بعد خواجہ صاحبؒ سے فرمایا کہ اسے زمانے کے ظالم ہاتھوں سے محفوظ رکھا جائے۔ اسکے علاوہ اس شخص کے حق میں بھی دعا فرمائی جو اس کتاب کا مطالعہ کرے یا اس کو اپنے گھر میں محفوظ رکھے۔ انہوں نے یہ دعا بھی فرمائی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے کے ایمان کو کامل بنا دے۔ "چل چلہ العارفین" میں درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمایئے:

"چون این نسخہ کہ مسمی بچہل چلہ العارفین است در سنہ نہصد و ہشتاد و دو از ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ بود کہ در حالہ حیاتی آنحضرت مخدوم مدظلہ مرتب گشتہ و چون بعد از اتمام در نظر آنحضرت مخدوم گذرانیدم و بعضی از احوال کلام صوفیہ و در بعضی اقوال تصوف و مسایل سلوک را مطالعہ کردہ فرمودند کہ این نسخہ از محو کردن باز دارید و درین باب فاتحہ خیر از حضرت مخدوم حاصل نمودہ شد

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کہ ہر کہ این نسخہ را مطالعہ نماید و یا بخواند و یا در خانۂ خود نگاہدارد حق سبحانہٗ و تعالیٰ
اورا در حفظ حمایتِ خود نگاہداشتہ از دنیا با ایمان بسوی آخرت بر آرد۔" ع۲۸

یہ کتاب تقریباً اڑھائی مہینوں کے قلیل عرصے میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ ایک جگہ اسکی طرف خواجہ صاحبؒ اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"و آنچہ در چشم من حقیر و بگوش این فقیر در آمدہ، خواستم کہ آنرا جمع بیاورم و بنوعیکہ پسند خاطر یاران ترتیب بدہم۔ از کثرت اشغال و از قلتِ فرصت در اندک مدت قریب دو نیم ماہ این نسخہ را شروع کردہ با تمام رسانید" ع۲۹

"چل چلہ العارفین" سلطان علی شاہ چک (۹۷۸۔ ۹۸۷ھ) کے زمانہ اقتدار میں تحریر کی گئی کشمیر کی ایک اہم متصوفانہ نثری تخلیق ہے۔ اس کتاب میں مرشدِ طریقت کے حالات قلمبند کرنے کے علاوہ مصنف نے تصوف و عرفان کے بعض باریک نکتوں کی وضاحت اور راہ سلوک کے مختلف مقامات و مسائل پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ زیرِ نظر تخلیق کو سات مختلف ابواب میں یوں تقسیم کیا گیا ہے:۔

- باب اوّل۔ در ارادت خود بجناب حضرت سلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہ مدظلہ
- باب دوم۔ در سلوک طریقت و ریاضت و عبادت و طاعت
- باب سیوم۔ در طریق چل چلہ حلوت و آداب آن
- باب چہارم۔ در تبدیل اخلاق و در خلاف نفس و رضاء حق کہ عبادت عاشقانست
- باب پنجم۔ در اقوال معرفت و عبادت و طاعت عارفان
- باب ششم۔ در ممویات و استغراق رحمانی
- باب ہفتم۔ در مقامات و کرامات و مراتب عالی درجات مرشدی و مخدومی و مربی سلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہ مدظلہ و در بعضی اصحاب با کمالِ ایشان و غیرہ

اور اب ان ابواب کا مختصر سا خاکہ ــــــ

۱۔ چل چلہ العارفین کا یہ باب اگرچہ کمیت کے لحاظ سے مختصر ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے اس باب کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ اس باب میں مصنف نے حضرت مخدوم پاکؒ کے ساتھ اپنی ارادت، عقیدت اور انکے حلقۂ شاگردی میں داخل ہونے کی وجہ بیان کی ہے۔ نیز اس میں مصنف نے اپنی ابتدائی زندگی، خاندان، والدین اور اپنے بھائی حسن قاریؒ وغیرہ کے بارے میں بھی بیش قیمت اطلاعات بہم پہنچائی ہیں۔ لہذا یہ باب مصنف کی نجی زندگی اور راہ سلوک میں انکے وارد ہونے کے بارے میں سب سے مستند مآخذ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی حیثیت رکھتا ہے۔ چونکہ حضرت مخدوم پاکؒ کے حلقہ مریدی میں داخل ہونے کے لئے خواجہ اسحاق قاریؒ کو اپنی والدہ نے ترغیب دی جس کا اعتراف وہ اپنی ماں کی زبانی یوں کرتے ہیں: "تمہارے والد حضرت سلطان العارفینؒ کے معتقدوں میں سے تھے۔ خود میں بھی انکی بارگاہ کے حقیر خادموں میں شامل ہوں۔ تمہارا بڑا بھائی خواجہ حسن قاریؒ بھی اسی درگاہ کے مخلصوں اور معتقدوں میں سے ہے۔ یہ جو قرآنی علوم اور دوسری فیوض کا دروازہ تم پر کھل چکا ہے۔ یہ سب حضرت مخدومؒ کی بے پناہ محبت کا نتیجہ ہے۔ اب تمہیں چاہیئے کہ اطاعت اور سجدہ بجا لانے والی جبین کو حضرت عرش آشانی (حضرت مخدومؒ) کے آستانہ پر رکھکر رگڑتے رہو کیونکہ تم پر اسکے بغیر اور کوئی دروازہ نہیں کھلے گا جو حقیقت کی طرف تمہاری رہنمائی کریگا۔ والدہ محترمہ کی یہ نصیحت سُن کر میں (اسحاق قاری) اسی وقت باطنی طور پر حضرت مخدوم پاکؒ کا معتقد ہوگیا لیکن ظاہری طور پر میں انکی خدمت میں بہت کم جاتا رہا۔" ۳۰

خواجہ صاحبؒ کی حقیقت بیانی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے اپنی نجی زندگی سے متعلق بعض ایسے مخفی گوشوں سے بھی پردہ کُشائی کی ہے جن کو عام انسان سرِعام بیان کرنے سے نہ صرف کتراتے ہیں بلکہ عار محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ بچپن میں ایک درویش کے کہنے پر بھنگ پی کر مدہوش ہوئے وغیرہ جیسے واقعات خواجہ صاحب کی ذاتی زندگی کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں اور ایسے گوشوں پر سے پردہ ہٹانا کمال جرأت کا کام ہے۔ بالغرض اگر ایسے واقعات خواجہ صاحب نے قلمبند نہ کئے ہوتے تو آج ان سے کوئی بھی شخص واقف نہ ہوتا۔

"چل چلہ العارفین" کا یہ باب اس لحاظ سے اور بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں خواجہ صاحبؒ نے اپنی تعلیم و تربیت کے علاوہ اُن اساتذہ کے نام درج کئے ہیں جن کی رہنمائی سے وہ سلوک میں داخل ہوکر سلسلۂ سلطانیہ کے اہم ارکان میں شامل ہوئے ہیں۔ اسکے علاوہ چونکہ اس باب میں خواجہ صاحبؒ نے حضرت مخدوم پاکؒ کے ساتھ اپنی ارادت کا اظہار کیا ہے لہذا اس باب میں حضرت مخدومؒ کے بعض خوارق عادات اور کشف و کرامات بھی درج کئے گئے ہیں۔

۲۔ چل چلہ العارفین کا دوسرا باب طریقت، ریاضت، عبادت اور طاعت کے بارے میں ہے۔ یہ باب پہلے باب کے مقابلے میں زیادہ مختصر ہے۔ اس باب میں خواجہ صاحبؒ اس امر کی صراحت کے ساتھ وضاحت کرتے ہیں کہ طریقت کے لئے شریعت کا پابند ہونا لازمی ہے یعنی اسلام نے مسلمانوں پر جو فرائض عاید کئے ہیں اُن کو پابندی کے ساتھ انجام دینا طریقت کی پہلی شرط ہے۔ اسی موضوع پر بحث آگے بڑھاتے ہوئے خواجہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ہر خاص و عام مسلمان پر قلتِ فرصت کے باوجود پانچ نمازیں بطور فرض

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

واجب قرار دی گئی ہیں اور سال بھر میں ایک مہینہ روزوں کے لئے مختص ہے۔ یہ دراصل عبادت نہیں بلکہ وہ دینی فرائض ہیں جن کا انجام دینا بہر حال ہر مسلمان کے لئے فرض ہے۔ ان کے انجام دینے والے کے لئے خدائے لایزال نے عظیم اجر مقرر کیا ہے اور یہ عمل صالح باعثِ نجاتِ عذاب اور سببِ دخولِ جنت ہے۔ البتہ جو شخص ان پانچ اوقات کی نمازوں کے علاوہ عبادتِ حق میں مصروف رہیں جیسے علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا (والذین اوتوا العلم) اور صوم وصلوٰۃ کے علاوہ نماز تہجد ادا کرنا، اسی کا نام درحقیقت عبادت ہے۔ گناہوں سے اپنا دامن بچانا، اپنا کردار صالح بنانا، گناہوں سے توبہ واستغفار کرنا، دل میں قبر اور آخرت کا خوف رکھنا، آخرت کے عذاب سے خدا سے پناہ مانگتے رہنا، حرام کی کمائی سے اپنے ہاتھ آلودہ نہ کرنا، حلال کھانا اور خداوند کریم جو کچھ عطا کرے اُس پر صبر کرنا اور مطمئن رہنا، یہی عبادت ہے۔ عبادت کا بہترین طریقہ حضرت مخدومؒ نے طالبان سلوک کو بتلا دیا ہے اُس پر عمل کرنا عبادت ہے کیونکہ پہلے پہل اپنی استعداد کے مطابق دینی علوم تحصیل کرنا اور اسکے بعد اُس پر عمل کرنا، پھر مرشد تلاش کرنا اور اسکے ارشاد کی بدولت سلوک پر گامزن ہونا ان سب کے بارے میں حضرت مخدومؒ نے اپنے مریدوں کی تربیت کی ہے۔ طلب کے لئے یہ شرط لازمی ہے کہ خدا اور اسکے پیارے نبیؐ کے امر کو بجا لایا جائے اور ہر عمل خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق ہو کیونکہ اسکے متعلق قرآنی حکم ہے؛ "یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"۔ اولی الامر سے مراد آنحضور سرورِ کائناتؐ یا اولیائے کرام گذشتہ کی اطاعت یا تابعت کرنا ہے۔ لہذا یہاں پر اولی الامر سے مراد مرشد ہے۔ خدا اور رسولؐ کی اطاعت کے بعد مرشد کے امر کی اطاعت لازم اور واجب ہے کیونکہ شریعت میں اطاعتِ امر خدا اور رسولؐ فرض ہے اور طریقت میں مرشد کے حکم پر ثابت قدمی سے عمل کرنا ضروری ہے۔ مرشد کے قول پر عمل کرنا خدا کے احکام کی عمل آوری ہے۔ سالکِ مبتدی کے لئے مرشد خدا کے رسولؐ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ جب مرشد فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے درجے تک پہنچے سالک کو اسوقت بہر صورت اسکے قول وامر پر عمل کرنا ہوگا کیونکہ طریقت میں مرشد کا حکم سالک کے لئے فرض بن جاتا ہے چنانچہ قرآن میں آیا ہے: "یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔"

یہاں مجاہدۂ حق کے لئے پہلا وسیلہ قرآن ہے اور راہنما بھی۔ دوسرا وسیلہ مرشد ہے۔

مجاہدۂ نفسِ ظاہر کے لئے ظاہری طریقے درکار ہیں تو مجاہدہ نفسِ باطن کے لئے باطنی طریقے۔ چنانچہ مجاہدۂ نفسِ ظاہر عام طور پر ترک لحم، ترک ماکولاتِ لذیذہ دائمی صوم وصلوٰۃ، کم کھانے، بولنے وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے اور مجاہدۂ نفسِ باطن ذکر دائم، کاوشِ نفس، حلاوتِ دل اور تقلیب کی صفائی اور روشنائی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ "قلبُ المُؤمِنِ مِرآۃٌ" یعنی مومن کا دل آئینہ ہوتا ہے۔ جب دل کا زنگ کدورتوں اور آلائشوں سے صاف ہو تو روشنی بخشتا ہے۔

آگے چل کر عارف اور عابد میں فرق بیان کرتے ہوئے خواجہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ عابد قبر کے خوف سے یا قیامت کے عذاب سے خائف ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ اس طرح کی عبادت کرنے والا عابد یا زاہد کہلاتا ہے بلکہ عارف نہیں کیونکہ ایک عارف کے لئے عبادت عذاب سے رستگاری کا سبب نہیں ہوتی بلکہ اسکی عبادت رضائے حق کے لئے ہوتی ہے۔ درحقیقت عارفوں کو کسی قسم کا ڈر نہیں ہوتا کیونکہ قرآن کا ہی حکم ہے ــ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون"۔ وہ کہتے ہیں کہ عبادت اس طرح کرنی چاہیئے کہ گویا معبود سامنے ہو۔ عبادت، حصولِ حق اور کشفِ ہدایت کے لئے ہونی چاہیئے۔

حضرت مخدومؒ کی عبادت و ریاضت کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مخدومؒ اویسیہ طریقہ پر عمل کرتے رہے۔ ظاہری مجاہدہ کے لئے انہوں نے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ باوجود اس کے کہ اپنے استاد اور پیر طریقت سے پوری تربیت پائی تھی لیکن پھر بھی کتب متداولہ کا مطالعہ لازمی سمجھا۔ حضرت مخدومؒ بیس سال تک مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ ظاہری طور پر عابد اور زاہد کی طرح عبادت کرتے رہے اور غار میں بیٹھے لیکن شہرت حاصل کرنے کی غرض سے نہیں اور نہ ہی ان دوستوں کی طرح جنہوں نے ایسا کر کے شہرت پائی ہے۔ بلکہ اپنی بیس سالہ عبادت کے بارے میں انہوں نے کسی بھی شخص کو کوئی اطلاع تک نہ دی۔[۳۱] یہی طریق عبادت ہے اور سالک کو اسی طریقِ عبادت و ریاضت کی پیروی کرنی چاہیئے۔

۳۔ چل چلہ العارفین کا یہ باب خواجہ اسحقؒ کی اس کتاب کا اصلی مدعا اور مقصد پیش کرتا ہے اور مصنف اس باب میں چالیس چلّوں کے آداب اس طرح بیان کرتا ہے کہ ایک سالک کو اپنے ہاتھ کی کمائی پر گذر بسر کرنا چاہیئے۔ ایک کفنی اس نیت سے کہ "موتوا قبل ان تموتوا" (یعنی مرجاؤ اس سے پہلے کہ موت واقع ہو) پہن لینی چاہیئے جیسے ایک مردے کو پہناتے ہیں۔ چالیس چلے گزارنے والے سالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے چلّوں کے بارے میں کسی کو مطلع نہ کرے۔ چہل چلّہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ کسی بھی عورت یا مرد کو چلّے کے دوران نہ دیکھے اور نہ ہی کسی کو اپنے پاس آنے کی اجازت دے۔ (ہر) دن رات یعنی چوبیس گھنٹوں میں سات سات غسل کرتا رہے۔ اگر کسی وجہ سے سات غسل نہ کر سکے تو کم از کم ہر پانچ نمازوں سے پہلے روزانہ غسل کرنا اپنے لئے فرض سمجھے۔

۴۔ خواجہ صاحبؒ نے تبدیل اخلاق اور نفسِ امارہ اور رضائے حق کو عاشقوں اور سالکوں کی عبادت کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نام دیا ہے کیونکہ حصول رضائے حق اور معرفت الٰہی کے لئے لازمی ہے کہ سالک کو اپنے نفسِ امارہ اور قوت ارادی پر اتنی قدرت حاصل ہو کہ ہر کام اس کی پسند اور خواہشات کے خلاف انجام دے سکے۔ یعنی نفس امارہ جس چیز کے انجام دینے کا مشورہ دے، دینی اور دنیاوی امور اسکے برعکس انجام دیئے جائیں تاکہ نفس امارہ مغلوب ہو جائے اور اس پر رضائے حق غالب آجائے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں بھی ارشاد ربانی ہے کہ "ان الشیطان للانسان عدوٌ مبین" اور یہاں شیطان سے مراد انسانی نفسِ کافر ہے۔

دنیاوی مال و متاع کے ساتھ محبت کی اصل وجہ نفسِ امارہ کی خواہشات ہوتی ہیں۔ لہٰذا دنیاوی خواہشات کے ترک کرنے کے لئے پہلے اپنے نفسِ امارہ کے ساتھ جنگ لازمی ہے۔ اسکو مغلوب کیا جانا چاہیئے کیونکہ اصل مشرک تو نفسِ کافر ہی ہوتا ہے۔ نفسِ امارہ کے مغلوب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کی خواہشات میں کمی لائی جائے۔ مثلاً اگر نفس جاہ و حشمت حاصل کرنے کا طلبگار ہو تو اس خواہش کو ترک کرنا چاہیئے۔ غرض یہ کہ شریعت اور طریقت دونوں میں جو چیز منع کی گئی ہو اس سے اپنے نفس اور روح کو پاک رکھنا لازمی ہے۔ بلکہ اپنی تقدیر کی زمام اختیار رضائے حق کے ہاتھ میں دینی چاہیئے تاکہ وصالِ حق نصیب ہو۔

جب سالک نفسانی خواہشات کو مغلوب کرتا ہے تو اسکے اخلاق زمائم یعنی خواہشاتِ شہوانی و شیطانی، رحمانی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح سے سالک کے نفس میں "رحمٰن" جلوہ گر ہو جاتا ہے۔

نفس کے تین اقسام ہیں۔ نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمینہ۔ نفسِ امارہ چونکہ انسان کو برے کاموں اور لذاتِ دنیا کی طرف راغب اور مایل کرتا ہے، اس لئے سالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو نفس امارہ کی آلائشوں اور برائیوں سے صاف و پاک رکھے۔ نفسِ لوامہ انسان کو اپنے آپ سے سرزنش اور ملامت کراتا ہے اور گناہوں کا اگر مرتکب ہو تو اس فعل پر اپنے آپ سے نفرت کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اولیاء اللہ صالحین اور نیکوکار لوگوں کا یہی نفس ہوتا ہے۔ نفس مطمینہ انسان کو ہر وقت بری باتوں سے دور رہنے، اپنے آپکو پاک رکھنے اور حکم الٰہی پر چلنے کی تلقین کرتا ہے اور اسے نہایت اطمینان کے ساتھ اللہ کے روبرو جانے کی ترغیب دیتا ہے۔ خواجہ اسحٰق قاریؒ کے بقول سالک نفسِ امارہ کی خواہشات کو توڑ کر پہلے نفسِ لوامہ اور بالآخر نفسِ مطمینہ میں اللہ کی جلوہ گری دیکھتا ہے۔ جب نفس مطمئن ہو جاتا ہے تو اخلاق حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ نفسِ مطمینہ میں جو بھی عمل ظاہر ہوتا ہے وہ انبیاء اور اولیاء کے اعمال کے مطابق ہوتا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نفسِ مطمینہ کے لئے ضروری ہے کہ سالک حرام کھانے پینے اور ایسے لباس زیب تن کرنے سے احتراز کرے جس کو حلال کمائی سے حاصل کئے جانے پر شک ہو۔ سالک کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ سلیم النفس ہو۔ درجِ ذیل تیرہ مقام اور حالتوں سے سالک نفسِ مطمینہ پر قابو حاصل کر کے حق تعالیٰ کی قربت حاصل کر سکتا ہے۔

۱۔ توبہ ۔ وہ یوں ہے کہ سالک اپنی خودی سے توبہ کرے۔

۲۔ زہد ۔ زہد کے اگرچہ بہت سے معنیٰ ہیں لیکن یہاں زہد سے مطلب سالک کی محبت اور طلبِ آخرت ہے۔ حدیث میں آیا ہے:۔ "اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الْاٰخِرَۃِ وَالْاٰخِرَۃُ حَرَامٌ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا وَھُمَا حَرَامَانِ عَلٰی اَھْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی"

۳۔ توکل۔ خداوند کریم کا حکم ہے کہ "یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ" اور حدیثِ قدسی میں آیا ہے۔ "اَلدُّنْیَا جیفۃٌ وطالبھا کلابٌ"۔ یہاں پر توکل سے مراد یہ ہے کہ سالک کے دل میں کسی بھی طرح دنیا طلبی کی خواہش اور آرزو نہ ہو اور جاہ و حشمت پر فریفتہ نہ ہو جائے۔

۴۔ قناعت ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فراوانی کے ساتھ کوئی چیز میسّر ہونے کے باوجود بھی اسکا کم استعمال کیا جائے اور دل سے زیادہ ضیافتوں، کھانے پینے وغیرہ کے علاوہ جاہ و حشم کی فراوانی کی تمنا کو نکال دیا جائے۔

۵۔ عزلت ۔ عزلت سے مراد لوگوں کی صحبت سے دور رہنا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حکم ہوا ہے کہ "لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا بند کرو۔ وہی بہتر اور افضل ہے۔" بعض لوگوں کے خیال میں عزلت سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ میل جول ہونے کے باوجود یادِ خدا سے غافل نہ ہو۔ اسی کو خواجہ اسحاق قاریؒ نے خلوت در انجمن کہا ہے اور لکھا ہے کہ ایسے عارف بہت کم ملتے ہیں۔

۶۔ مروّت ۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر دولت ہو تو فقیروں، محتاجوں اور ناداروں کی مدد کرتے رہو اور ہر ایک پر ایک جیسی نظر ڈالو۔

۷۔ توجہ ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خدائے قادر کی طرف مکمل طور پر توجہ مبذول کی جائے اور ایک لمحہ بھی خدا سے غافل نہ رہیں۔

۸۔ صبر ۔ صبر سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ بھی اللہ کی جانب سے حاصل ہوتا ہو یا نازل ہوتا ہو اُس پر صبر کیا جائے۔

۹۔ رضا ۔ نفسانی، روحانی اور جسمانی حرکات و خواہشات سے رضائے حق ظاہر ہونا چاہیئے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

یعنی اپنی رضا اور خواہش میں اللہ کی رضا اس طرح پائی جائے جیسے ایک مردہ کسی زندہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور زندہ جیسے بھی چاہے اسکی تجہیز و تکفین کرتا ہے۔ رضا میں ذات کا تصور ختم ہو کر حقیقت حق کا تصور باقی رہنا چاہیئے۔

۱۰۔ **مراقبہ** ــ مراقبہ سے یہ مطلب ہے کہ اپنی ذات اور خودی کو ترک کر دینا اور اللہ کی مشیئت پر یقین رکھنا۔ یعنی دل کی آنکھ دھو کر تجلیات رحمانی میں مشغول ہونا مراقبہ ہے۔

۱۱۔ **حق نمائی اور خود نمائی** ــ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف دعوت دینا اور اپنے آپ کو درمیان داری کی شہرت سے دور رکھنا۔ یعنی خود یہ تصور نہ کیا جائے کہ فلاں شخص کی ہدایت مجھ سے ہوئی ہے اور وہ میرا طالب یا مرید ہے۔

۱۲۔ **مرعونت** ــ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی وقت پیر طریقت کسی کام کی مصروفیت کی وجہ سے طالب یا سالک سے ملنا نہ چاہتے ہوں اور اسی دوران میں کوئی مفلس یا محتاج بھی اُن سے ملنا چاہتا ہو۔ مفلس یا محتاج کو داخل ہونے کی اجازت نہ دے بلکہ اسی دوران میں کوئی دولت مند آئے اُسے آنکھوں پر بٹھائے۔ ایسا مرشد ابلیس کے مانند ہوتا ہے۔

۱۳۔ **فقر** ــ یہ کمال کا درجہ ہے۔ فقر کے مختلف معنیٰ ہیں البتہ عارفوں کے یہاں اسکے دو مطلب لئے جاسکتے ہیں۔ فقرِ ظاہر، فقرِ باطن۔

فقرِ ظاہر یہ ہے کہ اپنی زندگی ابتدا سے آخر تک نہایت فقر کے ساتھ گذاری جائے اور دولتمندی یا اہلِ ثروت کا تظاہر نہ کیا جائے۔ ظاہری طور پر خرقہ محمدیؐ پر اکتفا کیا جائے۔ ماکولات میں سے صرف روٹی اپنے مصرف میں لائے۔

فقرِ باطن سے یہ مراد ہے کہ ظاہری طور پر کوئی مال و دولت اور ثروت کے لحاظ سے بادشاہوں کا جیسا ہو یا جاہ و حشمت میں امراء جیسا لیکن باطنی طور فقیر۔ فقر ظاہر محتاجوں اور مسکینوں میں بلا امتیاز مال و دولت صرف کرے جسکو دے پوشیدہ طریقے پر دیدے۔ ایسے نہ دے کہ جو بعد میں اسکی شہرت کا باعث بنے۔

اس باب کے آخر میں خواجہ اسحاق قاریؒ نے سالکِ مبتدی کو اسی طریقے کی پیروی کرنے کی تلقین کی ہے جو حضرت مخدومؒ اور ان کے خلفاء نے اختیار کیا تھا۔

۵۔ یہ باب معرفت، طاعت اور عبادت کے بارے میں عارفوں کے اقوال پر مشتمل ہے۔ صوفیاء کی نظروں میں عبادت سے مراد معرفتِ حق ہے۔ حق تعالیٰ نے جس وقت بنی نوع انسان کی روحوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کو خلق کیا اور پوچھا "الست بربکم" اُن میں سے جنہوں نے وہاں "قالوا بلیٰ" کہہ کر جواب دیا ان کو وجود میں لایا گیا۔ درحقیقت انہوں نے خالقِ کل کی عظمت و سطوت کو پہچان لیا لہٰذا وہ اسکی معرفت کے سمندر میں مستغرق ہوگئے اور جوش و جنون کے عالم میں وہ اُسی کے عشق میں گرفتار ہو کر رہ گئے۔ انہیں جب اللہ کے ساتھ اتصال کا احساس ہوگیا تو قربت کے گلشن میں عشق کے ایک ہی جھونکے نے اُن کے دل و دماغ کو اتنا معطر کر دیا کہ انکی روحوں نے ابدی زندگی اور حیاتِ سرمدی پائی۔ اگر معرفت درمیان میں نہ ہوتی تو عارف اور معروف کے درمیان امتیاز ہی قائم نہ رہتا اور اگر حق تعالیٰ اپنے آپ کو معشوق کی حیثیت سے آراستہ نہ کرتا اور بنی نوع انسان میں عشق نہ پھونکتا تو عاشق کے دل سے عشق نہ پھوٹتا۔ مسجدوں یا بت خانوں کی راہ کوئی نہ لیتا۔ اس طرح سے خواجہ اسحٰق قاریؒ نے بحث کا آغاز کرتے ہوئے لکھا ہے کہ روح میں اپنے اصل کے ساتھ ملنے کی جو تڑپ موجود ہے اُس کا اصل سرچشمہ محبت اور عشقِ الٰہی ہے۔ یہی عشق انسان کو جنون کی سرحدوں تک لے جاتا ہے۔

جو دل عشقِ الٰہی سے سرشار ہو وہ گرد و غبار اور آلودگیوں سے صاف و پاک ہونا چاہیئے۔ اللہ ہر ایک کے دل میں ساکن ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مومن کا دل ہو۔ اسکے لئے قرآن میں واضح حکم موجود ہے کہ "قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ" اور جو شخص مال و دولت کے ساتھ ہی زیادہ محبت رکھتا ہو اور خدا سے بھی تو لگانے کا دعویٰ کرتا ہو وہ مومن نہیں۔

عشق کا درد سب سے زیادہ سخت ہوتا ہے جسکا کوئی علاج نہیں۔ چنانچہ عشق میں عاشق شہید ہو جاتے ہیں اور عشقِ الٰہی میں مرجانے والا عاشق شہید کہلاتا ہے اس حدیث کے تحت "من عشق وعف وکتم ومات، مات شہیداً"

خواجہ اسحٰقؒ نے سوز و گدازِ عشق کے بارے میں لکھا ہے کہ جس کسی عاشق کے دل میں عشق کی آگ دہک رہی ہو وہی اس آگ کی تمازت کو محسوس کر سکتا ہے۔ بے خرد لوگ جو خود عشق کی چاشنی سے غافل اور ناواقف ہیں، عشقِ الٰہی کی آگ میں جلنے والے عاشقوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ چونکہ وہ عشق سے بہرہ ہوتے ہیں اسلئے وہ عشقِ الٰہی کی آگ میں تڑپنے والے عاشقوں کے حالات سے واقف نہیں ہو سکتے۔ اس ضمن میں خواجہ صاحب نے اپنے مرشد طریقت حضرت مخدومؒ کے درد و سوز کی کئی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔

آگے چل کر خواجہ صاحب حصولِ معرفتِ حق کا پہلا زینہ نماز قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ نماز ہی ایک ایسا طریقہ ہے جو قربتِ خدا کا سبب بن سکتا ہے۔ اسکے بعد خود نما عابدوں اور ریا پیشہ زاہدوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ نماز میں محو ہوتے ہوئے بھی ایسے عابدوں اور زاہدوں کے دلوں میں محبوبِ حقیقی جاگزین نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں بلکہ اُن کا دماغ نفسانی، شہوانی اور شیطانی اعمال میں پریشان ہوتا ہے۔ برعکس اس کے عارف ہمیشہ معرفت حق حاصل کرنے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ اُن کا ہر لمحہ اور ہر لحظہ نماز کا وقت ہوتا ہے۔ غافل تو مؤذن کی اذان تک کو اَن سُنی کرتے ہیں جب کہ عارف ہمیشہ اللہ کے حضور میں محو ہوتے ہیں۔

خواجہ صاحب کی نظروں میں علوم ظاہری وصولِ حق کے لئے مانع ہوتے ہیں اور علوم باطن حق طلبی کے لئے ممد و مددگار۔ اُن کے مطابق جو عالم اپنے علم کو روزی روٹی کمانے کا ذریعہ یا پیشہ بنائے۔ دولتمندوں کے گھر جاکر مصاحبت اختیار کرے، اپنے علم کو لقمۂ غذا کے عوض بیچتا رہے، وہ قیامت کے دن سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس باب کے آخر میں خواجہ صاحب نے طاعت و معرفت اور عبادت کے بارے میں حضرت مخدومؒ کے علاوہ کشمیر اور کشمیر سے باہر کے بعض اہم اولیائے کرام کے اقوال درج کئے ہیں۔

۶۔ چل چلتہ العارفین کے چھٹے باب میں حضرت مخدومؒ کے اُن اذکار و افکار اور استغراق و محویات کا ذکر ملتا ہے جن کی تعلیم انہوں نے اپنے اکثر مریدوں اور بالخصوص خواجہ اسحٰق قاریؒ کو دی تھی۔ اس باب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خواجہ صاحب نے حضرت مخدوم پاکؒ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہونے کے بعد مریدوں کو اذکار و افکار اور بیعت کے طریقوں سے آگاہ کیا ہے۔

خواجہ صاحبؒ اس باب میں عشقِ مجازی کو عشقِ حقیقی کا زینہ قرار دیتے ہیں بلکہ عشق مجازی کو عشقِ حقیقی کے لئے راہنما تسلیم کرتے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ کے مطابق استغراق کی حالت میں جب ایک سالک دریائے وحدت میں غوطہ زن ہو جاتا ہے تو اُسے ہر شے میں خدا کی وحدت نظر آتی ہے۔ اس طرح سے خواجہ صاحبؒ صوفیوں کے ہمہ اوست یعنی وحدت الوجود فلسفہ کے قائل ہیں۔

خواجہ صاحب کے مطابق مرشد کو چاہیئے کہ وہ اپنے مریدوں کو اپنی نگرانی میں رکھا کرے اور انکی تربیت کی طرف خاص توجہ مبذول کرے۔ مریدوں کو ذکر و فکر میں مشغول رہنے کی تلقین کرے۔ اگر مریدوں کی تعداد زیادہ ہو تو انہیں اپنے اردگرد حلقہ باندھ کر بٹھائے۔ خواجہ صاحبؒ کے مطابق حضرت مخدومؒ کے مرید انکے اردگرد حلقہ باندھ کر تربیت حاصل کرتے تھے۔

خواجہ صاحبؒ نے سالکوں کی چار قسمیں بتائی ہیں:۔ • مجذوب سالک • سالک مجذوب • مجذوب مطلق • سالک مطلق۔ یہ چاروں قسم کے سالک جذبہ خلوص اور استغراق کی وجہ سے سلوک

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی منازل طے کر کے ایک خاص مقام پر پہنچتے ہیں۔

۷۔ ساتواں باب حضرت مخدومؒ کی کرامات و مقامات پر حاوی ہے۔ اس باب میں خواجہ صاحبؒ نے حضرت مخدومؒ کے خلیفوں کے حالات اور روحانی کمالات درج کئے ہیں۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ مصنف نے اعتراف کیا ہے، اس باب میں حضرت مخدومؒ کے ایسے مقامات و کرامات کا تذکرہ ملتا ہے جو حضرت بابا داؤد خاکیؒ کی منظوم تصنیف ورد المریدین میں نہیں ملتے۔ ان مقامات و کمالات کے درج کرنے میں یہ مقصد کارفرما رہا ہے کہ گمراہی کی دلدل میں ڈوبے لوگوں کی ہدایت کی جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مخدومؒ کے خلفا کے احوال بھی درج کئے گئے ہیں تاکہ وہ بھی توجہ کے مرکز بنیں۔

حضرت سلطان العارفینؒ کی زندگی کے بعض گوشوں پر بھی اس باب میں روشنی پڑتی ہے۔

"چلچلۃ العارفین" کا ایک تنقیدی جائزہ

چل در حقیقت چہل کا مخفف ہے جسے اردو میں چالیس کہتے ہیں اور چلّہ بھی چہلہ کا مخفف ہے۔ چلّہ سے مراد درویشوں اور عارفوں کے وہ چالیس دن جو کہ وہ گوشہ نشین ہو کر عبادت و ریاضت اور صوم و صلواۃ میں گزارتے ہیں۔

چل چلہ العارفین سے دراصل سالکوں، عارفوں اور پرہیزگاروں کے وہ چالیس چلّے مراد ہیں جو وہ عزلت اور تنہائی میں ریاضت و عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ چالیس چلّے چار سال چار ماہ اور تقریباً بیس دن کے برابر ہیں۔ یعنی کہکشان سلطانیہ کے ساتھ وابستہ سالک اپنے مرشدِ طریقت کے حکم پر تقریباً سوا چار سال سے زائد عرصہ تک کسی خاص جگہ فروکش ہو کر اللہ کی عبادت میں محو ہو جاتے تھے۔ اور اسی کو چل چلہ (چہل چلہ) کہتے تھے۔ حضرت مخدوم پاکؒ نے نہ صرف یہ کہ ذاتی طور پر کئی بار چالیس چلوں کے دوران ریاضت کی بلکہ وہ اپنے مریدوں اور خلیفوں کو بھی ان چالیس چلوں کے گزارنے کی تلقین فرماتے رہے۔ چنانچہ متذکرہ بالا بیان کی تقویت چل چلہ العارفین میں درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے:

"سلطان العارفین ..... اکثر بیاران و مخلصان و طالبان عمل چہل چلہ میفرمود چنانچہ ہر کدام بعمل آوردند۔"[۳۲]

حضرت سلطان العارفینؒ کے خلفاء نے جو تصنیفات باقی چھوڑی ہیں ان میں چل چلہ العارفین کو اس لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے کہ اس میں حضرت مخدوم پاکؒ اور انکے خلفا کے حالات اور روحانی کمالات کے علاوہ چالیس چلوں کی کیفیت اور آداب درج ہیں۔ خواجہ صاحبؒ نے اس موضوع پر جس شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے حضرت مخدومؒ کے خلیفوں میں سے کسی دوسرے نے اتنی تفصیل سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اس موضوع کو زیرِ بحث نہیں لایا ہے۔

چل چلہ کے بہت سے آداب بتائے گئے ہیں۔ سب سے اہم یہ ہے کہ سالک کا لقمہ حلال ہونا چاہیئے یعنی وہ حلال کی کمائی ہوئی ایسی روٹی پر گزر بسر کرتا ہو جو اُس نے اپنے ہاتھوں اور اپنی محنت سے کسب کی ہو۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: "وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا واتقوا اللہ الذین انتم" یعنی ہر خاص و عام کو حلال طریقے سے کسب کئے ہوئے معاش پر گزر اوقات کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ یہی لقمہ حلال بالآخر ایک سالک کے لئے قربِ الٰہی کا ذریعہ اور عذابِ جہنم سے نجات کا موجب بنتا ہے۔

عام لوگ حرام و حلال میں کوئی امتیاز نہیں کرتے لیکن چل چلہ العارفین میں سالک کے لئے حلال کی کمائی کو خاص اہمیت ہے کیونکہ طالبانِ حق کے لئے حلال طریقے کسب معاش کرنا شرطِ اوّل ہے تاکہ لقمۂ حرام قربِ الٰہی کے لئے مانع بن کر سالک کے لئے باعث رنجش نہ بنے۔ اولیائے کرام نے کسب معاش کے جو خاص طریقے اپنائے ان میں کاشتکاری، کتابت، تجارت وغیرہ جیسے پیشے ہیں۔ ان پیشوں کے متعلق اُن کا یہ خیال ہے کہ یہ پیشے بغیر آلائش ہوتے ہیں۔

خواجہ صاحب نے چل چلہ کے آداب میں دوسرے درجے پر کم خوری یعنی کم کھانے پینے کو اہم قرار دیا ہے۔ انکے مطابق کم خوری (کم کھانے پینے) سے بیداری کی قوت بڑھ جاتی ہے اور دل میں قوت آجاتی ہے۔ روح کو ذاتِ حق کے مکاشفہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ زیادہ کھانے پینے سے بدن میں ظاہری طور قوت تو آجاتی ہے لیکن شیطانی اور شہوانی خواہشات کی رغبت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے۔

خواجہ صاحب نے چالیس چلوں کے قاعدے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سالک کو اگر بادشاہ، امیر یا کسی دولت مند سے غذا ملے تو اُسے چاہیئے کہ وہ اسے بھوکے فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرے۔ اسی طرح اگر بطور نذرانہ نقدی ملے تو اُسے چاہیئے کہ وہ اُس سے اپنے ہاتھ آلودہ نہ کرے بلکہ محتاجوں میں بانٹے۔

اسی طرح جس سالک کو مرشد کی طرف سے چل چلہ کی اجازت ملے اُسے چاہیئے کہ اس کا لباس ایسا ہو جیسے کسی مردے کی کفنی — وہ کسی سے چلوں کے بارے میں تذکرہ نہ کرے۔ بلکہ یہ راز صرف مرشد اور مرید کے درمیان رہنا چاہیئے۔ بے سود بات چیت سے احتراز کرے۔ چل چلہ کے دوران کسی دوسرے شخص کو اپنے پاس غذا یا پانی لانے کے لئے نہ رکھے۔ صرف جَو کے آٹے پر گزارہ کرے۔ قسم قسم کی ضیافتوں کے کھانے سے پرہیز کیا جائے۔ اگر کوئی سالک کسی جنگل میں چلّے گزار رہا ہو تو جنگلی ساگ، کاسنی کھائے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

چل چلہ کے دوران اپنے پاس کسی کو بھی آنے نہ دیا جائے۔ کسی عورت کی صورت نہ دیکھے۔ روزانہ سات غسل کرے۔ اگر سات غسل کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا ہو تو کم از کم روزانہ پانچ غسل کرنا اپنے لئے فرض سمجھ لے۔

خواجہ اسحٰقؒ نے چل چلہ کے آداب و شرائط تحریر کرنے کے بعد چل چلہ کے گزارنے یا طے کرنے کے مختلف طریقوں پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ چالیس چلے گزارنے والے سالک کو پہلے دس چلوں کے دوران اپنے مرشدِ طریقت کی اجازت سے ذات باری کے ناموں میں سے کسی ایک نام کا رات دن ورد یا ذکر کرنا چاہیئے۔ دوسرے دس چلوں کے دوران اُسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ذکر میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اور ماسوائے اللہ کے اپنا تعلق ہر کسی سے منقطع کرنا چاہیئے۔ ذکر میں کوتاہی نہیں برتنی چاہیئے تاکہ اُسکے زنگ آلود دل کے آئینہ کا اس حدیث نبویؐ کے پیش نظر صیقل کیا جاسکے۔ "لکل شئی صیقل لاالٰہ الا اللّٰہ" سالک کو قرآن کے اس حکم کے تحت "فاذکرونی اذکرکم واشکرونی ولاتکفرون" ذکرِ حق سے سکونِ قلب حاصل ہوگا۔ کیونکہ ذکر ہی ایک ایسا شعلہ ہے جو ذاکر کے عشق کو بھڑکاتا ہے اور ذکر کے اسی فیض سے سرشار ہو کر ذاکر مست ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ذکرِ لاالٰہ الا اللّٰہ کے بہت سے طریقے ہیں لیکن خواجہ صاحب کی نظر میں اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حبس نفس کرکے ذکر کیا جائے۔ تیسرے دس چلوں کے دوران سالک محاسبہ اور مراقبہ میں مشغول ہو کر مکاشفہ سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ چوتھے دس چلوں کے دوران سالک اپنے وجود کو وحدت کے سمندر میں اس طرح ضم یا فنا کر دے تاکہ اُسے بقا نصیب ہو۔

چل چلہ کے گزارنے میں حضرت مخدوم پاکؒ یا انکے خلفاء میں سے کسی ایک سے اجازت طلب کرنا سالکوں کے لئے شرط ہے۔ کیونکہ صرف سلسلۂ سلطانیہ سے وابستہ مشایخ ہی اس کے بارے میں سالکوں کی راہنمائی کر سکتے ہیں اور انہیں اجازت دے سکتے ہیں۔ وہ سالکوں کو ان کے شوق طلب کے مطابق چل چلہ بازار اور چل چلہ خلوت کی اجازت دے سکتے ہیں۔ حضرت مخدوم پاکؒ نے خواجہ اسحٰق قاریؒ کو موضع شیوہ میں واقع ایک پہاڑی کے دامن میں گوشہ نشین ہو کر چل چلہ خلوت کی اجازت دی۔ اسی طرح حضرت بابا داؤد خاکیؒ نے موضع شنگپال کی پہاڑی پر اپنے پیر و مرشد کی اجازت سے چل چلہ خلوت گزارا۔ حضرت بابا داؤد خاکیؒ نے چل چلہ بازار اپنے پیر طریقت کے ساتھ ہی سرینگر میں مکمل کیا۔ حضرت شیخ محمد علی رینہؒ کو چل چلہ بازار حج بیت اللہ کے سفر کے دوران انجام دینے کی اجازت ملی۔ مندرجہ بالا حقائق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چل چلہ کی دو قسمیں ہیں۔ پہلا چل چلہ خلوت اور

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

- حاجی موسیٰ (برگ ۶ الف)
- مہدی میر (۸۹ ب)
- شیخ ابوالہادی
- ملا یوسف (برگ ۹۶ ب)
- خواجہ یوسف برادر خواجہ اسحٰق قاری (۹۲ ب)
- شیخ بہادر (برگ ۴۴ ب)
- خواجہ زین علی مانبتو (۴۲ ب)

چک سلاطین کے دور میں کشمیر کی فارسی نثر میں حد درجہ کی سادگی پائی جاتی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں کشمیر کا فارسی ادب ابھی تک سبک ہندی کی عبارت آرائی، خیال بانی، معنی آفرینی اور پیچیدہ تشبیہات و استعارات سے آشنا نہ تھا۔ اس لئے اس زمانے میں فارسی نثر کا اسلوب تصنع سے عاری نظر آتا ہے۔ اس زمانے کی نثر کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں فارسی کے ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو آج کل مستعمل تو ہیں لیکن ان کے معنیٰ تبدیل ہوئے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے الفاظ پر یہاں کا مقامی رنگ غالب ہو۔

چل چلہ العارفین آج تک زیور طباعت و اشاعت سے آراستہ نہیں ہو پایا ہے۔ اسکے قلمی نسخے بھی بہت کم تعداد میں دستیاب ہیں۔ محکمہ تحقیق و اشاعت کے محفوظات میں اس کا ایک مخطوطہ زیر شمارہ ۵۰۰ محفوظ ہے جو کہ خط نستعلیق میں ہے اور مکمل اور صحیح حالت میں موجود ہے۔ نسخے کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

"الحمد للہ حمداً کثیراً و شکراً واسیعاً علی نعمایہ .... امابعد فیقول العبد الضعیف والفقیر النحیف اسحاق کشمیری المعروف والمشہور بالقاری ساکن محلہ بلدیمر ہذا رسالۃ المسمی بچل چلہ العارفین کہ بفرمودۂ غوث الاعظم ....[۳۴]

اسکی آخری عبارت یوں ہے:

چو جستم سال تاریخ وفاتش — برابر یافتم مخدوم مرحوم
الٰہی نہر ہای رحمت خود — بقبرش کن روان تا یوم معلوم[۳۵]

خواجہ اسحٰق قاریؒ فارسی نثر کے ایک منجھے ہوئے قلمکار اور ادیب تھے۔ انہیں شعر و شاعری کا بھی ذوق و شوق تھا۔ ان کے طبعزاد اشعار انکی تصنیف چل چلہ العارفین میں موجود ہیں۔ یہ اشعار انہوں نے یا تو کسی عرفانی نکتے کی وضاحت میں یا پھر اپنی فارسی عبارات کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے کہے ہیں۔ چونکہ ان اشعار کی تعداد بہت کم ہے لہٰذا انکی شعر و شاعری کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لینا ناممکن ہے۔ خواجہ صاحب کی ایک غزل بطور نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ غزل انہوں نے اپنے مرشد طریقت کے مقام عالی کی مدح میں کہی ہے ؎

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بر عاشقان داغِ جبین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

بر عارفان فخرِ مبین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

روشن بخاتم چون نگین در آسمان و ہم زمین

بر اولیای عالمین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

شمس الضحیٰ نور الہدیٰ بدر الدجیٰ صدر العلیٰ

مہ بر درش سر بر زمین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

حیران ملک، حیران فلک، حیران زمین، حیران زمان

از قربتِ شیخی چنین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

یکتا چو درِّ بی بدل در رشتہای اولیاء

از بحرِ رحمت بر زمین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

از خرمنِ پُربار او ہر یک ولیٔ کاشمیر

از کمترینِ خوشہ چین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

سلطان عارف در جہان باشد چو روشن بر ہمہ

ہم غوث اعظم از یقین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

محبوب عالم شیخ من در عرش بین اسمای او

از ہر چہ خوانم خوشترین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

از خادمانِ سلسلش پاپوش شو پا پوش شو

گو از غلامم کمترین چون شیخ حمزہ پیرِ ما

ز اسحاق بشنو این سخن در گوش کہ از ہوش خود

کو پیر ما پے بہ ازین چون شیخ حمزہ پیر ما (؟) ۳۶

خواجہ صاحبؒ کی شاعری کا انداز واعظانہ اور ناصحانہ ہے۔ وہ شعر و شاعری سے پند و موعظت نصایح اور تبلیغ دین کا کام لیتے ہیں۔ نماز سے متعلق انکی درج ذیل طویل غزل ملاحظہ فرمایئے ؎

نماز خلق تسبیح و سجود ست — نماز عاشقان ترک وجود ست

نماز عارفان اندر نہان ست — بوصل لامکان در عین جان ست

نماز عارفان ترک نیاز ست — نماز وصلان در عین خان ست

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نماز اولیا از عین قلب است — نماز زاهدان از روی نانست

نماز قایمان تا صبح وصلست — نماز عابدان بهر زمانست

نماز عاشقان ترک تمام است — نماز صالحان صلحی میانست

نماز عاملان وصل وصالست — نماز جاهلان سهو عیانست

نماز عالمان از قیل و قالست — نماز کاملان در لامکانست

نماز مفسدان فصل تمام است — نماز عاجزان آب روانست

نماز مقبلان از امر رحمٰن — چو تیر تیز باهم در نشانست

نمازِ صبح خیزانِ الٰهی — برای قرب للّٰهِ جاودانست

نماز مردمانِ ظاهر ای دل — نه او، همچون نماز سالمانست

نماز کان برای روی خلقست — حجاب حق و کار مشرکانست

نماز رو بقبله دل بصد جا — خری او کار و بار احمقانست

نماز کان بسا از بهر مردم — گذارد هر که کافر مسلمانست

نماز ای دل کلید هفت دوزخ — که او را یک ریائی در میانست

نماز ای دل کلید هشت جنت — که خالی از ریائی ناکسانست

نماز ای دل برای قرب حقست — برای او که آن از جسم و جانست

نماز ای دل بصبح و شام بگذار — که بر خوانندهٔ حق بس مهربانست

نماز عارفان در عرش باشد — اگرچه سجده اش زین آستانست

نماز عارفان مقبول حضرت — ز هر شی و ز هر جای و مکانست

نماز شاربان وصل ایزد — ز ترک خویش و هم از خانمانست

نماز پیر ما را رو بحق است — بترک این جهان و آن جهانست

نماز پیر ما کان غوث اعظم — بجسم و روح و دل از افترانست

نماز پیر ما از وصل قلب است — بعرش حق که او را آستانست

نماز پیر ما و شرح و صفتش — دو عالم دفتر یک داستانست

نماز پیر ما از هر چه گویم — مبرا و منزه بیگمانست

نماز پیر ما در پنج گانه — چو معراج حضور مردمانست

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نماز پیر ما آن شاه مرسل — امام و مقتدا بین وه چه شانست

نماز پیر ما مخدوم حمزه — ز مسجد هم ز خانه بالیگانست

نماز اولیا و هم محبانش — بدین اوصاف همچون خاصه کانست

ازین تا روز محشر هر که ازوی — بود در آخرت شاهِ شهانست

ز دیدار خدا خالی بدوران — جمیع منکران چون آسیانست

سزای او بجز لعنت نباشد — چو ابلیسی که وی از منکرانست

چو شیطان هر که در انکار پالیست — بنار دوزخ او از مخلدانست

ببارد هر زمان لعنت چو باران — بروی منکران از آسمانست

بزناری که از انکار در رفت — کجا او مسلمان از کافرانست

بلعنیت هر که بد بر شیخ گوید — کجا او مومن او از رافضانست

لباکس شان بظاهر گفته مسلم — ولیکن معنیٔ از منفقانست

بود در آخرت قومی ز انکار — بهم با کافران چون کاروانست

بسمع هوشدار و این سخن را — هر آنکو عاقل و هم کاردانست

اگر باشد شنیدن یک سخن بس — وگرنه گفت و گو از غافلانست

بحق خالق معبود مطلق — همه مغفور ذیل سلسلانست

بیادر خاندان شیخ حمزه — رحیم و غافر او بر عاصیانست

بدرگاه عظیم و هم غفورش — شود پاک از جرایم هر که زانست

جناب حضرت مخدوم حمزه — که او سلطان دیگر همچو خانست

غفارت بر مرید و خاکسارش — زهی شاهی که ازوی رایگانست

ازین دم تا بنفخ صور دایم — همین حال از برای مخلصانست

مرا ملجا و ماوای دگر هم — پناه و پادشاه بیکسانست

بدیدار و بجنت ضامنم من — هر انکو دست زده زین خاندانست

شنو این چند بیت از قول اسحاق — که بر احوال شیخ از واقفانست ۳۶

• کشف و کرامات

جیسا کہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ کشمیر کے اولیائے کرام میں شیخ حمزہؒ کا مرتبہ بلند ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

وہ نہ صرف صاحب حال صوفی تھے بلکہ صاحب قال عارف بھی۔ وہ معرفت الٰہی میں اس قدر مست اور مستغرق ہو جاتے تھے کہ کبھی کبھی اپنی سدھ بدھ بھی کھو بیٹھتے۔ ایسے صاحب حال صوفی اور ولی کامل کشف و کرامات پر یکسر خطِ ابطال کھینچنا ایسی ہی بات ہے جیسے کہ ان کو حضرت مخدومؒ کا مرید اور خلیفہ تصور کرنے سے انکار کرنا۔ تذکروں میں انکے بہت سے خوارق عادات اور کشف و کرامات درج ہیں اگرچہ مقالے کی تنگ دامانی کے پیش نظر ہم یہاں پر ان سب کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں پھر بھی موضوع کی مناسبت سے یہاں پر شتے از خروارے ان میں سے چند ایک کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں

- "تذکرۃ العارفین" میں درج ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ صاحب دریا کے کنارے پر بیٹھے تھے کہ وہاں ایک نورانی صورت والے ایک شخص نمودار ہوئے اور خواجہ صاحب کے ساتھ کچھ دیر تک کے لئے محوِ گفتگو رہے۔ اسی اثنا میں وہ بجلی کی مانند آسمان کی فضاؤں میں اُڑ گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے خواجہ صاحب بھی اُڑے۔ فضا کی لامتناہی حدود میں انہوں نے اتنی بلندی پر پرواز کی کہ راوی حضرت بابا علی رینہؒ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ بابا صاحب نے خود اس صورت حال کا مشاہدہ کیا۔ وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے یہ ماجرا پیر طریقت اور اپنے بڑے بھائی حضرت مخدوم پاکؒ کو سنایا۔ حضرت مخدومؒ نے جواب دیا کہ جس شخص نے پہلے عروج کیا وہ میر شیخ حیدر تیلہ مولی تھے۔ وہ خواجہ صاحب کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ دونوں مکہ معظمہ میں نماز پڑھنے گئے۔ چونکہ دونوں ذکر و فکر الٰہی میں ڈوبے رہتے ہیں اسلئے وہ جب چاہیں اڑ سکتے ہیں اور اس پر اُن کو ملکہ حاصل ہے۔[۳۸]

- ایک دن خواجہ صاحب حضرت مخدومؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ حضرتؒ نے انہیں حکم دیا کہ محلہ علاء الدین پورہ جا کر انکے ایک مرید کے بیٹے کی، جو کہ سخت بیمار تھا، عیادت اور تیمارداری کریں۔ خواجہ صاحبؒ نے حکم بجالایا اور وہاں چل پڑے۔ جب وہاں پہنچے تو انہیں پتہ چلا کہ بچہ چند لمحے قبل انتقال کر گیا ہے۔ خواجہ صاحبؒ نے واپس آنے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ اپنے مرشد کے حکم کا لحاظ اور احترام تھا کہ احوال پوچھ کر آئیں اسلئے وہ اُس کمرے میں داخل ہوئے جہاں مردہ بچہ رکھا ہوا تھا۔ لاش کے اردگرد عورتیں ماتم اور نوحہ کر رہی تھیں۔ خواجہ صاحبؒ لاش کے قریب گئے اور شہادت کی انگلی اُس کے منہ میں ڈال کر کلمہ شہادت پڑھا۔ جونہی لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھا مردے کی زبان گویا ہوئی اور اُس نے دوبارہ زندگی پائی۔ ہر طرف خوشی کی لہر دوڑی۔ خواجہ صاحبؒ واپس حضرت مخدومؒ کے دربار میں آئے۔ جب داخل ہوئے تو حضرت مخدومؒ نے استفسار کیا کہ بیمار کی حالت کیسی ہے؟ خواجہ صاحبؒ نے جواب دیا کہ آپ پر تو سارا حال عیاں ہے۔ حضرت مخدومؒ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نے خواجہ صاحب سے فرمایا کہ آج جو کچھ آپ سے ہوا ہے وہ ٹھیک ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ زندگی دینا یا لینا دستِ قدرت میں ہے لہذا آپ کو اس پر فخر نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی اثنا میں لڑکے کا باپ حضرت مخدومؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے اپنی ساری جائیداد منقول و غیر منقول اپنے بیٹے کے زندہ کرانے کے صلے میں حضرت مخدومؒ کو بخش دی لیکن فقر کی دولت سے مالامال اور دنیاوی مال و متاع سے مستغنی حضرت مخدومؒ نے لینے سے انکار کیا۔ ع۳۹

● صاحب تذکرۃ العارفین نے خواجہ صاحبؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ صاحبِ حال صوفی تھے جب ان پر رقت طاری ہو جاتی تو اُس وقت پرندے نمودار ہو جاتے اور اُس جگہ کے اردگرد پرواز کرتے رہتے جہاں خواجہ صاحبؒ مصروفِ ذکر ہوتے۔ اگر کسی حجرہ یا مکان میں ہوتے تو پرندے اُس مکان کی چھت پر جمع ہو کر اسکے اردگرد چکر کاٹتے رہتے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خواجہ صاحبؒ گھر سے باہر کسی کھلے میدان یا صحرا میں ہوتے، اُن پر حال طاری ہو جاتا تو انکے سر کے اوپر سے پرندے جوق در جوق رقص کرتے اور جھومتے چلے جاتے۔ خواجہ صاحبؒ کو قرآن شریف حفظ تھا۔ انکے ذکر اور کلام مجید کی تلاوت میں اتنی تاثیر تھی کہ جب بھی تلاوت فرماتے تو انکے سر کے اوپر سے ایک پرندہ اڑ کر آسمان کی فضاؤں میں پرواز کرتا۔ ع۴۰

خواجہ صاحبؒ کی "چلچلتہ العارفین" میں حضرت مخدومؒ کے متعدد خوارق عادات درج ہیں ان میں بہت سے معنوی کمالات ایسے ہیں جن میں خواجہ صاحب نے اپنے آپ کو شامل دکھایا ہے۔ چنانچہ حضرت مخدومؒ کے معنوی کمالات کے ضمن میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

● ایک دفعہ فقیر حقیر حضرت سلطان العارفینؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ عشا کی نماز کے بعد رمضان المبارک کے ایام میں شب قدر تھی۔ مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کے بارے میں اختلاف تھا۔ میں تشویش میں مبتلا تھا کہ آیا شب قدر کی نماز پڑھنی چاہیئے یا نہیں۔ میں اسی وہم و گمان کی حالت میں حضرت مخدومؒ کی خدمت میں گیا تاکہ عرض کروں کہ شب قدر کی نماز ادا کریں یا نہیں۔ حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ اے اسحٰق ذرا ٹھہرو۔ دو مہمانوں کا انتظار ہے۔ تھوڑی دیر میں دو نورانی شخص داخل ہوئے۔ حضرت سلطان العارفینؒ نے انہیں احترام اور عزت کے ساتھ بٹھایا۔ کچھ لمحے گذرنے کے بعد فرمایا کہ اُٹھئے اور نماز شروع کیجئے۔ میں نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔ جب تک نماز اور قرآن کی تلاوت (ختم قرآن) مکمل ہوئی رات کا ایک بڑا حصہ گزر چکا تھا۔ نماز کے بعد اُن دو نورانی صورت رکھنے والے اشخاص نے حضرت سلطان العارفینؒ سے فرمایا کہ اُٹھئے کیونکہ وقت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہو گیا۔ حضرت سلطانؒ نے شفقت بھری نگاہیں مجھ فقیر پر ڈالیں۔ ان دو اشخاص کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس فرزند (خواجہ اسحٰق) کے لئے کیا حکم ہے۔ انہوں نے میری آنکھوں پر آپ دہان ملا اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ عرش عظیم پر بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوں۔ وہاں پر تمام انبیا علیہم السلام اور سارے اولیاء اللہ کچھ روحانی طور اور کچھ بہ جسد حاضر تھے۔ پورے مجموعے کی امامت سرور کائنات حضرت محمدؐ نے فرمائی اور دوسرے انبیاء و اولیاء نے اقتدار کی۔ سارے انبیاء و اولیاء نے آنحضورؐ کی خدمت میں اپنی حاجات وغیرہ پیش کیں۔ چار یار باصفا کے بعد حضرت مخدومؒ نے بھی اپنی طرف سے استدعا کی۔ حضرت سلطان العارفینؒ جو حضرت علیؓ کے قریب تشریف فرما تھے نے رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں مجھ حقیر اور میرے بھائی خواجہ حسن قاریؒ کے بارے میں عرضداشت پیش کی۔ اسی وقت اعلان ہوا کہ خواجہ اسحٰق اور اس کا بھائی خواجہ حسن قاری، جو کہ دونوں حضرت مخدومؒ کے مرید ہیں، کو واقعہ نویس اور دوسرے کو واقعہ خوان مقرر کیا گیا۔ اس ملک کا رجسٹر ملائکوں کے ذریعے میرے اور میرے بھائی کو تفویض کیا گیا تاکہ ہم ہر شب قدر کھول کر کشمیر کے حالات اور حقایق لکھا کریں۔ اس کے بعد حضرت مخدومؒ نے آنحضورؐ سے اجازت طلب کی اور ہم واپس آئے۔ میں نے حضرت مخدومؒ سے پوچھا کہ وہ دو اشخاص جنہوں نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی کون اصحاب تھے۔ جواب ملا کہ وہ حضرت خضرؑ و حضرت عیسیٰؑ تھے۔ دوسرے دن اس ملک کے تمام اولیاء نے مجھے اور میرے بھائی خواجہ حسن قاریؒ کو مبارک باد دی۔ کشمیر کے وہ تمام عارف جو عشق و معرفت سے سرشار ہیں انکے احوال تا قیام قیامت حضرت مخدومؒ کے توسط سے ہم پر عیاں ہونگے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس پر اولیاء اللہ فخر کرتے ہیں اور یہ مرتبہ حضرت سلطان العارفینؒ کے بہت کم مریدوں کو حاصل ہے۔[۴۱]

● ایک بار سلطان العارفینؒ بعض خلفا کے ہمراہ جن میں خواجہ اسحٰق قاریؒ بھی شامل تھے۔ جھیل ولر میں ایک کشتی میں سوار تھے۔ اچانک سخت تیز ہوا چلی۔ خواجہ صاحبؒ ہوا کے تیز چلنے سے گھبرا گئے اور حضرت مخدومؒ سے عرض کی کہ خطرناک ہوا سے کشتی الٹنے کا خطرہ ہے لہذا خدا سے پناہ مانگنی چاہیئے اور سعدی کا یہ شعر پڑھا:

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چو تو پشتی بان

چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتی بان

یہ سن کر حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ کشتی کو یہیں چھوڑ دیں اور چلے جائیں۔ حضرتؒ کشتی سے اتر کر پانی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پر سے چلنے لگے۔ کشتی میں جتنے بھی خلفاء سوار تھے سب کے سب حضرت مخدومؒ کی عنایات اور فیوض کی برکت سے پانی پر چلتے گئے یہاں تک کہ صحیح سلامت کنارے تک پہنچ گئے۔ ۴۲

خواجہ صاحب ایک صاحب استعداد فنکار ہی نہیں بلکہ ایک باکمال عارف اور کہکشان سلطانیہ کے ایک باکمال عالم تھے۔ وہ صاحبِ کشف و کرامات صوفی تھے۔ انکی نظم و نثر دونوں پر صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ انکے علمی تبحر اور دینی علوم میں انکی چابکدستی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہیں رہبر طریقت حضرت مخدوم پاکؒ نے اپنی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے کے لئے منتخب کیا تھا۔ خواجہ صاحب اپنے مریدوں اور شاگردوں کی تربیت انہماک سے کرتے چنانچہ انکے حلقہ تلمذ میں اور لوگوں کے علاوہ بعض نامور عالم بھی شامل تھے جن میں ملا محمد حسین جنازؔ صاحب "ہدایت الاعلیٰ" اور ملا جوہر زانت (ناتھ) صاحبِ تفسیرِ قرآن بھی شامل ہیں۔ ۴۳

●

حواشی و تعلیقات

۱۔ حرز المبین اردو ترجمہ دستور السالکین از بابا داؤد خاکیؒ ۲/۱۰ مطبوعہ

۲۔ چل چلہ العارفین از خواجہ اسحاق قاریؒ برگ ۶ ب مخطوط مملوکہ کتب خانہ محکمہ تحقیق و اشاعت کشمیر یونیورسٹی شمارہ ۵۰۰

۳۔ چلچلتہ العارفین برگ ۱ الف

۴۔ چلچلتہ العارفین برگ ۲ الف ۵۔ چلچلتہ العارفین

۶۔ حرز المبین جلد ۲ ص ۱۱۔ ۱۲ (اردو ترجمہ دستور السالکین)

۷۔ چلچلتہ العارفین برگ ۲ ب و ۳ الف ۸۔ چلچلتہ العارفین برگ ۶ ب۔ ۷ الف

۹۔ تذکرۃ العارفین برگ ۲۴۲ الف مخطوطہ مملوکہ کلچرل اکادمی

۱۰۔ چل چلہ العارفین برگ ۱۲ ب ۱۲ الف ۱۱۔ چلچلتہ العارفین برگ ۶ الف

۱۲۔ تذکرۃ العارفین از بابا علی رینہ برگ ۲۴۲ ب مخطوطہ مملوکہ کلچرل اکادمی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

۱۵- ریاض الاخیار ص ۲۷۲ مطبوعہ (اردو ترجمہ اسرار الابرار)

۱۶- تذکرۃ العارفین برگ ۲۴۳ الف ۱۷- تذکرۃ العارفین ریاض الاخیار ۲۷۳

۱۸- ریاض الاخیار ص ۲۷۳ ۱۹- تذکرۃ العارفین برگ ۲۴۲ ب

۲۰- تذکرۃ العارفین ۲۴۵ الف ۲۱- تذکرۃ العارفین ۲۴۵ ب، ریاض الاخیار ص ۲۷۳

۲۲- تذکرۃ العارفین ۲۴۶ الف

۲۳- ریاض الاخیار ص ۲۷۴، واقعات کشمیر ص ۱۲۹ مطبوعہ

۲۴- تذکرۃ العارفین برگ ۲۴۷ ب و ۲۴۸ الف

۲۵- ہدایت المخلصین برگ ۱۶۶ ب مزید دیکھئے برگ ۱۵۵ الف، ۱۶۷ الف، ۱۶۹ الف

۲۶- تحایف الابرار- از محی الدین مسکین برگ ۱۴۳ الف، مخطوطہ مملوکہ محکمہ تحقیق و اشاعت کشمیر یونیورسٹی شمارہ ۲۰۴۸

۲۷- چل چلہ العارفین برگ ۵۶ ب ۲۸- چلچلتہ العارفین برگ ۱۲۳ ب و ۱۲۴ الف

۲۹- چل چلہ العارفین برگ ۷۸ ب ۳۰- چل چلہ العارفین برگ ۶ الف

۳۱- چل چلہ العارفین برگ ۱۳ ب تا ۱۶ الف ۳۲- چل چلہ العارفین برگ ۲۱ ب

۳۳- چل چلتہ العارفین برگ ۱۲۵ الف ۳۴- چلچلتہ العارفین برگ ۱ الف

۳۵- چلچلتہ العارفین برگ ۱۲۷ الف ۳۶- چلچلتہ العارفین ۱۷ ب و ۱۸ الف

۳۷- چلچلتہ العارفین برگ ۴۸ الف تا ۴۹ الف ۳۸- "تذکرۃ العارفین" برگ ۲۴۹ الف

۳۹- تذکرۃ العارفین برگ ۲۴۶ ب ۴۰- تذکرۃ العارفین برگ ۲۴۸ ب

۴۱- چلچلہ العارفین برگ ۴ الف تا ۵ ب ۴۲- چلچلتہ العارفین ۹۳ الف

۴۳- ملا محمد حسین خباز شہر سرینگر کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے خواجہ اسحٰق قاریؒ سے علوم معقول و منقول دونوں میں تربیت حاصل کی۔ جب انکے پیر طریقت یعنی خواجہ اسحٰق قاریؒ حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے تو انہیں بھی حرمین شریفین جانے کا شوق دامنگیر ہوا۔ اکبر آباد ہند میں خواجہ عبدالشہید کے ہاتھوں بیعت کرلی۔ مولانا خبارؒ دہلی میں عبدالباقی دہلوی سے بھی باطنی فیوض سے بہرہ ور ہوئے۔ تحصیل علوم ظاہری و باطنی کے بعد مولانا نے جب کشمیر میں مراجعت کی تو وہ شریعت محمدیؐ کی ترویج میں مصروف ہو کر گمراہوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی تربیت میں سرگرم ہوگئے۔ مولانا حسین کو اپنے معاصر صوفی شاعر حبیب اللہ نوشہری المتخلص بہ حبیبؔ کے ساتھ موسیقی سننے اور گویوں کی صحبت میں رہنے پر مباحثے اور مناظرے ہوتے رہتے تھے۔ ملّا صاحب کی تصنیفات میں "ہدایت الاعمیٰ"، "کفایۃ الاعتقاد" سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ان کا انتقال ۱۳، ذی الحجہ ۱۰۵۲ھ میں ہوا۔ وفات کے بعد انہیں محلہ گوجوارہ میں دفن کیا گیا جہاں پر انکا روضہ اب تک موجود ہے۔

مولانا جوہر نانت (ناتھ) کشمیر کے ایک نامور عالم دین تھے۔ واقعات کشمیر میں ان کا نام ملا جوہر گنائی درج ہے۔ ملا صاحب نے سلطان قطب الدین کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ علوم متداولہ میں مہارت پاکر انہوں نے درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ انہوں نے حضرت بابا داود خاکیؒ بابا حیدر تیلہ مولیؒ اور خواجہ اسحٰق قاریؒ سے کسب فیض کیا۔ ان کا انتقال ۱۰۲۶ھ میں اس وقت ہوا جب کشمیر کی بیشتر آبادی ہیضے کی وجہ سے لقمہ اجل بن گئی۔ انکی تصنیفات کا آجکل سراغ نہیں ملتا البتہ انکے تفسیر کلام مجید کا ایک مخطوطہ محکمہ تحقیق و اشاعت سرینگر کے مخطوطات میں محفوظ ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرتِ خواجہ محمد طاہر الرفیق رحمۃ اللہ علیہ

سالک راہ باطن و ظاہر — ہست خواجہ محمد طاہر
در فتح ہل بغزلی از تحقیق — شہرت شیخ ہست خواجہ رفیق
بود در پردۂ تجارت گم — زو کسی پی بزدہ از مردم
نسب آن شہنشۂ دوران — ہست از خواجہ گان عالی شان
پدرش بود خواجہ ابراہیم — سفر ہند پیشہ داشت قدیم
زان سفر در مدینۂ لاہور — داشت صحبت بشیخ عبدالشکور
بود ز اولاد قطب ربانی — زکریا بزرگ نورانی
بکرامات بود علی التحقیق — گفت بادی ز حال خواجہ رفیق
نیز بنوشت خط ارشادش — بود شاگرد ساخت استادش
پدر آن خط گرفتہ سوی پسر — شد ز بس خوشدلی روان از سر
خواجہ دریافت تا بنور صفا — شد سہ منزل پذیرہ آن خط را
شد بارشاد بعد ازین مرجع — خلق را ساخت دلنشین مرجع
اکثر از وی چو یافتند کمال — مقتدا بودہ اند صاحب حال
خاصۂ اولاد او کہ با ظفر اند
پشت در پشت و راہبر اند — (باغ سلیمان مصنفہ سعد اللہ شاہ آبادی)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جناب حضرت سید شرف الدین عبدالرحمان الملقب بلبل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریباً ساٹھ سال بعد حضرت امیر کبیر میر سید علی الھمدانی قدس اللہ سرہ، در عہد سلطان قطب الدین شاہمیر ۳۶۰ سادات و علماء کے ہمراہ بغرض اشاعت دین مبین وارد وادیٔ کشمیر ہوئے۔ حضرت امیرؒ کے بعد ان کے فرزند ارجمند جناب حضرت میر محمد ہمدانیؒ در عہد سلطان سکندر بت شکن سادات و علماء کی ایک اور کثیر جماعت کے ساتھ اپنے والد ماجد کے مشن کو پورا کرنے کی غرض سے وارد کشمیر ہوئے۔ ان کے ساتھیوں میں ان کے خاص رفیق حضرت سید جلال الدینؒ بھی تھے۔ حضرت سید جلال الدینؒ کا سلسلۂ نسب ۱۷ ویں پشت پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت امیر کبیرؒ اور ان کے فرزند حضرت میر محمد ہمدانیؒ کے ہمراہ جو بھی سادات و علماء وغیرہ یہاں آئے ان میں اکثر یہیں وادی کے مختلف علاقوں میں بغرض اشاعتِ اسلام و تبلیغ رشد و ہدایت سکونت پذیر ہوئے۔

حضرت سید جلال الدینؒ نے سرینگر کے محلہ علاء الدین پورہ میں اپنا مسکن بنایا اور سید موصوف نے وہاں تراشیدہ پتھروں کی ایک مسجد اور کئی دوکان تعمیر کرائے جس کی وجہ سے حضرت موصوف خواجہ سنگین اور ان کا جائے مسکن دوکانِ سنگین کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے دو بیٹے خواجہ طاہرؒ اور خواجہ عبدالقویؒ تھے۔ خواجہ عبدالقوی عنفوان جوانی میں ہی اس جہاں فانی کو داغ مفارقت دیکر بعالم جاودانی چل بسے۔ ان کا اکلوتا بیٹا خواجہ عبدالعلیم اس وقت چار سال کا تھا۔ ان کے خالو خواجہ شمس الدین کول نے ان کی تربیت و پرورش کی۔ ناہنال میں عرصہ دراز تک رہنے سے لوگوں نے ان کو بھی "کول" ذات کے ساتھ منسلک کر دیا۔ اور ان کے ناموں کے ساتھ "کول" چلتا رہا چنانچہ اذکار العرفار میں یہ واقعہ ان الفاظ میں درج ہے۔:

"جدش خواجہ عبدالقوی ابن خواجہ سنگین است مہر سپہر مہر اقتدار رتبہ ہر واز اجلال پایہ فراز اقبال کریم الخطاب معلی الالقاب در علوم ظاہر و باطن عدیش نبود و در ورع و تقوی بنہایت رسیدہ و ادب و تواضع بغایت داشت بروز وفات والد چہار سالہ بود بموجب آن خواجہ شمس الدین کول کہ خال او بود بطور مصاہرت بخانہ خود بردہ پرورش او نمود و در علوم آداب کمالات حاصل کرد صاحب ریاست و حشمت و وقار گردید و بر مکان او استقرار پذیر رفت۔"

خواجہ طاہر بن خواجہ سنگینؒ کے انتقال کے وقت ان کے بیٹے حضرت خواجہ ابراہیم کی عمر ۱۸ سال

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی تھی۔ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کے بعد ماموں نے خواجہ ابراہیم کی پرورش کی۔ ان کو اپنے بیٹوں کے ساتھ بغرض تجارت بیرون کشمیر بھیجتا تھا۔ بانجھے کی صلاحیت اور دیانتداری سے خواجہ عیسیٰ عشائی نے اپنی بیٹی بی بی ہاجرہ کا نکاح حضرت ابراہیم سے کیا جس کے بطن سے حضرت قطب الاولیا حضرت خواجہ محمد طاہر الرفیق قدس اللہ سرہ تھے۔ چونکہ عشائی گھرانے کے ساتھ منسلک رہنے سے لوگوں نے خواجہ ابراہیم اور ان کے بیٹوں کو عشائی نام سے پکارا۔ حضرت بی بی ہاجرہ کے دادا خواجہ سلیمان عشائی اپنے مرشد جناب امیر کبیر میر سید علی الہمدانی قدس اللہ سرہ کے ساتھ وارد کشمیر ہوئے تھے۔ خواجہ موصوف اپنے مرشد حضرت امیرؒ کے ساتھ لداخ اور تبت گئے۔ وہاں سے انہوں نے پشمینہ کی تجارت شروع کی۔ قلیل مدت میں اپنے مرشد کی نظر کیمیا اثر سے خواجہ سلیمان وادی بھر کے روسا میں شمار ہونے لگے۔ باوجود جاہ و حشم کے تقویٰ شعاری و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ خواجہ موصوف سال بھر روزہ دار ہوتے تھے۔ صرف عشاء کے وقت غذا کھاتے تھے۔ اسی نسبت سے حضرت امیر کبیرؒ ان کو عشائی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔

خواجہ عیسیٰ عشائی بن خواجہ سلیمان کے نکاح میں بی بی امۃ اللہ دختر نیک اختر خواجہ سنگین ؒ تھی۔ حضرت خواجہ ابراہیم بھی دوکان سنگین میں بزازی کا کاروبار کرتے تھے۔ دوکانداری کے ساتھ ساتھ خوف خدا بھی در دل تھا۔ ان کے دو بیٹے حضرت خواجہ محمد طاہر اور حضرت خواجہ عطار تھے۔ خواجہ عطارؒ اپنے برادر اکبر حضرت خواجہ محمد طاہر الرفیقؒ کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔ ان کی خاص توجہ نے ان کو عالم باعمل بنایا۔ عنفوان جوانی میں ہی ۱۹ ماہ ذیقعدہ ۹۶۷ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۵۶۰ء کو اس دنیائے فانی سے چل بسے۔ آپ اپنے آبائی مقبرہ مزار قدیم رعناواری احاطہ زیارت زینہ دلیؒ میں مدفون ہیں ؎

خواجہ عطار بود بیشک و شین — حضرت خواجہ را برادر عین
مدفن خاص حضرت عطارؒ — شد مزار قدیم رعناوار

تاریخ سال وفات ان اشعار میں ہے۔ ؎

خواجہ عطارؒ دانای رشید — زاہد مشہور مثل با یزید
فاضل و علامہ و مقبول دہر — شیخ طاہر را برادر ہم مرید
رفت از دنیا و تاریخش بدان
فاضل دانا دگر شیخ مجید

حضرت خواجہ محمد طاہر الرفیقؒ کو والد کی نیک تربیت نے دنیاداری کے ساتھ ساتھ پرہیزگاری و

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دینداری اور تقویٰ شعاری عطا کی۔ حضرت خواجہ دوکان پر بیٹھ کر ظاہری طور دنیاوی کاروبار میں مشغول ہوتے تھے۔ لیکن ان کا باطن ہر وقت خدا کی یاد میں محو رہتا تھا۔ پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ حضرت موصوف سال بھر روزہ دار ہوتے تھے۔ گھر سے آیا ہوا کھانا ہر روز رضائے الٰہی کی خاطر کسی مسافر کو کھلاتے تھے۔ قطب الاولیاء حضرت خواجہ محمد طاہر الرفیقؒ کے والد حضرت خواجہ ابراہیمؒ موسم سرما میں بیرون کشمیر لاہور بغرض تجارت جاتے تھے۔ وہاں وہ حضرت شیخ عبدالشکور قریشی لاہوری قدس اللہ سرہ کے فیض صحبت میں اکثر جاتے تھے۔ ان کے حکم کے مطابق شیخ ابراہیمؒ نے ایک سو قمیض دیا جاے سلوا کر جناب مرشد حضرت شیخ عبدالشکور لاہوری قدس سرہ کے محبوں اور خدمتگذاروں کے لئے بطور نذرانہ پیش کئے۔ بہ نظر شفقت حضرت ممدوح نے فرمایا جو کچھ چاہتے ہو وہ مانگو۔ جناب شیخ ابراہیمؒ نے عرض کیا کہ خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کا شکر کس زباں سے ادا کروں جس نے مجھے تمام نعمتوں سے نوازا ہے صرف آخری عمر کے انجام نیک کا متمنی ہوں۔ حضرت ممدوح نے موجب حکم الٰہی جل شانہٗ

"ان الذین اٰمنوا و عملوا الصٰلحٰت کانت لھم جنٰت الفردوس نزلا"

(بے شک جن لوگوں نے ایمان لایا اور نیک اعمال کئے وہ جنت الفردوس کے مہمان ہونگے)

سے تسلی دیکر فرمایا۔ کچھ اور مانگو۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا میری بیٹی بعلت وجع مفاصل کشمیر میں بیقرار ہے اس کے حق میں دعائے خیر فرمایئے تاکہ شفایاب ہو۔ حضرت ممدوح نے تھوڑی دیر سر بمراقبہ کرنے کے بعد فرمایا اس وقت وہ اپنی والدہ کے ساتھ موسم سرما کے لئے سبزی سکھانے کے لئے اپنی دایہ کے ہاتھ دے رہی ہے۔ شافی حقیقی جل شانہٗ نے اس کو شفا بخشدی ہے۔ حضرت ممدوح نے دوبارہ کچھ مانگنے کو کہا تو انہوں نے کہا کہ یہی عاقبت بخیر ہو جائے۔

اس کے بعد حضرت ممدوحؒ نے خواجہ ابراہیمؒ سے فرمایا کہ اپنے فرزندوں میں سے طاہر نامی فرزند کو مجھے بخشدیجئے۔ خواجہ موصوفؒ نے عرض کیا وہ کشمیر میں ہے۔ واپسی پر خدمت اقدس میں روانہ کردونگا۔ حضرت ممدوح نے تبسم فرمایا اور بجذبۂ ولایت حضرت خواجہ طاہرؒ کو اپنے پاس ظاہر کیا اور حضرت خواجہ طاہر کو رفیق کے لقب سے نوازا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ ابراہیمؒ کو رخصت کرکے خرقہ و تسبیح حضرت مخدوم بہاء الدین ذکریا ملتانی قدس اللہ سرہ معہ خط ارشاد در سلسلۂ سہروردیہ حضرت خواجہ محمد طاہر رفیقؒ کے لئے ظاہری طور حوالہ کئے۔ تسبیح مبارک اس وقت بھی خاندان رفیقیہ میں موجود ہے۔

حضرت خواجہ طاہر الرفیقؒ حسب عادت دوکان بزازی پر بیٹھتے تھے۔ کہ ایک روز حضرت خضرؑ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نے آکر فرمایا "شر البقاع الاسواق وخیر المساجد" "تمام جگہوں سے بدترین جگہ بازار ہے اور بہترین مقامات میں مسجد ہے"۔ یہ سنتے ہی حضرت خواجہ نے دوکانداری کو خیر باد کہا اور ارشاد و تلقین سلسلۂ علیہ عالیہ سہروردیہ، قادریہ، کبرویہ اور نقشبندیہ کے اذکار و اوراد و تربیت خلق اللہ میں مشغول ہوگئے۔ سلسلۂ قادریہ کی بیعت حضرت سید اسماعیل شامیؒ سے لی اور انکو سلسلۂ سہروردیہ کی بیعت دی۔ سلسلۂ کبرویہ کی بیعت حضرت سید علی والی متقیؒ سے لی اور انکو سلسلۂ سہروردیہ کی بیعت دی۔ سلسلۂ نقشبندیہ تو موروثی اپنے جدامجد حضرت سید جلال الدین سنگینؒ برادر حضرت سید بہاء الدین نقشبندیؒ سے پشت در پشت چلا آیا تھا۔ اجازت در سلسلۂ سہروردیہ اپنے والد ماجدؒ کے ذریعہ خط ارشاد میں حضرت شیخ عبدالشکور لاہوریؒ سے عطا ہوا تھا۔ ان کے ہمعصر حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم قدس اللہ سرہ، جامع الکمالات حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ۔ حضرت شیخ بابا والیؒ۔ حضرت شیخ بابا داؤد خاکیؒ۔ حضرت سیّد میر میرک اندرابیؒ۔ بابا ہردی رشیؒ وغیرہ تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ حمزہؒ کی نماز جنازہ کی امامت اس وقت کے صلحاؤ علماء نے متفقہ طور حضرت خواجہؒ کو سونپ دی۔

حضرت بابا داؤد خاکیؒ حضرت سلطان العارفین کے انتقال پُر ملال کے بعد حضرت خواجہؒ کی خدمتیں اکثر آتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد طاہر الرفیقؒ کے عم زادہ حضرت ابوشریف شیخ احمد زاہدؒ کے والد حضرت خواجہ عبدالعلیمؒ کے انتقال کے وقت ۴ سال کے تھے۔ حضرت خواجہ نے ان کی پرورش و تربیت میں خاص توجہ فرمائی اور ان کو عالم باعمل بنا کر اپنا جانشین بنایا۔ حضرت خواجہؒ نے اپنی اکلوتی بیٹی رابعہ عصر حضرت مریم بانو کا نکاح ان کے ساتھ کیا۔ اور حضرت خواجہؒ نے شیخ احمد زاہد کو "رفیقی" کے معزز لقب سے نوازا۔ پیر حسن شاہ کھویہامی نے بغیر تحقیق و تجسس خاندانِ رفیقیہ کو "کول" خاندان کے ساتھ منسلک کیا ہے جو کہ سراسر بے بنیاد اور غلط ہے۔ اس سے پہلے اور بعد کے جو بھی مورخ و تذکرہ نگار گذرے ہیں انمیں خواجہ محمد اعظم دیدہ مریؒ مصنف واقعات کشمیر، بابا داؤد مشکواتی، مصنف اسرار الابرار، ابا رفیع الدین احمد غافلؒ مصنف نوادر الاخبار، ملا عبدالصبورؒ مصنف خوارق السالکین۔ سعد اللہ شاہ آبادیؒ مصنف باغ سلیمان، شیخ عبدالوہاب نوریؒ مصنف فتحات کبرویہ۔ ملا بہار الدین متوؒ مصنف رسالہ غوثیہ و سلطانیہ۔ ملا عبدالنبی خانیاری مصنف وجیز التواریخ۔ الحاج محی الدین مسکین مصنف تحائف الابرار وغیرہ نے خاندان رفیقیہ کو "کول" ذات سے منسلک نہیں کیا ہے۔ حسن نے ایسا کیوں لکھا ہے اس کی کوئی معتبر روایت یا دستاویز

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خود حسن کے پاس نہیں۔

چک حکمرانوں میں یعقوب شاہ کے عقائد میں کٹر پن تھا اور وہ اس سلسلے میں زور زبردستی کی پالیسی پر کاربند تھا جس کے نتیجہ میں حضرت قاضی موسیٰ نے شہادت پائی۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنے چند ملازموں کے ہمراہ حضرت خواجہؒ کے دربار میں انہیں گزند پہنچانے کی نیت سے حاضر ہوا۔ حضرت خواجہؒ نے اسکی سخت خاطر مدارت کی اور اس کو انڈوں کا ایک پلیٹ کھانے کے لئے پیش کیا۔ یعقوب شاہ نے حواس باختہ ہو کر انڈوں کو بغیر چھیلنے کے کھایا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر حضرت خواجہؒ سے رخصت لے کر چلا گیا۔ باہر جا کر ساتھیوں نے یعقوب شاہ سے پوچھا کہ آپ نے کوئی اشارہ نہ کیا، ہم تو منتظر تھے۔ بلکہ آپ کی حالت ہی عجیب ہوئی۔ یعقوب شاہ نے کہا شیخ کو عجیب سا جادو ہے اس کے سر پر ایک سیاہ سانپ آویزاں تھا جو کہ مجھ پر نظریں جمائے ہوئے تھا اگر میں کوئی ناشائستہ حرکت کر گزرتا تو وہ مجھے ایک لمحہ میں مار ڈالتا۔ اسلئے میری یہ حالت ہوئی ہے۔

محی الدین اسلام آبادی نے اس واقعہ کو اپنی تصنیف "کتاب الانہار الطیبین" میں ان اشعار میں درج کیا ہے ؎

قصد آزار شیخ دین کردند — رو بآن خسرو یقین کردند
رفت یک سگ بسوی آن شہ دین — برد خنجر در آستین از کین
در زمان لرزہ اش بجان افتاد — بر زمین سر بپای خواجہ نہاد
حضرت خواجہ چند بیضۂ خام — کرد از لطف خود باو انعام
ہمہ را خورد آنچناں آن خر — ہیچ از حال خود نداشت خبر
بعد ازان ز آنجناب بیروں شد — زہرہ آب از غم و دلش خوں شد
ہمرہاں طعنہ ہا باو دادند — نامش از طعنہ خبر بنہادند
گفت چوں آمدم بدان درگاہ — دیدم از سقف اژدہای سیاہ
گر بدل شد خیال رشم باز — او دہن کرد جانب من باز
ایں ہمہ ترس و بیم را نزو بود — قصد او کردنم نکو ننمود

اسکی زیادتیوں سے تنگ آکر یہاں کے بہت سے بزرگان دین شہر چھوڑ کر اور کچھ بیرون وادیٔ کشمیر چلے گئے جنہیں حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفیؒ بعد ادائے مناسک حج بیت اللہ واپس آکر دہلی میں ہی ٹھہرے۔ حضرت بابا داؤد خاکیؒ ملتان چلے گئے اور حضرت خواجہؒ شہر کو خیرباد کہکر موضع خیرو

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

میر علاقہ ترال، موضع قمر علاقہ شاہ آباد اور موضع نوگام و اوکیل بلن علاقہ کوٹہار میں تبلیغ دین مبین میں مشغول و مصروف رہے۔ یہاں انہوں نے بہت سے غیر مسلموں کو دین مبین کی روشنی سے مالا مال کیا اور شرک و کفر کی ظلمت سے نجات دلا کر راہ ہدیٰ سے ان کی عاقبت کو سنوارا۔ موضع خورد میر ترال میں ایک خانقاہ لوگوں کی تعلیم و تلقین کے لئے تعمیر کرائی اور موضع نوگام شانگس میں حضرت خواجہؒ نے بت خانوں کو اللہ اکبر کی گونج سے ایک نئی ضیا بخش کر ایک مسجد تعمیر کی جو کہ اس وقت بھی وہاں موجود ہے۔

"خواجہ ابو محمد طاہر رفیق قدس سرہ، در عہد فتنہ و فساد یعقوب شاہ مشہور در موضع اوکیل بلن نام پرگنہ کوٹہار مخفی ماندہ ہرگاہ فتنۂ مذکورہ منکشف شد در موضع نوگام پرگنہ مذکور کہ در آنجا نہ دہ بودند بزبان کشمیری نون گام می گفتند آمدہ آنجا کفر بسیار غالب بود سردار آنجا را متوجہ شدہ باسلام آوردند و بجائے بت خانہ مسجدے بنا نمودند تا الیوم موجود است پس بابا محمد یوسف مذکور خواجہ موسیٰ را فرمودند کہ ہرگاہ در پیش ما استقامت نکردی در مکانی حضرت پیر دستگیر کہ در نوگام است استقامت نمای خواجہ موسیٰ آنجا آمدہ مستقیم گشت و بر ریاضت و عبادت مشغول شد از ایشان دو فرزند ماند یکی ہاشم بابا کہ در صغر سن فوت شد، دوم شیخ بابا ابنہ، مومن بابا فقط خواجہ موسیٰ از قبیلۂ مانجھا است کہ ہم نسب خواجہ عبدالرحیم مانجو ساکن محلہ عالی کدل بودند عالم بعلوم شریعت و طریقت و در موضع نوگام مذکور آسودہ فیض بخش خاص و عام است" ● — (اذکار العرفا فولیو ۶۶ ے)

کچھ عرصہ بعد شہر کے خلفاء و محبان حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو واپس شہر آنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ محلہ تاشی بت دان، جو کہ اس وقت تاشوان کے نام سے مشہور ہے، کے ایک مخلص معتقد دھوبی نے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں ایک قطعہ زمین بالتعمیر خانقاہ و سرائے بطور ہدیہ اپنی ملکیت سے پیش کیا جو کہ خواجہ ممدوحؒ نے قبول فرمایا اور واپس شہر تشریف لا کر اس قطعہ اراضی پر خانقاہ اور سرائے تعمیر کر کے عوام الناس کو روحانی تربیت سے مستفیض کرتے رہے۔ حضرت خواجہؒ کے بعد حضرت شیخ طیب رفیقیؒ نے یہ خانقاہ دوبارہ تعمیر کرائی۔ اس وقت روضۂ شریف حضرت خواجہؒ اسی خانقاہ کے مغربی جانب ہے۔

حضرت خواجہ کے بہت سے خلفاء تھے۔ انمیں حضرت شیخ موسیٰ نیلگیرؒ، خواجہ میر علیؒ،

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

خواجہ لطف اللہ اسلام آبادیؒ۔ مولانا شمس الدین گنائیؒ۔ مولانا حسن لنکر۔ مولانا شیخ نورالدین عشائی بن خواجہ سعد اللہ عشائیؒ، شیخ محمد یوسف جنؒ۔ خواجہ موسیٰ مانٹجوؒ۔ بابا ابراہیم ساگامیؒ۔ مولانا خواجہ ابراہیم گنائی عرف کاکہ صاحب اور زینہ ولیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ ہر وقت اپنے مرشد کی خدمت میں پروانوں کی طرح گھومتے رہتے تھے۔ خلیفہ اوّل حضرت شیخ موسیٰ زنگیر المتوفی ۱۰۲۷ھ نے اپنے مرشد کی شان میں آداب المریدین بہ اتباع ورد المریدین حضرت بابا داؤد خاکیؒ تصنیف کی تھی۔ روایت ہے کہ جب آپ نے یہ اپنے مرشد حضرت خواجہؒ کے گوش گذار کی تو حضرت خواجہ معہ خلیفہ و نسخہ متذکرہ ساتھ لیکر بغرض ادای نماز عصر خانقاہ معلےٰ تشریف لے گئے۔ دراثناء راہ فتح کدل پل سے گذرتے وقت نسخہ متذکرہ صدر کو دریا برد کردیا۔ بعد فراغت نماز عصر خانقاہ معلےٰ سے واپس آتے وقت حضرت خواجہؒ نے خلیفہ کو دل ملول دیکھکر فرمایا "موسیٰ آپ ناراض ہیں۔؟ خدا کی بارگاہ میں طاہر کو مقبولیت ہونی چاہیئے۔ دنیاوی شہرت سے مجھے نفرت ہے۔"

حضرت خواجہ محمد طاہر الرفیق قدس سرہٗ اتوار اوّل ماہ ذالحجہ ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۹ ماہ اگست ۱۵۹۳ء اس جہان فانی کو داغ مفارقت دیکر بعالم جاودانی چل بسے۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" "تاریخ وصال "شیخ اکمل" ہے۔

حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی قدس سرہٗ نے حضرت خواجہؒ کا سال وفات ان اشعار میں فرمایا ہے ؎

خواجہ اعلیٰ مراتب سالکان پیشوا — شیخ طاہر مرشد حقانی و پیر ہدیٰ
یعنی آن خواجہ رفیق نقشبندی در نسب — سہروردی در طریقت ہنا و اھتدا
غرۂ ذی حجہ از دنیا بہ عقبیٰ کرد او
سال وصلش گفت ملہم بود شیخ الاولیا — ۱۰۰۱ھ

حضرت شیخ موسیٰ زنگیرؒ نے اپنے مرشد کا سال وصال ان اشعار میں کہا ہے ؎

چون ز دنیا رفت شیخ دین رفیق — آنکہ اندر بحر وحدت بد غریق
ہاتفی فرمود سال وصل او — پادشاء عالم مستان بگو
"ایضاً منہ"
آن خرید زمانہ خواجہ رفیق — رخت چون بر دزین جہان مفیق
عقل تاریخ وصل شان می جست — گشت زین رہ بحر فکر غریق
آہ کردہ سر ہاتفی گفتا ۶

قطب اقطاب و ثانی صدیق ۹۹۰ = ۱۰۰۱ھ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ کا روضہ مرجع خلائق ہے جو محلہ اردو بازار رینگی کوچہ فتح کدل میں واقع ہے۔

عبدالاحد رفیق

حضرت مُلّا حسین خباز رحمۃ اللہ علیہ

کشمیر جنتِ نظیر اپنی تروتازگی، شادابی اور دیگر محاسن کی وجہ سے تمام دنیا میں مشہور و معروف رہی ہے اور شعراء ان خصوصیات کی بنا پر اس کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے ہیں۔ ہر زمانہ میں دُور دُور سے سیاح یہاں آکر اپنی تفریح کا سامان بھی حاصل کرتے رہے ہیں۔ دنیا والے اس کی ظاہری دلفریبی و رعنائی پر عش عش کرتے ہی ہیں۔ لیکن اہلِ باطن کے لئے بھی یہاں اطمینان و سکون قلب کا سامان موجود ہے۔ بہت سے اللہ والے اس سرزمین میں محوِ خواب ہیں جنہوں نے کشمیر میں ہدایت کی قندیلیں روشن کیں اور لوگوں کو تصوّف و سلوک کے راستے بتائے اور کشمیر میں اسلام پھیلانے کے لئے اس طرح کام کیا کہ کشمیری مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کے مستحق ہوئے۔ آج بھی ان بزرگوں کی تعمیر کردہ خانقاہوں میں سکون و طمانیت قلب حاصل ہوتا ہے۔ ڈل جھیل اگر اپنی دلفریبی اور خوشنمائی میں اپنی نظیر آپ ہے تو درگاہ حضرت بل دِل والوں کے لئے مقناطیسی کشش رکھتا ہے۔ کشمیر عہدِ قدیم سے ایک مردم خیز خطہ رہا ہے۔ ہر زمانہ میں یہاں مختلف مکاتیب فکر کی عظیم اور مقتدر شخصیتیں تولّد ہوئی ہیں۔ علماء، مشائخ، صوفیائے کرام کے علاوہ مفکرین و مدبرین، سیاست دان، واعظ، مبلغ شعراء، ادباء، اتالیق، خطاط، وغیرہ پیدا ہوئے ہیں۔ اسی طرح بزرگانِ دین کی فہرست بھی خاص طویل ہے جس میں حضرت آخوند ملا حسین خباز مجددی قدس سرہ کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے جنہوں نے کشمیر میں دینِ حق کی تبلیغ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی اور لوگوں کو گمراہی کی راہوں سے بچا کر صحیح راستے پر گامزن کیا۔

مولانا کا نام حسین اور اُن کا اصلی وطن سرینگر تھا۔ وہ سرینگر میں ہی تولّد ہوئے تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی تصنیف "ہدایت الاعمیٰ" کے مقدمے میں لکھا ہے[1] ان کے معاصر تذکرہ نگار بابا داؤد مشکواتیؒ کے علاوہ بعد کے تقریباً تمام مقامی تذکروں میں ان کا نام مولانا حسین خباز درج ہے۔ انہیں خباز (نانوائی) اس لئے کہتے تھے کہ مولانا کی ایک نانوائی کے ساتھ بے حد دوستی تھی اور مولانا اکثر اس کی دوکان پر بیٹھا کرتے تھے۔ اس طرح لوگوں میں خباز کے نام سے ہی مشہور ہو گئے۔[2]

مولانا حسین نے ابتدائی تعلیم اپنے زمانے کے ایک بڑے عالم، فاضل اور معلّم خواجہ اسحاق قاریؒ[3] سے حاصل کی اور انہی سے علوم معقول و منقول دونوں میں تربیت بھی حاصل کی۔ خواجہ اسحٰق قاریؒ کے ارادت مندوں میں بھی شامل ہوئے۔ جب خواجہ اسحاق قاریؒ کا مکہ معظمہ میں انتقال ہوا تو مولانا حسین کو بھی حرمین شریف کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ مراسم حج انجام دینے کے بعد انہوں نے اکبر آباد میں خواجہ عبدالشہید (جو کہ حضرت عبداللہ احرار کی اولادوں میں سے تھے) کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے شاگردوں میں شامل ہو گئے۔[4] مولانا حسین دہلی میں عبدالباقی دہلوی کی خدمت میں بھی باطنی فیوض سے فیض یاب ہوئے۔[5] تحصیلِ علوم ظاہری و باطنی کے بعد جب مولانا کشمیر آئے تو وہ شریعتِ محمدیؐ کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہو گئے اور بدعتوں اور گمراہیوں کو دور کرنے کی کوشش میں ہمہ تن لگ گئے۔[6] اگرچہ معاصر تذکرہ نگار اس بارے میں خاموش ہیں کہ کشمیر آکر انہوں نے کونسا پیشہ اختیار کیا تھا لیکن ان کے نام کے ساتھ تذکروں میں لفظ آخون[7] لکھا ہے جو اس امر کی وضاحت

---

[1] ہدایت الاعمیٰ ص ۲۔ مخطوطہ کشمیر یونیورسٹی زیر نمبر ۲۹۲

[2] تحائف الابرار ص ۱۹۳

[3] تحائف الابرار ص ۱۹۳

[4] واقعات کشمیر ص ۱۳۲

[5] ریاض الاخیار۔ ص ۳۸۴

[6] ایضاً ریاض الاخیار ص ۳۸۴، واقعات کشمیر ص ۱۳۳۔ تاریخ حسن ج ۲ ص ۲۶۰

[7] تحائف الابرار ص ۱۹۲۔ اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ماضی قریب میں بھی اگر کسی (بچے) کو قرآن شریف وغیرہ یاد نہ رہتا یا پڑھنے میں دقت ہوتی تو اسے حضرت مولانا مذکور کے روضہ لیجا کر ان کی تربت کے قریب کا پتھر چٹایا جاتا۔ (م۔ا۔ا)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرتا ہے کہ کشمیر لوٹنے کے بعد اُنہوں نے معلمی کا پیشہ اپنایا ہوگا اور درس و تدریس اور اشاعتِ دین میں مصروفِ عمل رہے ہونگے۔ آج بھی کشمیر میں لوگ اسی نام سے اُن کو یاد کرتے ہیں ان کا روضہ بھی آخون صاحب کے نام سے ہی مشہور ہے۔

مولانا حسینؒ حقیقی معنوں میں کشمیر میں بعض لوگوں میں رائج بدعتوں کو مٹانے اور ان کا قلع و قمع کرنے میں سرگرمِ عمل رہے ہیں۔ وہ حق و باطل، بُرے اور بھلے میں زندگی بھر تمیز کرتے رہے۔ وہ دینِ مبین کے زبردست حامی تھے۔ مبلّغ تو تھے ہی وہ ایک نیک کردار عالمِ باعمل بھی تھے۔[1]

مولانا حسین خبازؒ کے اپنے معاصر صوفی شاعر و بزرگ صوفی خواجہ حبیب اللہ حبیؒ نوشہریؒ، جو کہ حال کے غلبہ کے بموجب اکثر اوقات محفلِ سماع میں مشغول رہتے تھے، کے ساتھ اُن کے اکثر مُباحثے اور مناظرے ہوتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار اُن کے درمیان زبردست جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک بڑے تنازعہ کی صورت اختیار کر گیا۔ یہ تنازعہ حاکمِ وقت کی عدالت میں پیش ہوا تھا۔ حضرت خواجہؒ نے سماع کی جوازیت میں یہ دلیل پیش کی کہ آئینِ شریعت کے مطابق علاجِ امراض کے لئے ایسی دوائیوں کا استعمال جائز ہے جن کو صحت کی حالت میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت حبیؒ کا استدلال یہ تھا چونکہ ہم بیمار ہیں اور سماع کے بغیر ہم کسی دوسری دوائی سے ٹھیک نہیں ہو سکتے اس لئے ہمارے لئے یہ حرام نہیں۔ چونکہ مولانا خبازؒ شرعی دلائل اور براہین پیش کرتے تھے اور وہ اکثر اوقات حبیؒ پر غالب رہتے تھے۔[2]

جہاں تک مولانا خبازؒ کے مسلک کا تعلق ہے وہ اہلِ سنت والجماعت میں سے تھے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار تھے اور ان کا تعلق صوفیوں کے نقشبندی طریقہ کے ساتھ تھا۔[3] وہ کشمیر میں اسی مسلک اور طریقہ کی اشاعت میں محو رہے۔ وہ علمِ تفسیر، فقہ اور حدیث میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور بابا نصیب الدین غازیؒ، مولانا حیدر علامہ اور محمد افضل جیسے معاصر علماء و فضلا بھی حدیث میں ان سے مستفید ہوتے تھے۔[4]

---

[1] ریاض الاخیار۔ واقعات کشمیر۔ تاریخ حسن ج ۲۔ ص ۲۶۰

[2] دیوان حبی ص ۷۔ مرتبہ حبیب اللہ کاملی ۱۳۸۱ھ

تحائف الابرار ص ۱۹۲۔ واقعات کشمیر ص ۱۳۳۔ تاریخ حسن ج ۲

[3] تحائف الابرار ص ۱۹۳

[4] ایضاً ص ۱۹۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

تذکرہ نویسوں نے مولانا کا سال وصال ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۵۲ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۶۴۲ لکھا ہے اور "منبع فیض" سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔[1] لیکن وثوق سے کوئی بھی یہ نہیں بتایا پایا ہے کہ راہیٔ عدم ہونے کے وقت اُن کی عمر کتنی تھی۔ مولانا موصوف کا روضہ محلہ گوجوارہ (سری نگر) میں اسلامیہ کالج کے متصل واقع ہے اور مرجع خلایق ہے۔[2] ۱۲ ذی الحجہ کو ہر سال مولانا موصوف کے یوم وصال کے سلسلے آستانہ عالیہ میں ذکر واذکار کی مجلس ہوتی ہے جس میں اہل دل شرکت کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔

مولانا حسین خبازؒ کے معاصر تذکرہ نویس بابا داؤد مشکواتیؒ کے مطابق مولانا خبازؒ نے بدعتیوں اور گمراہ لوگوں کے خلاف نظم ونثر دونوں میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان تصانیف میں کافی باریک بینی سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولانا مذکور چند کتابوں کے مصنف تھے۔ وہ فرماتے ہیں: "ایں مولانا صاحب تصانیف ست مثل ہدایت الاعمیٰ وغیرہ ذلک دران رسالہ درحق حضرات گذشتہ مثل حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ و مولانا جلال الدین رومیؒ وامثال ایشان نیز جواب وسوال دارد"[3]

صاحب تذکرہ اولیائے کشمیر کے مطابق مولانا حسینؒ چند کتابوں کے مصنف ہیں۔ لیکن انہوں نے ہدایت الاعمیٰ کے علاوہ کسی اور تصنیف کا نام نہیں لیا ہے۔[4] ہدایت الاعمیٰ کے دو مخطوطے کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ تحقیقات میں زیر نمبر ۵۴، ۹۲ موجود ہیں۔ ان میں سے پہلے نسخے کے ابتدائی اوراق ضائع ہو چکے ہیں اور دوسرا نسخہ ہر لحاظ سے مکمل ہے جو مولانا حسین خبازؒ کی وفات کے صرف دس سال بعد نقل کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتب نے اس کی تاریخ یوں درج کی ہے۔ "تمام شد کتاب ہدایت الاعمیٰ کہ از تصنیف ملا حسین کشمیری است۔ تاریخ رمضان المعظم ۱۱۶۲ھ ہزار یکصد شصت ودو

مولانا حسین خباز کو فارسی نظم ونثر دونوں پر عبور حاصل رہا ہے۔ "ہدایت الاعمیٰ" فارسی نثر میں اپنے زمانے کی ایک اہم کتاب ہے جس کو انہوں نے جا بجا اپنے اشعار سے آراستہ کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب فارسی نظم ونثر کا ایک مرقع ہے۔[5]

مولانا حسین خباز نے کتاب کی تصنیف کرنے کے بارے میں کہا ہے کہ اندھوں کے لئے یہ کتاب رہنما

---

[1] حاشیہ واقعات کشمیر ص ۱۳۳

[2] تحایف الابرار ص ۱۹۳ [3] واقعات کشمیر ص ۱۳۲

[4] تاریخ اولیائے کشمیر ج ۲ ص ۲۶۰

[5] پاکستان میں فارسی ادب ص ۴۰۵ جلد ۲

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور باعث ہدایت ثابت ہو سکتی ہے۔ لگتا ہے کہ اُن کے پیش نظر وہ علماء و صوفی تھے جو اُن کی نظر میں سماع جیسی غیر شرعی محفلوں کا اہتمام کرتے تھے۔ معاصر صوفی بزرگ اور شاعر خواجہ حبیب اللہ حبیؔ نوشہریؒ سے تو بڑی لے دے ہوتی رہی جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ مولانا خبازؒ سماع، رقص اور قوالوں کی صحبت اور موسیقی سننے کے شدید طور پر مخالف تھے۔ لہٰذا اس قبیل کے صوفیوں، عارفوں اور درویشوں کے ساتھ اکثر ان کے مناظرے ہوتے رہتے تھے۔ مولانا حسین خباز شرعی دلائل اور براہین پیش کر کے ان کو قائل کرتے تھے۔ ان کی دلائل میں وزن نظر آتا ہے۔ ہدایت الاعمیٰ میں ایسے صوفیوں اور درویشوں کی شرعی دلائل اور احادیث کی سند کے ساتھ نہایت ہی پُر زور الفاظ میں مذمت اور مخالفت کی گئی ہے۔ اور انہیں "العمیٰ" کہا گیا ہے۔ "ہدایت الاعمیٰ" کے مقدمے میں وہ واضح الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"دریں رسالہ کہ نام ایں ہدایت الاعمیٰ کردہ شدہ تا ہدایت کند اعمیٰ را و راہ نماید گمراہ را کہ دریں ضلالت والحاد و بدعت گرفتار است و بر ہر عارفی و عاشقی و صادقی کہ از خوانند و شنوندہ ایں رسالہ مطالعہ نماید و از چشم و گوش دل بعض اوقات در ایں رسالہ مشغول شود اصل و فرع توحید و معرفت حق بداند و راہِ راست یابد" [1]

کشمیر میں مولانا حسین خبازؒ غالباً پہلے عالم دین ہیں جو کسی صوفی سلسلے یا طریقہ میں رقص و سماع کے خلاف کھل کر سامنے آئے اور جنہوں نے اس کو شریعت اور طریقت دونوں کی رُو سے ناجائز اور گناہ ثابت کیا ہے۔ لیکن کشمیر کے تذکرہ نویسوں اور مؤرخوں نے اس مسئلے کی حقیقت اور اس کے جائز یا ناجائز ہونے کی طرف کوئی خاص اشارہ نہیں دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکبر اور جہانگیر کے دور میں کشمیر کے سنی مسلک میں متعدد صوفی طریقے رائج تھے۔ ان میں سے دو طریقے اس دور میں سب سے زیادہ عروج اور کمالِ ترقی کو پہنچے تھے۔ یہ دو طریقے نقشبندی اور کبروی سلسلے یا طریقے تھے۔ کشمیر میں اس زمانے میں کبروی سلسلے کے ساتھ تعلق رکھنے والے صوفیوں میں سب سے مشہور صوفی صرفیؒ، حبیؔ، میر خلیفہؒ، حمزہ کریریؒ وغیرہ تھے۔ صرفیؔ اس زمانے میں کشمیری کبروی سلسلے کے سب سے بڑے شاعر، پیر طریقت اور پیشوا سمجھے جاتے تھے اور حبیؔ، میر خلیفہ اور حمزہ کریریؒ تینوں صرفی سے بیعت کر چکے تھے۔ صرفیؒ کبروی سلسلے کے ساتھ تعلق رکھنے کے باوجود قوالوں اور صوفیانہ گلوکاروں کی صحبت میں رہ کر موسیقی سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ برعکس اس کے نقشبندی سلسلہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے صوفی شریعت اور طریقت دونوں کے زبردست پابند تھے۔ موسیقی، سماع، رقص۔ حتیٰ کہ وجد کو بھی

[1] کتاب ہدایت الاعمیٰ۔ برگ ۵۔ شعبہ تحقیقات کشمیر یونیورسٹی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ناجائز سمجھتے تھے۔

مولانا حسین خبازؒ اپنے دور کے ایک بڑے عالم اور مشہور صوفی بزرگ خواجہ اسحاقؒ کے شاگردِ رشید تھے جو خود حضرت شیخ مخدوم حمزہ کشمیریؒ کے ہاتھوں بیعت کر چکے تھے۔ حضرت مخدومؒ اپنے زمانے کے جیدّ عالم اور پیرِ طریقت ہونے کے علاوہ صوفیوں کے پیشوا تھے۔ عالم متبحر حضرت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے تمام احادیث ان کو زبانی یاد تھے۔ مسائل پوچھنے کے لئے طلبا اور علما دونوں ہی انؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

شریعت محمدیؐ کے پابند اور سماع اور موسیقی کے بالکل مخالف تھے۔ چنانچہ ہدایت المخلصین میں بیان کیا گیا ہے :۔

"(محبوب العالم) اصلاً و قطعاً از ابتدای تولد تا انتہائی زندگی عجیب ظاہر سازد سماع مسموع نکرد۔ واز شریعت قدم نگذاشت۔ خود سجادہ شریعت محمدیؐ عین محمودیؐ بود"

اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اکبر اور جہانگیری دور میں کشمیر میں ان صوفی سلسلوں اور طریقوں کے عقائد میں ایک زبردست ٹکراو اور تناؤ تھا اور دونوں سلسلے اپنے عقائد کے متوالے اور اثبات میں دلائل پیش کرتے تھے۔

"ہدایت الاعلیٰ" میں مولانا خبازؒ نے طریقت کے بعض امور اور مسائل کو شریعت محمدیؐ، احادیث نبویؐ اور قرآنی آیات اور طریقت کے بعض صوفیوں کے ملفوظات سے حل کرنے کی کوشش کی ہے اور "ہدایت الاعلیٰ" میں جن موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے ان کو مصنف نے مندرجہ ذیل (اٹھارہ) ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ باب اول :۔ در بیان آنکہ از جمال تفصیل ظاہر می شود۔ واز وحدت بکثرت واز احد بعدد۔

۲۔ باب دوم :۔ در بیان جامعیت انسان کہ جامع است از ہمہ اشیاء

۳۔ باب سوئیم :۔ در بیان ایمان و طریقت۔

۴۔ باب چہارم :۔ در بیان معرفت حق تعالیٰ۔

۵۔ باب پنجم :۔ در بیان شریعت۔ حقیقت

۶۔ باب ششم :۔ در بیان شریعت و طریقت و حقیقت آن از وجہ اثبات و نفی باشد۔

۷۔ باب ہفتم :۔ در بیان شریعت و طریقت و حقیقت کہ از فنا و بقا باشد۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

۸۔ باب ہشتم :۔ دربیان نبوت و ولایت

۹۔ باب نہم :۔ دربیان کرامت وکہانت واستدراج

۱۰۔ باب دہم :۔ دربیان علم وحقیقت کہ علم ظاہری وباطنی

۱۱۔ باب یازدہم :۔ دربیان توکل وحقیقت آن۔

۱۲۔ باب دوازدہم :۔ دربیان وجد وسماع وحقیقت آن۔

۱۳۔ باب سیزدہم :۔ دربیان نفی ومزامیر وآواز خوش شنیدن وصداقت آن۔

۱۴۔ باب چہاردہم :۔ دربیان حسن دیدن وحقیقت آن۔

۱۵۔ باب پانزدہم :۔ دربیان باغ وگلزار ودیدن احوال آن

۱۶۔ باب شانزدہم :۔ دربیان عبادت حق تعالیٰ

۱۷۔ باب ہفدہم :۔ دربیان مذمت بدعت وحقیقت آن

۱۸۔ باب ہشدہم :۔ دربیان شریعت ومتابعت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا خبازؒ نے "ہدایت الاعمیٰ" میں بعض معروف صوفیائے کرام مثلاً مولانا رومؒ اور شیخ عطارؒ وغیرہ سے سوالات کئے ہیں اور پھر ان کے اشعار اور ملفوظات سے ان سوالات کے جوابات دیتے ہیں اور اس طرح سے بعض صوفیوں میں رائج 'بدعتوں' کی طرف صریح طور پر اشارے بھی کئے ہیں۔ مولانا کی نظر میں ہر وہ نئی بات ناپسندیدہ ہے جس کی سند حضور سرور کونینؐ سے نہ ملتی ہو اور نہ ہی صحابہ کرامؓ یا تابعین سے اس کی تائید میں کوئی شرعی دلیل موجود ہو۔ ؎ جس صوفی کے افعال شریعت محمدیؐ کے منافی ہوں اس کا عمل مولانا خبازؒ کی نظر میں رحمانی نہیں۔ وہ "ہدایت الاعمیٰ" میں بیان کرتے ہیں: "پس باید دانست کہ کسی کہ مخالف شرع باشد اگر از وعجائب وغرائب وخوارق عادات در حالہ حیات ودر خالہ ممات ظاہر شود۔ آن استدراج است ونشان تجلیات او شیطانی است۔"

رقص وسماع کے متعلق مولانا حسین خبازؒ فرماتے ہیں کہ سرور کونینؐ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور تابعین وجد وسماع نہیں کرتے تھے اور ہر وہ کام جو انہوں نے خود انجام نہیں دیا کیسے جائز ہو سکتا ہے؛ چنانچہ "ہدایت الاعمیٰ" میں اس ضمن میں تحریر شدہ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:۔

پس باید دانست کہ زندگانی خود موافق متابعت اقوال واحوال وافعال محمد رسول اللہؐ وخلفائے راشدین وصحابہ وتابعین بگذرانی بر قول وفعل وحال

؎ ہدایت الاعمیٰ برگ ۱۳

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کہ مخالف ایشان باشد آن شیطانست نہ رحمانی و وجد و سماع مخالف صریح ایشان
است کہ محمد رسول اللہؐ و خلفائے راشدین و صحابہ و تابعین وجد و سماع نکردند
و نیست کردن ایں با ایشان گناہ است"

اُن کے نزدیک وجد کرنا اور سماع کے ساتھ دلچسپی رکھنا اسلامی اصول اور آئین شریعت کے سراسر خلاف ہے جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے ؎

رقص اگر وصل خدا باشد تمام واصلند ایں جملہ رقاصان بدام

مولانا حسین خبازؒ نے کسی بھی درویش کا نام اس سلسلے میں نہیں لیا ہے۔ لیکن "ہدایت الاعمیٰ" کی عبارت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ڈنکے کی چوٹ ان مقامی صوفیوں سے مخاطب ہیں جو رقص و سرود کی محفلوں کو آراستہ کیا کرتے تھے۔ مولانا نے اپنی ہر دلیل اور برہان کے ساتھ ایک ایک حدیث بطور سند پیش کی ہے۔ مولانا عطارؒ کے کلام سے یوں دلیل پیش کرتے ہیں ؎

چوں دلش فانی شدی در بحر راز زود میل او فتادی در نماز

غرض بقولِ خبازؒ جو شخص توحید الٰہی میں مستغرق ہو جائے اُس کو وجد و سماع میں مست ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

معاصر تذکروں سے اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی ہے کہ حضرت خواجہ حبیبؒ نوشہری نے آخر کار مولانا حسین خبازؒ کو سماع اور قوالوں کی صحبت میں موسیقی سننے کے لئے دعوت دی تھی۔ البتہ بعض تذکروں میں بیان کیا گیا ہے کہ مولانا کی سخت مخالفت کے باوجود خواجہ حبیب اللہ نوشہریؒ نے ترک سماع نہیں کیا تھا۔

مولانا حسین خبازؒ نے "ہدایت الاعمیٰ" میں سماع اور وجد کے بارے میں سوالات اور جوابات کا سلسلہ جاری رکھا ہے اور مختلف سوالات کے جوابات دے کر ثابت کیا ہے کہ وجد و سماع اور رقص سنت نبویؐ کے خلاف ہے۔

"ہدایت الاعمیٰ" کشمیر میں اکبر اور جہانگیری دور میں لکھی گئی ہے اور یہ کتاب اپنی نوعیت کی اوّلین کتاب ہے جس کا بیشتر حصہ تصوّف و عرفان کے بعض اہم مسائل اور صوفیانہ اصطلاحات کی تشریح کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں بعض اہم سوالات کے جوابات بھی مصنف نے بیان کئے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش سہل، سادہ، دلنشین اور آسان ہے۔ لیکن مصنف نے بعض صوفیانہ اصطلاحات کی تشریح عالمانہ انداز میں کی ہے جس کی وجہ سے عام لوگ اس کے مطالب کو آسانی سے نہیں سمجھ سکتے۔ کتاب میں بکثرت قرآنی آیات، احادیث نبویؐ اور بعض صوفی شعراء کے کلام سے اشعار بطور سند پیش

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کئے گئے ہیں جو اگرچہ مناسب اور برمحل ہیں لیکن کبھی کبھی اکسا دینے والے ہیں اور اس سے کتاب کی روانی، سادگی، سلاست متاثر ہوتی ہے۔ "ہدایت الاعلیٰ" کا ایک نسخہ پشاور یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے جو مکمل ہے۔ اس پر کاتب کا نام درج نہیں ہے۔[1]

مولانا شاعر بھی تھے۔ "ہدایت الاعلیٰ" میں ان کے اشعار بکثرت ملتے ہیں۔ عام طور پر ان کے اشعار، شریعت اور طریقت کے اہم مسائل کی وضاحت اور تشریح کرتے ہیں۔ اس طرح وہ ہمیشہ پند و نصیحت میں مشغول نظر آتے ہیں۔

مولانا حسین کی دوسری دستیاب تصنیف "کفایت الاعتقاد" ہے۔ فارسی نثر میں ان کی یہ کتاب "ہدایت الاعلیٰ" کے مقابلے میں نہایت ہی مختصر ہے۔ اس کتاب میں مولانا حسین خبازؒ نے اہل سنت والجماعت کے اعتقادات پر روشنی ڈالی ہے اور اس مسلک کے مخالفین، بالخصوص خوارجیوں کے بعض عقائد کو قرآن و سنت اور فقہ اور منطق کے آئینے میں پرکھا ہے۔

مولانا کا ایک اور کتابچہ، جو کہ دستیاب ہے۔ "راس الاعتقاد" ہے۔ یہ کتابچہ مختصر ہے اور صرف بیس اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کتابچے میں خلفائے راشدین کے ساتھ محبت رکھنے والے اہل سنت والجماعت کے عقائد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ کتابچے کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

باب اول :- در بیان فضیلت خلفائے راشدین۔

باب دوم :- در بیان واقعہ کہ درمیان حضرت علیؓ و حضرت معاویہ۔

باب سوم :- در بیان سوالات کے بیتاں پر خلفائے راشدین۔

باب چہارم :- در بیان مومنان۔

مولانا نے اس کتابچے کے ماخذ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جیسا ۱۔ احیائے العلوم از امام غزالیؒ۔ ۲۔ عزابت الفوائد، طبقات ناصری۔

اس کتابچے میں بھی مولانا نے جا بجا اشعار برتے ہیں۔ یہ اشعار کہیں کہیں مغلق بھی ہیں اور عام لوگ انہیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مولانا خبازؒ عالم تو تھے ہی عابد و زاہد بھی تھے۔ ان سے کئی کرامات منسوب ہیں۔ خواجہ محمد صوفی سے نقل ہے کہ ایک دن نماز جمعہ کے بعد حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ ملا حیدر علامہ اور ان کا بیٹا

---

[1] پاکستان میں فارسی ادب

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد افضل حضرت آخوند ملا حسین خبازؒ کی ملاقات کو خانقاہِ ملک جلال ٹھاکوریں آئے۔ میں چھوٹا تھا اور حضرت ابوالفقرا (بابا غازی) کی جوتیاں اٹھاتا تھا۔ دروازہ کے پاس جوتیاں ہاتھ میں اٹھا کر کھڑا رہا آخوند ملا حسین سے ایک حدیث پڑھ کر ملا حیدر علامہ سے پوچھا اس حدیث شریف کا راوی کون ہے۔ محمد افضل نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ آخوند نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ ملا حیدر کی طرف متوجہ رہے۔ انہوں نے بھی کہا۔ تیسرا خلیفہ اس حدیث کا راوی ہے۔ آخوندؒ نے کہا اگر آپ پہلے کہتے تو میں قبول کرتا۔ چونکہ آپ نے اپنے فرزند کے کہنے کی تصدیق کی۔ اس لئے میں شک میں پڑ گیا۔ اب تیسرے خلیفہ میں سے اس بات کی تصدیق کرائیں گے۔ اسی ضمن میں ایک نقاب پوش دروازے سے اندر آکر صدر کے مقام پر تشریف فرما ہوئے اور حاضرین مجلس تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوگئے اور اُن کے پاؤں پکڑے پھر آہستہ آہستہ آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ نقاب پوش حضرت اُٹھ کر نکلے۔ میں نے بھی دروازے پر ان کے قدموں کو ہاتھ لگایا۔ اور معلوم کیا کہ یہ کون صاحب تھے۔ مجھے بتایا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔[1]

کتابیات

۱۔ واقعات کشمیر
۲۔ تحایف الابرار
۳۔ تاریخ حسن ج ۲
۴۔ ہدایت الاعمیٰ
۵۔ فارسی ادب کی تاریخ
۶۔ پاکستان میں فارسی ادب
۷۔ کشمیر از جی، ایم، ڈی، صوفی
۸۔ کشمیر انڈر سلطانز۔ محب الحسن
۹۔ لنگارستان کشمیر
۱۰۔ تاریخ کشمیر از فوق
۱۱۔ دیوانِ حبی
۱۲۔ اکبر اور جہانگیر کے دور میں کشمیر میں فارسی ادب
۱۲۔ ادبیات فارسی۔ پاکستان
۱۴۔ کفایت الاعتقاد
۱۵۔ راس الاعتقاد
۱۶۔ طبقات ناصری
۱۷۔ مستحب التواریخ
۱۸۔ تاریخ فرشتہ
۱۹۔ ریاض الاخیار
۲۰۔ اسرار الابرار
۲۱۔ ہدایت المخلصین
۲۲۔ علمائے ہند از رحمان علی

---

[1] واقعات کشمیر ص ۱۳۳ و تاریخ اولیائے کشمیر ص ۲۶۰

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرتِ بابا شیخ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ

سری نگر سے اوڑی جاتے ہوئے جہلم ویلی روڈ کے ۷۰ ویں کلومیٹر پر دریائے جہلم کے دائیں کنارے پر حضرت بابا عبدالغفور صاحبؒ کا آستانہ مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ اس پُر فضا مقام کا نام پیرنیاں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس جگہ کبھی ایک گھنا جنگل ہوا کرتا تھا جس کا قدیم نام "پری وَن" تھا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آواخر تک نہ صرف اس جگہ بلکہ آس پاس کے کچھ دیہات بھی وہاں نہ تھے بلکہ اس سارے علاقے کو بڑے بڑے چھتنار درخت اور نوکیلی کانٹے والی جھاڑیاں سایہ کئے ہوئے تھیں جن میں خونخوار درندے اور سینکڑوں قسم کے پرندوں کے علاوہ سانپ اور دوسرے زہریلے کیڑے مکوڑے بکثرت موجود تھے۔ آس پاس کے چھوٹے چھوٹے دیہات کے لوگ انتہائی غریب اور نادار تھے۔ ان کے پاس جو برائے نام زرعی اراضی تھی وہ پانی کی زبردست کمی کے سبب بے کار پڑی رہتی اور پھر قدرت نے اُن لوگوں کے حال زار پر رحم کھاتے ہوئے ایک مسیحا کو اس بے رونق بیابان میں جا کر اپنا ابدی مسکن قائم کرنے کیلئے بھیج دیا جس نے نہ صرف اُس زمانے میں، جب تک وہ بقیدِ حیات رہے پرگنہ دچھنہ خصوصاً اور علاقہ پہاڑ کے عوام کی عموماً دینی، روحانی، تہذیبی اور معاشی سطحوں پر رہنمائی کی اور اُن کے مسائل اپنی روحانی قوت سے سلجھائے بلکہ عقیدت مند تو آج تک اُس بزرگ ہستی کے فیوض و برکات سے برابر مستفیض ہو رہے ہیں۔

وادیٔ کشمیر کے لوگ بارہمولہ سے مظفر آباد تک پھیلے ہوئے ڈیڑھ سو کلومیٹر علاقے کو پہاڑ کہتے تھے اور آج تک اندرونی علاقے میں اس خطّے کے لئے "پہاڑ" کا لفظ رائج ہے اور اسی پہاڑ میں زہم پورہ گاؤں سے کملکوٹ تک دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر آباد تقریباً تیس ہزار کی آبادی والے علاقے کو "دچھنہ" کہا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

جاتا ہے اور پیرنیاں اس سارے علاقے کا ایک روحانی مرکز بنا ہوا ہے اور پورے دچھنہ کے کئی دیہات میں حضرت بابا عبدالغفور صاحبؒ کی جاگیریں آج بھی موجود ہیں۔ مقام پیراں۔ بجہامہ۔ نورخواہ گنگل۔ بمیار۔ لمبر پہلی پورہ۔ ناگناڑی۔ منز گام اور اجارہ دیہات میں کئی آثار اور یادگاریں حضرت بابا غفور صاحبؒ سے وابستہ ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر کے زرعی اصلاحات کے قانون کے نفاذ تک حضرت بابا غفورؒ کا نام محکمہ مال کے ریکارڈ میں ایک بڑے جاگیردار کی حیثیت سے مالک اراضی کے خانے میں موجود تھا اور سینکڑوں کنال زرعی اراضی اُن کے نام پر درج تھی۔ اس میں سے کافی زمین اب مزارعان کے نام منتقل ہو چکی ہے اور جو نہیں ہوئی ہے اس کے مزارعان ہر سال بابا غفورؒ کا حصہ زیارت شریف کے منتظمین اور مقامی اوقاف کو برابر ادا کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو بابا غفور صاحبؒ کا کاشتکار سمجھنے میں سعادت اور فخر محسوس کرتے ہیں۔

حضرت بابا شیخ عبدالغفور صاحبؒ کی سیرت اور سوانح نگاری کا جہاں تک سوال ہے ماسوائے ایک بروشر کے جو کئی سال پہلے اُن کے ایک خادم مرحوم عبدالمجید مسعودی نے اُن کے عرس پاک کے موقعے پر اجرا کیا تھا، اور کوئی دستاویز نہیں ملتی جس سے اُن کا شجرۂ نسب اور اُن کے اسلاف، اعزا اور اقربا کے بارے میں معلومات مل سکیں۔ حضرت شیخؒ کی سیرت وکردار، روحانی کرامات، اُن کی ازدواجی زندگی کے حالات اور دیگر خاندانی تفصیلات کے بارے میں جو روایتیں عام ہیں دراصل یہ سب سینہ بہ سینہ راویوں کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔

راقم الحروف کو موضع پیرنیاں کے ہی ایک بزرگ جناب غلام محمد مسعودی عرف ماہہ صاب، جن کے والد بزرگوار درگاہ حضرت بابا غفور صاحبؒ کے اہم ترین خدّام میں سے ایک تھے، کے ہاں سے ایک مخطوطہ ملا۔* جس کے مطابق حضرت بابا عبدالغفور صاحبؒ قصبہ سوپور کے ایک روحانی بزرگ حضرت شیخ عبدالرحیم کے فرزند تھے۔ پانچ سال کی عمر میں دینی اور روحانی تلمذ کی خاطر سری نگر کے محلہ نرورہ جا پہنچے جہاں انہوں نے ایک استاد کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ آپ کا سلسلۂ معرفت سہروردیہ ہے۔ کئی سال نرورہ میں

---

* یہ قلمی نسخہ بیس اوراق پر مشتمل ہے۔ یہ فارسی زبان میں تحریر ہوا ہے اور اس کا خط خوبصورت ہے۔ جن الفاظ میں پ، ٹ، چ، ڈ، ڑ، گ حروف آتے ہیں اُن میں ان غیر عربی حروف کے بجائے علامات کا استعمال کیا گیا ہے اور ایسا فارسی میں نہیں کیا جاتا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ کسی ایسی علمی شخصیت کی کاوشِ بابرکت ہے جو عربی صرف ونحو سے واقف ہے۔ نسخہ ادھورا اور ناکافی ہے اور اچانک ایک جگہ آدھا جملہ لکھ کر چھوڑ دیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قلمی نسخے کا مؤلف کوئی عمر رسیدہ بزرگ ہے جو اس دستاویز کو مکمل کرنے سے پہلے ہی اس عالم فانی سے نقل کر گیا ہے۔ اندازہ لگایا گیا کہ یہ قلمی نسخہ تقریباً سو سال پرانا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

الحمد لله رب العالمین والعاقبة
للمتقین والصلوات والسلام علی
رسوله محمد وآله واصحابه اجمعین
برحمتک یا ارحم الراحمین و صلوات شروع میکنم مدح و
کرامات جناب شیخ عبدالغفور صاحب
فرزند عبدالرحیم صاحب ساکنه
قصبه سوپور از حکم قبله گاهی بابت خواندن
علم دین بعمر پنج ساله کی در شهر محله

(جناب غلام محمد مسعودی صاحب کے ہاں سے ملے مخطوطے کا پہلا صفحہ)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

روحانی تربیت پاتے رہے اور وہیں سے عرفان اور تصوّف کی پیاس بجھانے پنجاب کے شہر ملتان جا پہنچے اور حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے حلقہ مریدی میں شامل ہوگئے اور اپنی جھولی برصغیر کے اس مشہور ولی اللہ کی ودیعت کی ہوئی دولتِ معرفت سے بھرلی۔ دل عشق یا جنون سے پہلے ہی سے معمور تھا، تصوّف اور روحانیت کے دو آتشہ نے مخمور کردیا۔ حضرت بابا غفورؒ نے نرورہ میں قیام کے دوران دینی علوم بھی حاصل کرلئے تھے۔ وہ محض ایک صوفی بزرگ ہی نہیں تھے بلکہ عمر بھر شریعت کے بھی پابند رہے۔ اس کا ثبوت وہ آثار ہیں جہاں انہوں نے رات دن اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ مراقبوں میں اپنے رب کی قربت حاصل کی۔ صوم وصلوٰۃ کو کبھی اپنے شب وروز سے الگ نہ کیا اور ساتھ ساتھ دنیا داری اور سماجی ربط وميل ملاپ کو بھی نہ چھوڑا کہ اگر ایک شخص شب وروز اللہ کی بارگاہ ہی میں رہے، تسلیم ورضا اور خود سپردگی کے عالم میں وہ دنیا کو بھول ہی جائے یا اپنے آس پاس کے ماحول سے اپنا رشتہ منقطع کرلے تو وہ راہب کہلائے گا اور راہبانہ زندگی اسلام میں منع ہے۔

قانون قدرت یہی ہے کہ انسان بالعموم پختہ عمر اور کمال تجربہ کاری کے بعد ہی خرد یا عقلیّت کی منزلِ منتہا تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن عشق، عمر اور تجربے کا پابند نہیں۔ عالمی تاریخ میں کئی مثالیں ایسی ہیں کہ شاگرد اپنے اُستاد سے باطنی دنیا میں آگے جا نکلا ہے۔

حضرت بابا غفورؒ کا استاد کون تھا؟ اس کے بارے میں کہیں کوئی شہادت نہیں ملتی۔ حضرت بابا مسعود نروریؒ اگر اسی زمانے میں گذرے ہیں تو پھر یقیناً وہی ان کے استاد رہے ہونگے۔ کیونکہ سینہ بہ سینہ جو روایتیں ہم تک پہنچی ہیں ان میں بابا مسعود نروریؒ کا ذکر ہر روایت میں آیا ہے۔

نامعلوم سیرت نگار نے اپنے قلمی نسخے میں ایک واقعے کا ذکر کیا ہے کہ استاد نے عبدالغفور کو سبق کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"پڑھو الف"۔ شیخ نے کہا۔ "الف اللہ است"۔

ؔ تاریخ حسن کی تیسری جلد جو کہ تذکرۂ اولیائے کشمیر سے متعلق ہے میں مورخ حسن بابا عبدالغفور کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ بابا عبداللہ نروری کے پوتوں میں سے تھے۔ یاد رہے کہ بابا عبداللہ، بابا مسعود نروریؒ کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔ جیّد عالم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ نہایت ہی پرہیزگار تھے۔ کشف قلوب، کشف قبور اور روشن دلی میں بے مثل تھے۔ وسعتِ دل اور خوش اخلاقی میں اپنی مثال آپ تھے۔ بابا عبداللہ کے اور بھی دو بھائی تھے، شیخ بابا حاجی اور شیخ حاجی ابراہیم۔ شیخ بابا حاجی بھی صاحبِ کشف وکرامات تھے۔ ارشاد کے درجے کو پہنچ کر انتقال کیا اور اپنے برادر بابا عبداللہ کی ہی طرح اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہیں۔ شیخ ابراہیم نیک اعمال اور حال کی بلندی اور قال کی شیرینی کے لئے بہت مشہور تھے۔ آپ نے دلیوہ سرہ کے پرگنہ کے ایک گاؤں آکھرن میں وفات پائی اور انہیں وہیں سپرد خاک کیا گیا۔ • — (م۔ل۔ر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"بار دیگر استاد صاحب گفت "بخوان ب" یعنی حرف با۔ حضرت ممدوح خواند۔
گفت۔ "بیشک گواہی میدہم کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرستادہ خدا است جل جلالہٗ"
بعدہ استاد صاحب فرمود۔ "بخوان حرف سیوم ت"۔ یعنی حرف تا۔ در جواب حضرت مذکورؒ گفت
کہ سیوم کسے نیست۔"

استاد نے حضرت کے مُنہ پر ایک طمانچہ مارا اور شیخ ان کے سامنے سے اٹھے اور نہ جانے کہاں چلے گئے۔
استاد نے بہت تلاش کیا۔ لیکن کامیابی نہ ملی۔ آخر کار انہوں نے عبدالغفور صاحب کے والد شیخ عبدالرحیم کو اُن کے بیٹے کے لاپتہ ہونے کی اطلاع ایک خط کے ذریعے دی۔ شیخ عبدالرحیم صاحب سرینگر پہنچے اور کئی دن تک شیخ عبدالغفور کو تلاش کیا اور جب وہ نا ملے تو مایوس ہو کر واپس سوپور لوٹ گئے۔ اسی درمیان عبدالغفور صاحب جس وقت اپنے استاد کی مجلس سے اُٹھ آئے تو جا کر عیدگاہ والی مسجد میں چھپ گئے اور تین دن اور تین رات وہاں رہے یہاں تک کہ جمعۃ المبارک کی رات آگئی۔ اُس رات جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ چہار یار باصفا و اصحاب کبارؓ و سلسلہ داران چہاردہ خانوادہ مسجد شریف میں تشریف لائے اور مسجد شریف میں قیام فرمایا۔ ان کے سامنے مئے معرفت کے چھ پیالوں کے بجائے سات پیالے لا کر رکھے گئے۔ اسی وقت میر سید احمد کرمانیؒ مجلس میں حاضر ہوئے اور حضرت پیر دستگیر صاحبؒ سے فرمایا کہ آپ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ اسی مسجد شریف کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا ہے۔ انہیں سامنے لایا گیا۔ ایک پیالہ معرفت انہیں بھی پلایا گیا اور پھر انہیں حکم ہوا "تم شہر ملتان جاؤ جہاں بوعلی قلندر متمکن ہیں۔ جاؤ ان سے آگے کی تعلیم حاصل کرو۔"
عبدالغفور صاحب نے کہا۔ "میں پانچ سال کا بچہ ہوں، میں کیسے ملتان پہنچ سکتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میر سید احمد کرمانیؒ سے کہا کہ اپنے خلیفہ کو ملتان پہنچاؤ۔ میر سید احمد کرمانیؒ نے بابا غفور کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اُن کا پاؤں اپنے پاؤں کے اوپر رکھا اور شہر ملتان جا پہنچے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بوعلی قلندرؒ کے سامنے جلوہ گر ہوئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ شیخ عبدالغفور کو اپنے حلقۂ درس میں شامل کر لیں اور اُن کو صحیح تعلیم و تربیت دیں۔[۵]

---

[۵] تاریخ حسن میں بابا عبدالغفور کے ملتان پہنچنے اور بوعلی قلندرؒ سے تعلیم و تربیت پانے کے سلسلے میں یوں لکھا ہے:
"ازل کی یاوری سے ترک دنیا کر کے مرشد کی تلاش میں ملتان گئے اور بڑے بڑے صاحبدلوں اور خدا دوستوں کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ خصوصاً داتا بوعلی قلندرؒ کی تعلیم و تربیت سے بہرہ ور ہو کر سلوک کی منزلوں اور مرحلوں سے آشنا ہو کر سخت ریاضت اور عبادت میں مصروف ہو کر دل کے چراغ کو روشن کیا اور ارشاد کے سرمایہ کو بہم پہنچایا۔ ان کے کشف و کرامات کا شہرہ سُن کر حاکم ملتان اُن کا مرید ہو گیا۔" ● — (م۔ ا۔ ا)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت بابا غفور ایک دفعہ اپنے گھر میں خلوت میں تھے کہ پیر صاحب (بوعلیؒ) کے حکم سے باہر آئے اور "پہاڑ" کہ جس کا نام "دچھنہ" رکھا، کی طرف جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ پیر صاحب نے وہاں کے بادشاہ سے اُن کی اس خواہش کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے منع فرمایا اور کہا کہ جب تک اُن کا یہاں کا قیام پورا نہ ہو جائے انہیں یہاں سے نہ جانے دیا جائے اور ملکِ غیر میں ان کی حفاظت کے لئے اس وقت کسی کو ساتھ نہیں دیا جاسکتا۔ یاد رہے یہ واقعہ بقول راوی ملتان میں ان کے قیام کے بارہ سال گذر جانے کے بعد ہوا ہے۔ حضرت بابا ممدوح نے خدا سے دعا مانگی کہ اے اللہ! میری روح قبض کرلے (اسی مسجد میں) لیکن مجھے دفن نہ کیا جائے اور مجھے اسی طرح اسی قالب میں اپنے وطن پہنچا دے۔ چنانچہ ان کی دعا مستجاب ہوئی اور وہ فوت ہوئے لیکن اُن کو دفنا دیا گیا۔ چند دنوں کے بعد اللہ پاک نے ان کے جسم میں پھر روح پھونک دی۔ وہ اٹھے اور اسی مسجد شریف میں آئے جہاں انہوں نے چلہ گذرا تھا۔ انہوں نے مسجد شریف کو حکم دیا کہ میرے ساتھ کشمیر چلو۔ مسجد شریف اُن کو لے کر چل پڑی۔ اسی درمیان ایک اور طالب علم نے حضرت بوعلی شاہؒ کو جا کر یہ خبر سنائی کہ عبدالغفور مسجد شریف کے سمیت ملتان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حضرت بوعلیؒ نے کہا۔ "عبدالغفور تم نے بیوفائی کر کے اچھا نہ کیا۔ واپس آؤ۔"[۵]

بابا عبدالغفور صاحبؒ نے مسجد شریف سے کہا۔ "میرا مرشد مجھ سے روٹھ گیا۔ تم واپس جاؤ۔" لیکن خود ایک شیر پر سوار ہو کر اپنا بوریا بستر اور کچھ دوسری اشیاء لے کر روانہ ہوئے اور دچھنہ کے ایک گاؤں (منزگام) میں آکر ایک جگہ رک گئے۔ وہاں ایک کسان انہیں پردیسی فقیر سمجھ کر کھانا کھلاتا رہا۔ اس کے عوض میں بابا اس کسان کے ریوڑ اور مال مویشی کو جنگل میں چرا لیتے۔ ایک دن گاؤں والوں نے دیکھا کہ بابا صاحب تو خود

---

[۵] تاریخ حسن میں درج واقعات اس ضمن میں حقیقت پسندانہ لگتے ہیں اور قرینِ قیاس بھی ہیں کیونکہ کوئی طالب، مرید یا خلیفہ اپنے مرشد کے حکم کو ٹال نہیں سکتا اور نہ اس کی کوئی گنجائش ہی ہے۔ مرشد کے حکم کی نافرمانی کی تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ حکم عدولی کا تصور تک اس سلسلے میں حکم عدولی کے مترادف ہے۔

حسن اس ضمن میں رقمطراز ہیں کہ ... "ایک دن مرشد بزرگوار نے انہیں وطن جا کر لوگوں کی رہبری اور رہنمائی کرنے کی رخصت بخشی اور آپ کشمیر آنے کو تیار ہو گئے۔ لیکن حاکم ملتان نے اجازت نہ دی اور کہا کہ جب تک جناب زندہ ہیں، وطن جانے کی اجازت نہ دوں گا۔ بابا لحاظ کے موجب مجبور ہو گئے اور ایک ہفتہ گزرنے پر انہیں مرشد کی حکم عدولی کا خیال آیا اور بہت ڈر گئے اور اسی ضمن میں دنیا سے نقل کی۔ حاکم ملتان نے تجہیز و تکفین کر کے وہیں دفن کیا۔ اسی رات حضرت بابا زندہ ہو کر قبر سے نکلے اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر کشمیر آنے کی رخصت حاصل کی اور کشمیر چلے آئے اور علاقہ دچھنہ میں گوشہ نشین ہو گئے۔ کچھ مدت بعد نکاح کیا اور مرتے دم تک لوگوں کی فیض رسانی میں مشغول رہے۔ ● — (م۔ا۔ا)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور مال مویشی کی حفاظت شیر کرتا ہے۔ اس سے راز افشا ہوا اور آس پاس کے دیہات کے سینکڑوں لوگ بابا کی خدمت میں اپنے مسائل کے روحانی حل کے لئے آنے لگے۔ اس طرح بابا غفور پورے علاقہ دچھنہ میں مشہور ہو گئے۔ اسی دوران ان کی شادی ایک نواحی گاؤں کے درویش کینو، جو وہاں کا ذیلدار اور رئیس تھا، کی دختر سے ہوئی۔ اُن سے دو نرینہ اولاد ہوئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ بابا صاحب کی بیوی جسے لوگ دیدہ صاب کہتے تھے، بھی بہت اللہ والی خاتون تھیں۔ وہ منز گام میں جس مکان میں رہتی تھیں، اس میں ایک سانپ کا جوڑا رہتا تھا۔ دیدہ صاب روزانہ اُن کے دو بچوں کو دودھ وغیرہ پلاتیں۔ ایک دن دونوں سنپولے گرم دودھ میں گر پڑے اور جل کر مر گئے۔ اُن کی ماں نے بابا غفور سے فریاد کی تو بابا غفور نے کہا۔ "جا تو ہمارے بچے لے جا"۔ کہا جاتا ہے اُن کے دونوں صاحبزادے اسی دم انتقال کر گئے۔ انہیں منز گام میں دفنا دیا گیا۔ کچھ عرصے بعد دیدہ صاب نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ کہتے ہیں ان کے بعد بابا نے گانٹہ مولا میں میر خاندان میں شادی کی لیکن ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اُن کی دوسری بیوی بھی عالمِ شباب میں رحلت کر گئیں۔

بابا عبدالغفورؒ کی عمر کا تین چوتھائی حصہ پہاڑ خصوصاً پرگنہ دچھنہ میں گذرا۔ اس دوران انہوں نے اپنی روحانی قوت سے اس علاقے کے لوگوں کے بے شمار مسائل حل کئے۔ ناگناڑی، اجارہ، منز گام، پہلی پورہ دیہات میں آبپاشی کے لئے پانی نہیں ملتا تھا جس سے کسانوں کی ساری محنت بے کار ہو جاتی تھی اور عام لوگوں کو فاقہ کشی اور قحط سالی کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور سینکڑوں لوگ اپنا وطن چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ حضرت بابا عبدالغفورؒ نے ربّ العٰلمین سے دوران مراقبہ خصوصی دعائیں مانگیں۔ اللہ تعالےٰ نے کرم فرمایا اور عوام میں ان کو سرخرو کیا اور اس علاقے میں پانی کے کئی چشمے اُبلنے لگے۔ کئی سال تک بارشیں بھی خوب ہوتی رہیں اس کے ساتھ ساتھ بابا صاحب لوگوں کی علمی اور روحانی تربیت بھی کرتے رہے۔ انہوں نے کئی مساجد اور خانقاہیں بھی اپنی نگرانی میں تعمیر کرائیں۔

بابا عبدالغفورؒ کے بارے میں راوی کئی کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے صرف چند ایک کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

- کہتے ہیں کہ موضع گنگل میں کسی نے انہیں رات کو رہنے کے لئے جگہ نہیں دی تو انہوں نے جنوں کو حکم کیا کہ ان کے لئے ایک اچھا سا مکان بنا ڈالیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مکان اس صدی کے آغاز تک موجود تھا۔
- موضع لمبر میں انہوں نے ایک خبیث جن کو اس کے خاندان سمیت ہلاک کیا اور وہاں کے لوگوں کو اس

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شیطان کے ظلم سے آزاد کیا۔

• موضع پہلی پورہ کے رئیس دریش کنیو، جو اُن کے پدرِ نسبتی بھی تھے، کو حضرت نے پہلی پورہ اور پیرنیاں کی کچھ زرعی اراضی اپنے حلقۂ مریداں کے لئے طلب کی۔ دریش کنیو نے کہا کہ چونکہ وہ سلسلہ قادریہ کے مرید ہیں اس لئے سلسلہ سہروردیہ کے کسی پیر کو نیاز نہیں دے سکتے۔ اس پر بابا عبدالغفورؒ نے اس خاندان کو بددعا دی۔ کہتے ہیں آج تک اس خاندان کی ایسی منصوبہ بندی ہوئی کہ پوری وادی میں اس خاندان کے صرف دو تین گھر رہ گئے ہیں اور معاشی طور پر بھی وہ نہایت کمزور اور پسماندہ ہیں۔

• حضرت بابا عبدالغفورؒ موضع بجہامہ جاتے ہوئے جب نورخواہ گاؤں میں پہنچے تو انہیں سخت بھوک لگی تھی اور جس گھر میں کھانا مانگنے جاتے وہاں سے کوئی باہر نہ آتا۔ چلتے چلتے دور براری پورہ گاؤں جو بجہامہ سے چند کلومیٹر دور ہے، پہنچے۔ وہاں ایک بوڑھی بیوہ اپنے گھر میں بیٹھی تھی۔ حضرت عالی نے دروازے پر جاکر رات بسر کرنے کے لئے بیوہ سے اجازت مانگی۔ اُس خاتون نے نہ صرف رات کو اپنے گھر میں قیام فرمانے کی پیش کش کی بلکہ اُن کی خاطر مدارت اور کھانے پینے میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جو کچھ بھی اس سے ہوسکا پیش کردیا۔ رات اچھی طرح سے بسر کی اور علی الصبح نماز فجر کے لئے باہر گئے۔ نماز کے بعد دعا میں مشغول ہوگئے۔ اس کے بعد کشمیری زبان میں کہا:

"حولہ حسا مَندِھ کرِھ اَندکہر"

ان کا یہی کہنا تھا کہ ایک اونچے پہاڑ پر بادل پھٹنے سے اس سارے علاقے میں سیلاب آگیا اور بجہامہ سے لیکر نورخواہ تک تباہی مچاگیا۔ بوڑھی عورت دوڑتے ہوئے حضرت کے پاس پہنچی اور سارا معاملہ بیان کیا اور عرض کیا کہ اس کا مکان بھی زد میں آنے والا ہے۔ حضرت نے اسے کشمیری زبان میں کہا:

"گژھ شُپ تھاوُ ڈکھس"

بوڑھی عورت نے چھاج مکان کے اس طرف رکھا جس طرف سے پانی آرہا تھا۔ سیلاب کے پانی نے اپنا رُخ بدل ڈالا اور صرف یہی ایک ٹکڑا بچ گیا۔

• علاقہ بجہامہ کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ قاضی ناگ نام کا ایک "تصرف دار" اُن کے کھیت کھلیانوں کو برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ قاضی ناگ ایک اونچی چوٹی کا نام ہے جو ہندوارہ اور اوڑی کے درمیان واقع ہے۔ اس چوٹی سے آنے والی سرد اور تُند و تیز ہواؤں، بجلیوں اور اولوں کی زد میں بجہامہ لازمی طور پر آتا ہے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت بابا عبدالغفور کی ناراضگی کا نتیجہ ہے تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ معافی مانگی اور عرض کی کہ گذشتہ کچھ برسوں سے اس علاقے پر روزانہ آسمانی بجلیاں گر رہی ہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اور جان و مال کا نقصان ہو رہا ہے۔ حضرت نے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور آسمانی بجلیاں گرنا بند ہو گئیں۔ کہا جاتا ہے اسی واقعہ کے بعد اس گاؤں کا نام بجبہامہ پڑا، جس کا مطلب ہے "بجلیوں کا گھر"۔ بابا غفورؒ نے بابا گیل میں ایک چڑیل جسے کشمیری زبان میں "رانٹس" کہتے ہیں کو قابو کیا اور اسے کئی دنوں تک ایک مکان میں قید رکھا۔ اس کے بعد اس کو لوگوں کے سامنے ہلاک کر دیا۔

قلمی نسخے میں نامعلوم راوی نے لکھا ہے کہ وہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ کا وظیفہ بھی کرتے تھے۔ چنانچہ بقول راوی سوپور اور بجبہامہ میں انہوں نے دو مرتبہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ کہہ کر "جمعہ" اور "پارمو" نام کے دو افراد کو زندہ کر دیا۔ واللہ اعلم۔

• بابا عبدالغفور صاحبؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی قسم کا گوشت یا مچھلی وغیرہ پسند نہیں کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب وہ سوپور سے منزگام آ رہے تھے، بوسیاں کے پہاڑ کو عبور کرتے وقت انہوں نے قصبہ بارہ مولہ میں دیکھا کہ کوئی وہاں گوشت بھون رہا ہے۔ حضرت نے اس مکان کی طرف انگلی اٹھا کر اس کے جل جانے کی بددعا کی تو آدھا قصبہ جل گیا۔

گوشت خوری کے بارے میں ان کی رائے کیا تھی، یہ بتانا مشکل ہے لیکن جب ہم عالم تصوف و عرفان میں جھانکتے ہیں تو ہمیں اور بھی بہت سے ایسے بزرگ لوگ ملتے ہیں جو گوشت اور ماہی کا استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے پیروکاروں کو بھی گوشت خوری سے منع کرتے تھے۔ وادیٔ کشمیر میں بتہ مالو صاحبؒ کے ساتھ بھی یہی روایت وابستہ ہے۔

موجودہ زمانے کے بہت سے علماء اور آزاد خیال حضرات کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے حضرت باباؒ سے یہ بات مصلحتاً فرضی طور پر وابستہ کی گئی ہو۔ ان کے خیال میں ہر مسلمان کے لئے گوشت کھانے کی پوری اجازت ہے اور شریعت میں اس کی کوئی ممانعت نہیں۔

لیکن دوسری بات جو میری سمجھ میں آئی ہے یہ ہے کہ چونکہ کشمیری صوفی مت عراقی اور ایرانی صوفی ازم سے مختلف ہے۔ اس لئے اس میں بعض نئی باتیں ملتی ہیں۔ ایران اور برصغیر کے دوسرے حصوں میں اہل تصوف کچھ چیزیں شریعت کے حصار سے باہر کی بھی کرتے رہے ہیں جن میں محفلِ سماع، جنگلوں اور ویرانوں میں مراقبہ اختیار کرنا، اپنے آس پاس ہر قسم اور خصلت کے لوگوں کو جمع رکھنا وغیرہ۔ چونکہ کشمیری تصوف پر قدیم ویدانت کے فلسفے کا بھی اثر رہا ہے، اس لئے انہیں اس سے الگ الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ کشمیر سے باہر ریشی ایک پہنچے ہوئے سادھو سنت کو کہتے ہیں۔ لیکن وادی میں سب ریشی مسلمان گذرے ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

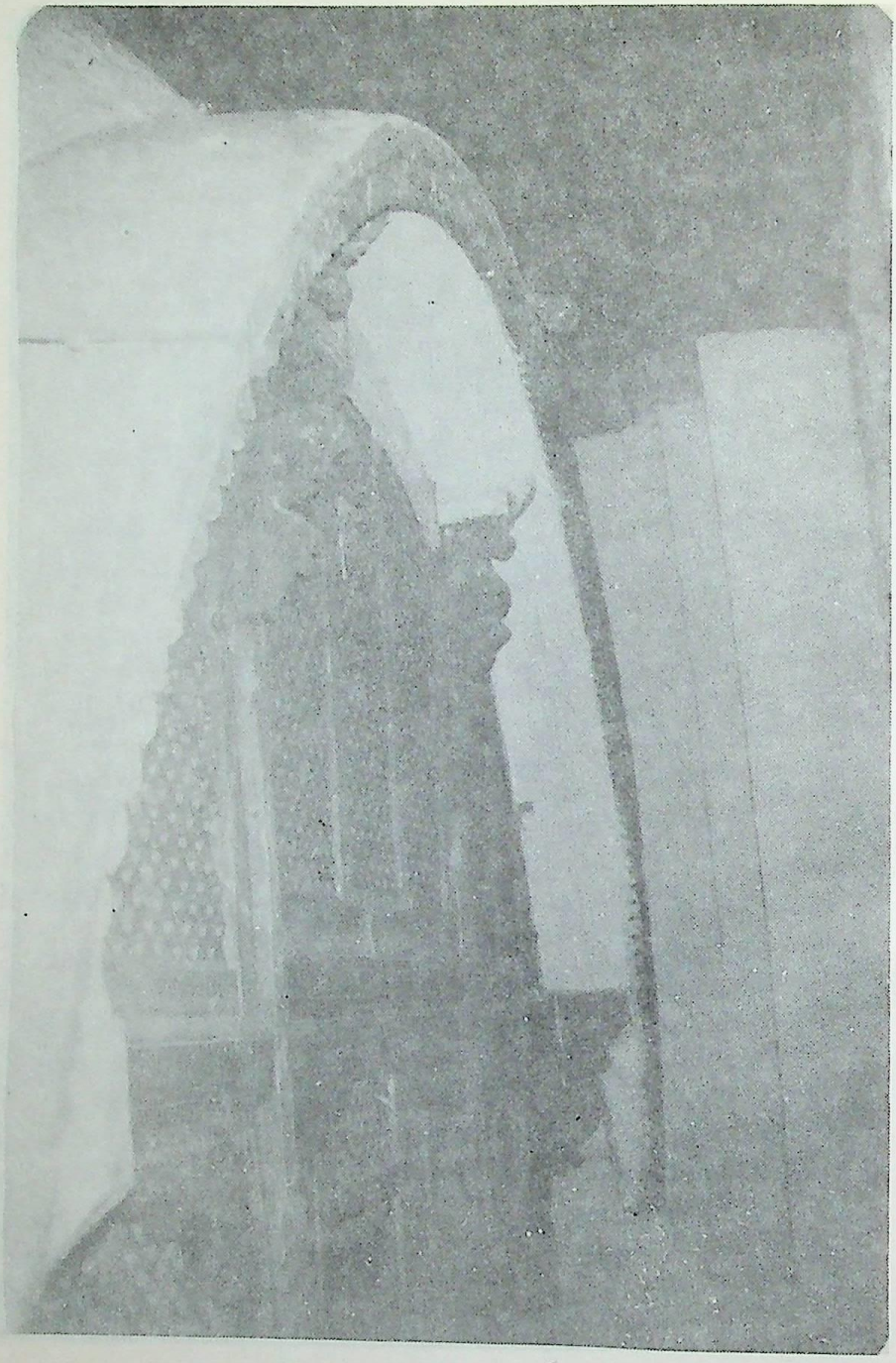

تربت کے اردگرد پنجرہ کاری کے نمونے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

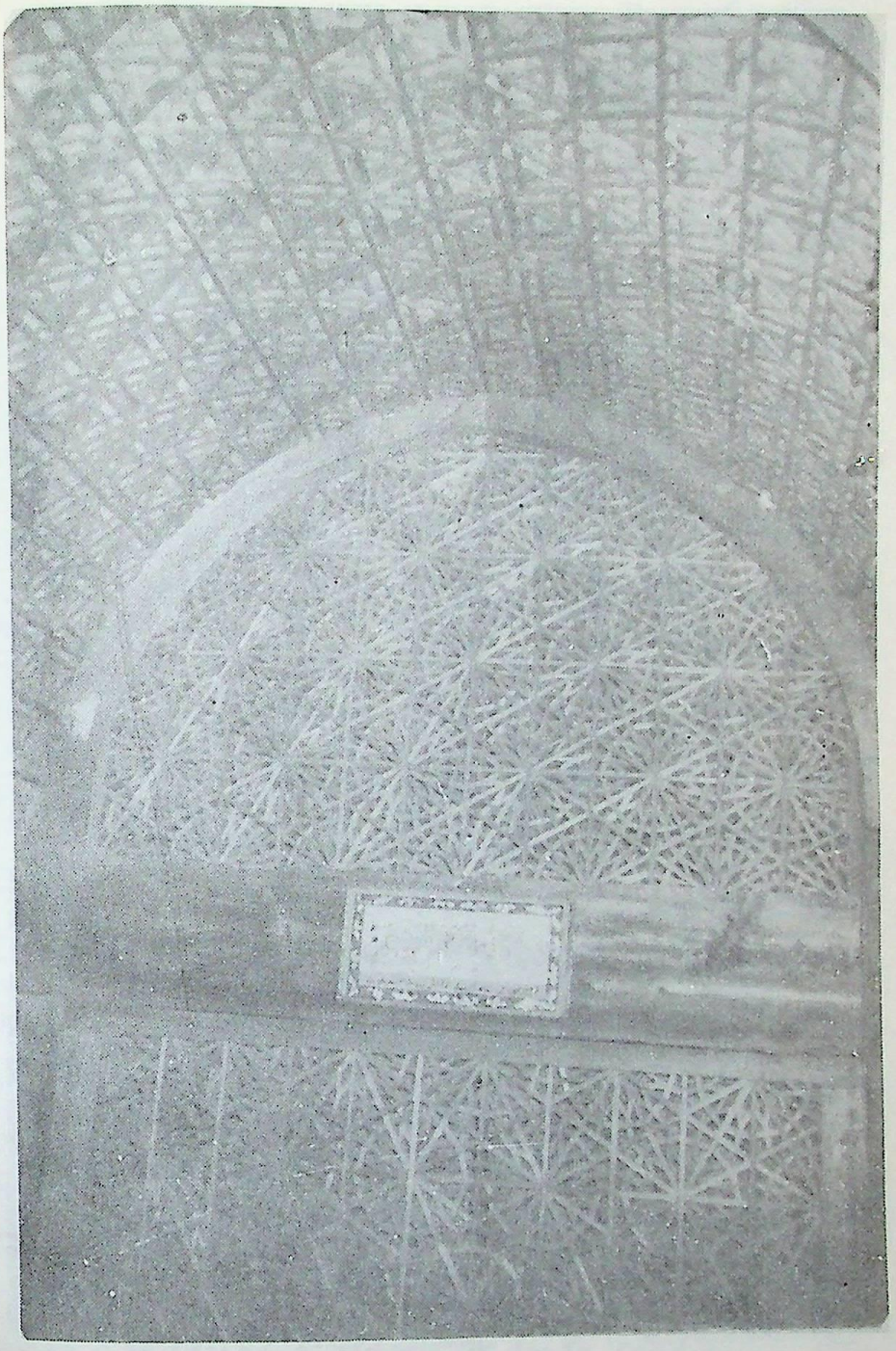

آستانے کی چھت اور دیواریں پنجرہ کاری اور ختم بند سے آراستہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

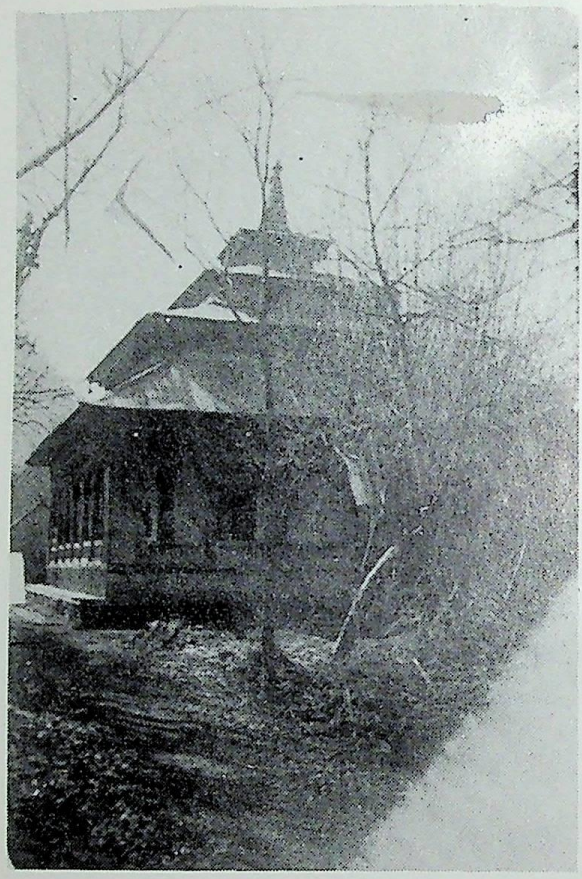

آستانۂ حضرت بابا غفور الدین

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

زیارتِ حضرت بابا غفورؒ کا ایک اور منظر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک بات اور ـــــ وہ یہ کہ اِن صوفیوں کے دروازے ہر مذہب کے لوگوں کے لئے کُھلے رہتے تھے اُن کے خُدام اور خلفا میں کشمیر کے غیر مسلم بھی رہے ہیں جو من کی مرادیں پانے کے لئے اُن کی مجلسوں میں آتے رہتے تھے۔ اِس لئے بھی ان صوفیائے کرام کے لنگر خانے اکثر ویجی ٹیرین ہوتے تھے۔ یوں بھی شیخ عبدالغفورؒ دوسرے کشمیری مسلمانوں کی طرح، دیکھا جائے تو 'نومسلم' ہی تھے۔

بہر حال وجوہات کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ ایک بات جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا وہ یہ ہے کہ تقویٰ، پرہیزگاری اور تزکیہ نفس کے لئے بعض اوقات حلال چیزوں کو بھی باشریعت لوگ استعمال نہیں کرتے۔ بقول راوی اگر حضرت شیخؒ گوشت و ماہی تناول نہیں کرتے تھے لیکن انہوں نے کہیں بھی دوسرے لوگوں کو گوشت کھانے سے منع نہیں کیا۔ یہ تو صرف احترام کے طور پر ایک روایت جاری ہے کہ گوشت کھا کر ان کے آستانے کے اندر اگر نہ جائیں تو یہ اُن کے تئیں عقیدت کا ثبوت ہوگا ع

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اور اگر یقیں نہیں تو پھر اُن کے ہاں جانے کا فائدہ کیا؟ نہ اس سے نقصان ہوگا نہ کوئی نفع۔

اگر انہوں نے جلال میں آکر کسی گوشت خور کو اپنی ناراضگی کا نشانہ بنایا، تو یہ صرف ایک علامتی احتجاج تھا یا پھر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار ـــــ اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے دوستوں کی جائز پسند اور ناپسند کا خیال ہمیشہ فرماتے رہتے ہیں۔ کیونکہ آخر اُس کے اِن پیاروں نے اپنے لئے نہیں صرف اللہ کے لئے ہی یہ لذت اور آرام ترک کیا ہوا ہوتا ہے اور اللہ کے نزدیک وہ پسندیدہ لوگ ہوتے ہیں بلکہ اللہ کے محبوب ہوتے ہیں جو نفس کُشی کو اپنا شعار بناتے ہیں کیونکہ وہی انسان اللہ کو پہچان سکتا ہے جو پہلے اپنے نفس کو پہچانتا ہو۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گوشت سے اُن کے پرہیز کی وجہ کچھ اور ہو، جو ہماری سمجھ میں نہ آئی ہو اور جسے وہ ہی جانتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

بابا صاحبؒ کے خدام اور خلفاء نے حضرت کا جو حُلیہ بیان کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے:

"میانہ قد ـــــ مضبوط جسم ـــــ گورا رنگ، گھنی سفید داڑھی، کشادہ پیشانی۔ شانوں پہ پڑے ہوئے گیسو۔ سیاہ گھنی پلکوں کے اندر پر جلال آنکھیں۔ پر وقار شخصیت۔ ٹخنوں تک لمبا اونی پھرن (لمبا کرتا)۔ پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں۔ پیشانی پر عبادت اور ریاضت کی نشانی کے طور پر پڑے ہوئے گھٹے میں سے نکلتی ہوئی نور کی شعاعیں"۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نامعلوم سال کی ۲۶ ماہ صفر[1] کو حضرت بابا عبدالغفورؒ اس دنیائے فانی سے نقل کر گئے۔

کہا جاتا ہے کہ انتقال سے پہلے انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ انہیں تابوت میں رکھا جائے اور دفنایا نہ جائے (کیونکہ وہ ایک بار پہلے ہی دفن ہو چکے تھے[2])۔ تابوت خود ہی اس مقام پر اُڑ کر جائے گا جو ان کی ابدی آرام گاہ بنے گا۔ ایسا ہی ہوا ــــ تابوت اُن کے جسدِ خاکی کو لے کر اُڑا اور دریائے جہلم کے کنارے جھاڑیوں میں رک گیا۔ بعد میں کئی دنوں کے بعد لوگوں نے اسے اس وقت دیکھا جب کچھ چڑیاں اُن کے تابوت کی جگہ شور مچا رہی تھیں۔ اُسی جگہ ان کا آستانہ تعمیر کیا گیا[3]۔

یاد رہے تابوت کا سرہانہ مغرب کی طرف ہے اور پائنتی مشرق کی طرف، جو آج تک اُسی طرح ہے۔ عام تاثر یہ تھا کہ ان کا تابوت معلق ہے۔ لیکن راقم نے جناب حافظ کشمیری کے ہمراہ اس کا اچھی طرح سے مشاہدہ کیا اور تصویریں کھینچیں۔ تابوت چار خوبصورت پایوں پر ہے جو فرش پر ہیں۔ یہ تابوت تقریباً

---

[1] تاریخ حسن میں اُن کی تاریخ وفات ۲۶ ماہِ صفر المظفر ۱۱۰۵ھ درج ہے۔ ● ــ (م۔ ا۔ ا)

[2] اس سلسلے میں اگلے صفحات میں ایک حاشیہ میں پیر غلام حسن شاہ کے حوالے سے عرض کیا جا چکا ہے کہ حاکم ملتان کے اصرار پر حضرت بابا عبدالغفورؒ چند دن ملتان میں قیام کرنے کے بعد رحمت حق ہو گئے۔ حاکم ملتان نے تجہیز و تکفین کر کے وہیں دفن کیا۔ لیکن اسی رات زندہ ہو کر اپنے مرشد سے اجازت لیکر کشمیر آئے۔ اور علاقہ دچھنہ میں گوشہ نشیں ہو گئے۔ کچھ مدّت کے بعد آپ نے نکاح کیا اور تادمِ واپسیں لوگوں کی فیض رسانی میں مشغول رہے اور اچھی عمر پا کر ۲۶ ماہ صفر ۱۱۰۵ھ کو رحلت فرمائی۔ وفات سے پہلے آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھ میں عذابِ قبر برداشت کرنے کی طاقت نہیں اور پہلی قبر کے عذاب کی تلخی ابھی مجھے بھولتی نہیں۔ اس لئے میرے جسد کو بعد غسل اسی خرقے میں (بغیر کفن پہنائے) تابوت میں رکھیں۔ نماز جنازہ کے بعد تابوت جس جگہ جا کر بیٹھے گا، تابوت کے اردگرد ایک دیوار اٹھا دی جائے۔ دفن کسی بھی صورت میں نہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق ایسا ہی کیا گیا۔

[3] تاریخ حسن کے مطابق جب حضرت باباؒ کا تابوت اُڑ کر دریا کنارے آ گیا تو لوگوں نے تابوت پر لکڑی کی چھت بنا دی اور اس کے اردگرد روضہ تعمیر کیا۔

کہا جاتا ہے کہ حاجی کریم خان داؤد حاکم نے خوش اعتقادی کے سبب حضرت باباؒ کے جسد خاکی سے خرقہ اتروا کر اور اسے کفن پہنا کر اور نماز جنازہ پڑھ کر اسے اپنی جگہ رکھ دیا۔ اسی رات حضرت باباؒ نے اپنے ایک خلیفہ (معتقد) کو خواب میں بتایا کہ میں عریاں ہوں، مجھے خرقہ پہنا دو۔ دوسری صبح دیکھا گیا کہ حضرت باباؒ کا جسد خاکی واقعی بے کفن ہے۔ کفن ایک طرف رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت باباؒ کے جسد خاکی کو اپنا خرقہ پہنا دیا گیا۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ سو سال گذر جانے کے باوجود حضرت باباؒ کے جسدِ پاک کو کوئی گزند نہیں پہونچی تھی بلکہ یوں لگتا تھا کہ آپ جیسے محوِ خواب ہیں۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ساڑھے سات فٹ لمبا، تین فٹ چوڑا اور تین فٹ اونچا ہے اور دیودار کی لکڑی کا بنا ہوا ہے اور لوہے کی کیلوں سے بند ہے۔ سامنے کی درز سے کچھ پرانی چھینٹ کا تھوڑا سا کپڑا باہر نکلا ہوا ہے۔ اس کے اوپر دو غلافیں ہیں۔ یہ تابوت ایک خوبصورت گول گنبدوں کے چبوترے میں رکھا گیا ہے۔ یہ چبوترہ دیودار کی لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ سرپوش سفید جسپم یا چونے کا ہے۔ اندرونی چبوترے کو انتہائی محنت سے بنایا گیا ہے اسمیں قدیم طرز کے چوبی پردے بنے ہوئے ہیں جو نیچر کاری کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ باہر سے عمارت کافی اونچی دکھائی دیتی ہے جو تین منزلوں پر مشتمل ہے۔ سب سے اوپر لکڑی کا کلس سا بنا ہے۔ چھتیں ٹین پوش ہیں جو پچاس کی دہائی میں بنائی گئی ہیں۔ عمارت تقریباً ڈھائی سو سال پرانی ہے۔ اس کے آس پاس گھنے درخت اور جھاڑیاں ہیں، پھلدار درخت بھی ہیں۔ سیب کے چند پودوں کو پیوند لگایا گیا تھا لیکن اس کے باوجود ان درختوں پر جو پھل لگتے ہیں وہ انوکھے قسم کے ہیں۔ پوری وادی میں اس قسم کے سیب نہیں ملتے۔

احاطۂ آستانہ میں بابا غفور صاحبؒ کے اعزہ واقارب کے مقبرے ہیں۔ آستانہ کے سجادہ نشین پیرزادہ محمد مقبول مسعودی ہیں۔ جو ایک سرکاری افسر بھی ہیں۔

ہر سال ۲۶ صفر کو یہاں عرس منایا جاتا ہے، جو ایک ہفتے تک جاری رہتا ہے۔ وادی کشمیر کے کونے کونے سے عقیدت مند خواتین وحضرات اور بچے عرس میں شریک ہوتے ہیں۔ عرس کے دنوں میں تبرکات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ درود واذکار کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں اور حضرت بابا غفورؒ کی سیرت اور کارناموں پر واعظ اور مقررین روشنی ڈالتے ہیں۔ اس دن منزگام میں اُن کے قدیم رہائشی مکان بمقام پیران بجہامہ، لمبر اور پہلی پورہ میں بھی تقاریب منعقد کی جاتی ہیں۔ ع

خدا رحمت کُند ایں عاشقانِ پاک طینت را

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد طیب کاملی

حضرت شیخ اکمل الدین کامل بیگ خان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب ارض کشمیر کے مایہ ناز سپوت اور وادی گلپوش کے اکابر صوفیائے کرام میں ممتاز صوفی بزرگ ہیں۔ اسکے علاوہ موصوف ایک ممتاز ادیب، عالم، شریعت و طریقت کے رموز شناس اور بلند مرتبہ فصیح بلیغ شاعر ہیں۔ آپکے آباء کرام کا اصلی وطن مألوف تاشقند ہے۔ وہاں سے وہ بدخشاں اور بدخشاں سے برصغیر ہند میں اکبر جلال الدین کے زمانہ میں تشریف لائے ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار ملک محمد بیگخاں شاہ جہاں کے وقت میں کشمیر کے دیوان (میر منشی، CHIEF SECRETARY) تھے۔ ان کے فرزند ملک عادل خان کشمیر میں مستقل سکونت پذیر ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالوہاب نوری رح حضرت میرزا سے فیض یافتہ ان کے ہمعصر بزرگ سے آپ اپنی مشہور تاریخی تصنیف الفتحات الکبرویہ[1] میں تحریر فرماتے ہیں:۔

---

[1] فتحات کبرویہ حضرت شیخ عبدالوہاب نوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف ہے۔ یہ مشائخ کبرویہ اور حضرات ریشیہ کا مستند تذکرہ ہے۔ اسی میں حضرت شیخ اکمل کے حالات تفصیلاً درج ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

"شیخ اکمل الدین محمد کامل البدخشی جد اعلیٰ، ایشاں ملک محمد خان از تاشکند ہجرت نمودہ در بدخشاں متوطن گشت۔ وسبب لقب بدخشی ایشاں ہمانست۔ پس ہندوستان آمدہ۔ در عہد سلطان اکبر جلال الدین دیوان صوبہ کشمیر شدہ بود۔ بنا بران در انجا وفات یافت۔ واولاد واحفاد ایشان درمیان خطہ سکونت گرفتہ"۔ (قلمی نسخہ صفحہ ۲۶)

● ۔ (شیخ اکمل الدین کے جد اعلیٰ ملک محمد خان تاشقند سے ہجرت کر کے بدخشان تشریف لائے موصوف کے نام کے ساتھ بدخشی کا لفظ اسی وجہ سے ملا ہوا ہے۔ وہاں سے موصوف ہندوستان تشریف لائے سلطان جلال الدین اکبر کے عہد حکومت میں ملک محمد خان صوبہ کشمیر کے دیوان (میر منشی، CHIEF SECRETARY) مقرر ہوئے۔ وہ ہندوستان میں ہی وفات پائے اور آپکے اولاد واحفاد وہاں ہی سکونت پذیر ہوئے)۔

صاحب تحایف الابرار مورخ الحاجی محی الدین المتخلص بہ مسکین یوں لکھتے ہیں:۔

"شیخ مرزا اکمل الدین کامل بیگخان بدخشی فرزند ارجمند میرزا عادل خان ابن میرزا ملک محمد خان بدخشی است وایں ملک محمد از اولادان سلطان خواجہ احمد یسوی علوی ترکستانی بود قدس اللہ سرہ واز تاشکند ہجرت کردہ در شہر بدخشان نزول نمودہ است ودر زمان اکبر جلال الدین پادشاہ در ہند آمدہ ملازم حضور شد وبمدتی دیوان صوبہ کشمیر بود فرزندش میرزا عادل خان بکشمیر آمدہ توطن فرمود و فرزند دلبند سعادت ہو پیوندش حضرت میرزا اکمل الدین در حالت طفولیت بنظر فیض اثر از حضرت خواجہ حبیب اللہ عطار قدس سرہ فائز گشتہ"

● ۔ (تحائف الابرار صفحہ ۲۳۲ - ۲۳۳)

● ۔ (حضرت شیخ اکمل الدین کامل بیگخان بدخشی قدس سرہ حضرت مرزا عادل خان کے فرزند وہ میرزا ملک محمد خان کے فرزند ہے ہیں۔ ملک محمد خان حضرت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سلطان خواجہ احمد یسوی علوی ترکستانی کی اولاد سے ہیں۔ موصوف نے تاشقند سے ہجرت کر کے شہر بدخشان میں سکونت اختیار کی تھی۔ سلطان اکبر جلال الدین کے زمانہ میں آپ کے جد بزرگوار ہندوستان تشریف لائے اور سرکاری ملازمت اختیار کی۔ آپ کے یعنی ملک محمد خان کے فرزند عادل خان کشمیر تشریف لائے اور یہاں ہی سکونت اختیار کی اور یہیں اپنا وطن بنایا۔ ان کے فرزند ارجمند حضرت شیخ اکمل الدین کامل بیگمان بدخشی بچپن میں حضرت خواجہ حبیب اللہ عطار رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر سے فیضیاب ہوئے)۔

کشمیر کی مشہور تاریخ، تاریخ حسن (جلد سوئم) الموسوم بہ تذکرۃ الاولیا صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳ میں اسی طرح یہ عبارت تقریباً درج ہے۔ غرض آپ اصلاً تاشقند کے رہنے والے تھے پھر آپ کے آباؤ اجداد نے وہاں سے بدخشاں ہجرت کی تھی پھر بدخشاں سے اکبر جلال الدین کے زمانہ میں آپ کے جد بزرگوار ہندوستان تشریف لائے اور وہاں ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز ہوئے یعنی ریاست جموں و کشمیر کے میر منشی کے عہدے پر سرفراز ہوئے۔ پھر آپ کے بیٹے جناب عادل خان کشمیر تشریف لائے اور یہاں مستقل طور سکونت اختیار کی۔ صاحب فتحات الکبرویہ نے آگے لکھا ہے کہ مرزا عادل خان کو ایک فرزند ارجمند قدرت کی طرف سے عطا ہوا[ث] اس وقت ہندوستان کے تخت شاہی پر سلطان شہاب الدین شاہ جہاں براجمان تھا۔ مرزا عادل خان کو بادشاہ کے ساتھ اپنے باپ کے اثر و رسوخ کے علاوہ اپنے والد نسبتی کے ذریعہ شاہی خاندان کے ساتھ رسائی تھی۔ موصوف کے والد نسبتی شاہ جہاں کے خاص درباری تھے۔ انکی وساطت سے میرزا عادل خان کے فرزند نہایت معصومیت میں شاہ جہاں کے دربار میں پہنچے۔ شاہ جہاں اپنے وقت کا سخن سنج، سخن شناس تھا اور فارسی زبان کا تجربہ کار ادیب بھی۔ اسکے علاوہ علماء اور صلحاء کا بڑا دلدادہ تھا۔ شاہ جہاں نے اس معصوم بچے کا نام مرزا عادل خان خود تجویز کیا۔ اُس نے موصوف کا نام کامل رکھا۔ یہی نام ان کے والد نے آپ کے لئے قبول کیا۔ اور یہی آپ کا نام رکھا گیا۔ آگے چل کر زمانہ نے قدرت کا کرشمہ دیکھا کہ موصوف اسی نام پر پورا پورا اُتر کر اور آگے بڑھے، کامل سے اکمل کا نام پایا۔ یہ

ث آپ کا سال ولادت ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

نام یا لقب ایسی برگزیدہ ہستی سے پایا جسکی زبان اللہ کی زبان تھی۔ ولی کامل کی زبان اصلاً زبان خدا ہوتی ہے جیسا کہ عارف رومی فرماتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اپنے نام اور نسب کے بارے میں مجز الاسرار میں خود فرماتے ہیں ؎

کامل ام شاہ جہاں نام نہادہ آنروز
کا اندریں دار فنا کرد خدا میلادم
اکمل الدین لقبم کرد ز احسان مرشد
زانکہ بسیار خاک درِ او افتادہ ام

● ۔ (میری ولادت کے دنوں میں شاہ جہاں نے میرا نام "کامل" رکھا اور اکمل الدین میرا لقب ہے۔ یہ ایک عطائی نام ہے جو مجھے اپنے مرشد کامل نے عنایت فرمایا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میں اکثر زمانہ میں ان کی صحبتِ بابرکت سے فیضیاب ہوتا رہا۔ [1])

نسب کے بارے میں جملہ مورخوں نے آپ ہی کے کلام سے استدلال کیا ہے بالاتفاق یہی بات کہی ہے کہ آپ سلطان العارفین حضرت شیخ احمد یسوی کے اولاد و اصفاد سے ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں ؎

اصل جدّم بود بہ ترکستان
خواجہ احمد جدِ جدِ من داں

● ۔ (میرے اصلی یعنی جد صحیح حضرت خواجہ سلطان احمد یسوی ہیں۔ یہ ترکستان کے باشندے ہیں۔")

بحوالہ نفحات الانس حضرت سلطان خواجہ احمد یسوی علوی ہیں۔ اس لئے حضرت میرزا بھی سادات

---

[1] اگرچہ شعر کے نفس ترجمہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا نام اُسی دن رکھا گیا ہے جس دن آپ تولد ہوئے لیکن عقلاً یہ بعید نظر آتا ہے۔ کیونکہ نام سات دن کے اندر اندر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ولادت ہی کے دن شاہ جہاں جیسے بادشاہ کے پاس پہنچنا محال نظر آتا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ہفتہ کے اندر اندر ہوا ہو۔ حضرت کا مقصد آنروز کا مطلب مطلق زمانۂ ولادت ہو گا۔ اسلئے ترجمہ اسی طرح کیا گیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

علویہ سے ہیں۔ حضرت میرزا کے تعلق سے ہم یہاں حضرت سلطان خواجہ احمد یسوی کے بارے میں چند سطور عام قارئین کو ان کے ساتھ تعارف کرانے کی غرض سے لکھتے ہیں۔

سلطان خواجہ احمد یسوی

موصوف سلسلہ صدیقیہ کے مشہور بزرگ، صاحب الواہب الجزیلہ والمقامات الجلیلہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی المتوفی ۵۳۵ھ کے برگزیدہ خلیفہ ہیں۔ ان کے علاوہ آنجناب کے مشہور ترین خلفائیں خواجہ عبداللہ برقی، خواجہ حسن اندقی اور صحبۃ العرفا، جناب حضرت سلطان عبدالخالق غجدوانی رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ان بزرگ ترین خلفاء میں سے حضرت سلطان خواجہ احمد یسوی کا مقام زیادہ ارفع تھا کیونکہ حضرت سلطان خواجہ احمد یسویؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کی وفات کے بعد ہرات سے ترکستان تشریف لے گئے تو انہوں نے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے جملہ برگزیدہ طالبوں کو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ اسوقت تک خواجہ یوسف ہمدانی جملہ خلفاء اور طالب خواجہ احمد کی طرف رجوع کرتے تھے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنجناب جملہ خلفاء میں برگزیدہ تھے۔ چنانچہ مولانا جامی فرماتے ہیں ؎

"چوں خواجہ احمد یسوی عزیمت بسوئے ترکستان کرد جمیع یارانرا بمتابعت خواجہ عبدالخالق غجدوانی دلالت کرد و ہمچنین است در رسالہ بعضی از متاخرانِ مشائخ ایں خاندان۔

● ۔ (حضرت سلطان خواجہ احمد یسوی نے جب ترکستان جانے کا ارادہ کیا انہوں نے اپنے تمام حلقۂ ارادت کو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی متابعت کرنے کی تلقین کی حضرات نقشبندیہ متاخرین مشائخ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے بعض رسائل میں ایسا ہی درج ہے)

● ۔ (نفحات قلمی نسخہ صفحہ ۳۰۳)

ترکستان میں آپ نے ہدایت و دعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہاں آپ کے سلسلہ کا نام سلسلۂ یسویہ پڑا۔ یہیں حضرت میرزا کے جد بزرگوار ہیں جنکے ساتھ آپ کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ ۲۱ شوال

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کو ہم اپنے خاندان میں ان کا عرسِ مبارک مناتے ہیں۔ اُس دن مخصوص جگہ پر ایک عجیب و غریب مجلسِ ذکر منعقد ہوا کرتی ہے۔ ان کے اذکار و اوراد میں آج بھی اس درجہ اثر اور جاذبیت نظر آتی ہے کہ انسان دیکھکر محوِ حیرت ہو جاتا ہے۔ حضرت خواجہ ما خواجہ بزرگ بہاؤالدین مشکلکشای بخاری قدس سرہ کے ترکی مشائخ میں حضرت شیخ قثم ترکی ہیں۔ موصوف حضرت خواجہ یسوی ہی کے طریقۂ سلوک سے تھے۔ اسطرح حضرت خواجہ مشکلکشا کو حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانی رح اور حضرت شیخ سلطان خواجہ احمد یسوی دونوں کے فیوضات نصیب ہوئے۔ لہذا حضرت خواجہ قدس سرہ کی ذات بابرکت مجمع البحرین ہوئی۔ اسطرح حضرت شیخ اکمل کا خاندانی یا آبائی سلسلہ طریقت نقشبندی تھا۔ حضرت مرزا کو بھی سلسلہ خواجگان کے ساتھ والہانہ عقیدت ہے جیساکہ آپ کی منقبت سے ظاہر ہے جو آپ نے سلسلہ خواجہ گاں پر لکھی ہے۔[1] پھر یہ سلسلہ آنجناب کو اپنے پیر و مرشد کے ذریعہ سے بھی حاصل ہوا ہے۔ اسکا بیان آگے آئے گا۔

---

[1] حضرت شیخ اکمل نے سلسلہ خواجگان عالیشان رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی منقبت میں ایک فارسی قصیدہ لکھا ہے اسکے چند اشعار ایک قلمی نسخہ سے اسطرح منقول ہیں:۔

از بخارا گشت پیدا مشرقِ خورشید جان — مرآۃ الصافی کہ انبار وی جاناں شد عیان

شاہبازِ کرد طیراں از مکان تا لامکان — شہسوار شد ہویدا بر دگوئی از میان

مفلسم شاہا رسان بر عز تمکین جادہ ام — بخت من شوریدہ است امانبامت دادہ ام

سایہ وار افتادہ ام بر خاک راہ خواجگان — زان برافرازم کلہ را بر سر ہفت آسمان

من غلامِ بارگاہ شاہ قصر عارفان

من گدائے داغدار شاہ قصر عارفان

چشم را جان است جان را جنبش در کار کو — چشمۂ دل ہست جوشش را انوار کو

ایں زیان بعد زمان شد صحبت اخیار کو — سید مشکلکشا و علوی عطار کو

پارسا و چرخی و خواجۂ احرار کو — خواجہ باقی شیخ احمد معدن اسرار کو

من غلامِ بارگاہ شاہ قصر عارفان

من گدائے داغدار شاہ قصر عارفان

ہوش در دم باید و پشت قدم زیر نظر — از خودی خویش گر خواہی بیابی تو گذر

(باقی اگلے صفحے پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ کے حالات حضرت شیخ عبدالوہاب نوری المتوفی ۱۱۸۶ھ اپنی مشہور تصنیف الفتحات الکبرویہ میں تحریر فرماتے ہیں۔[1]

"وبعد چندی عادل خان مذکور رخت حیات از سرای فانی کشیدہ ایشانرا یتیم گذاشت و مادر حضرت ایشان شوہر دیگر خواست و بعم متعہد و متکفل احوال ایشان شد از بس ایشانرا اتباع بسنن جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل بود و حکمت حکیم علی الاطلاق چنان اقتضا کرد حالتِ صباہم بی تبعیت آن سرور نباشد"۔

● ـــ (کچھ مختصر مدت کے بعد آپ کے والد عادل خان نے وفات پائی آپکی والدہ محترمہ نے دوسری شادی کی اس لئے باپ کے بعد آپ کا کفیل مربّی آپ کا چچا ہوا۔ آپ کا عم بزرگوار خود پابند سنّت تھا اس لئے بچپن ہی سے آپ کو سنت پر چلنے کی تربیت دی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ آپ بچپن سے ہی پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سنہری دائرے میں رہیں۔)

اللہ تبارک و تعالےٰ کا فضل خاص حضرت میرزا کے شامل حال رہا کہ پندرہ سال کی قلیل مدت میں آپ نے مروّجہ ظاہری علوم میں مہارت حاصل کی جن میں تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ علوم شامل ہیں اسکے بعد صاحب فتحات کبرویہ کی تحریر کے مطابق پندرہ سال کی عمر میں آپ اپنے

(بقیہ حاشیہ) از بہارِ معرفت قلبِ صنوبر را ثمر — خلوتت در انجمن باشد سفر اندر مقر
ایں گہر جز خاندانِ خواجۂ والا گہر — می نیابی گر بجدِ جہد جوئی بحر و بر
من غلامِ بارگاہ شاہ قصر عارفان
من گدائے داغدارِ شاہ قصر عارفان

●●

[1] فتحات کبرویہ مؤلفہ حضرت شیخ عبدالوہاب نوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ اکمل الدین کامل بیگ خان بدخشی کے حالات پر معتبر اور معتمد تذکرہ ہے کیونکہ شیخ عبدالوہاب آپ کے ہمعصر بزرگ ہیں اور مسلّمہ متقی اور پرہیزگار ہیں۔ ان کے بیانات قابل اعتماد اور مستند ہیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شیخ و مربی حضرت خواجہ حبیب اللہ عطار رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۸۰ھ کی صحبت بابرکت میں پہنچے۔ تیرہ سال تو پہلے ان کی خدمت میں رہ کر انکی خدمت گزاری کی اور اُن کے باطنی فیوضات سے مستفیض ہوئے۔ انہیں ابتدائی معصومیت کے زمانہ میں (TENDER IN-FANCY) حضرت خواجہ نے آپ کو دیکھا تھا اور ان کا نام دریافت کیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ رسم با مسمیٰ سے حقیقتاً یہ میرا فرزند ہے اور میرا نام (یعنی میرا منصب اور میرا سلسلۂ طریقت) زندہ کرے گا۔ صاحب فتحات کے بغیر دیگر مؤرخین مثلاً تاریخ حسن اور تحائف الابرار میں درج ہے کہ آپ بارہ سال کی عمر میں ہی اپنے مرشد کامل کی خدمت میں پہنچے۔ صاحب فتحات کبرویہ کے تصریحات یہ ہیں :۔

"یکے از ثقات گفتہ کہ روزی خدمت خواجہ حبیب اللہ عطار ایشانرا بر دوش پدر رضاعی دید پرسید کہ ایں پسر کیست وی از حسب و نسب آبای حضرت ایشان بیان نمودہ گفت کہ نامش کامل خانست خدمت خواجہ فرمود کہ ایں پسر معنوی من است و میدانم کہ نام مرا زندہ خواہد گذاشت بر طبق نص اَلْاَسْمَاءُ تُنَزَّلُ مِنَ السَّمَاءِ مسمیٰ مطابق رسم خواہد بود۔

پس ارشاد مآبی بسن یانزدہ رسید و از علوم دینی بہرہ مند شد شبی ایشانرا تبدیل احوالی شدہ طرفہ سوزش سوتی پدید آمد و نار عشقی از کالوتن سینہ ایشان شعلہ کشید روز در قلق و اضطراب، شب در بیقراری التہاب۔

چوں پدر رضاعی ایشان مرید خواجہ بود از ینحال بعرض ایشان رسانید امر باختصار شد ارشاد مآبی گفتہ ہمیں کہ ایشانرا دیدم تسکین دل خود حاصل نمودہ دانستم کہ علاج دردِ من پیش ایشان خواہد بود تا مدت سیزدہ سال و نہ ماہ ملازم آن دولتخانہ بودند"۔

● — (ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ حبیب اللہ عطارؒ نے حضرت مرزا کو بچپن میں اپنے رضاعی باپ کے کندھے پر دیکھا۔ آپ نے ان کے پدر رضاعی سے (اس) بچے کے حسب و نسب اور نام کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

بارے میں استفسار کیا۔ جواباً آپ کے پدر رضاعی نے تفصیلات بتاتے ہوئے ان کا نام (کامل خان) بھی بتایا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا یہ میرا فرزند معنوی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مرا نام زندہ رکھیگا چونکہ نام عموماً موسوم کی ذات کے مطابق آسمان سے اُترتے ہیں۔ اس کا نام بھی ایسا ہی ہے اپنے نام کے مطابق اسکا عمل اور اسکی زندگی ہوگی۔

جب حضرت میرزا پندرہ سال کی عمر کو پہنچے اور دینی علوم کی تکمیل کی ایک رات ان کی حالت معمول سے تبدیل ہوگئی ان پر عشق الٰہی غالب ہوا اور معمول کی زندگی سے نسبتاً زیادہ اثر انداز ہوگیا۔ یہ نہایت قلق و اضطراب میں پڑ گئے۔

چونکہ آپ کا پدرِ رضاعی حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا مرید تھا اس لئے آپکو اُن کی خدمت میں لایا۔ حضرت میرزا کا کہنا ہے جوں ہی وہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے ان کو تسکین ہوئی اور شوریدگی کی حالت دور ہونے لگی۔ حضرت میرزا فرماتے ہیں کہ میں نے سمجھا کہ دراصل میرے درد کا علاج اُن ہی کی صحبتِ بابرکت میں ہے۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں تیرہ سال نو ماہ رہا۔)

● — (الفتحات الکبرویہ قلمی نسخہ صفحہ ۲۶۰-۲۶۱)

اس لمبی مدت کے دوران آپ نے اپنے مرشد حُربی کے حکم کی تعمیل میں ہندوستان کے کئی علاقوں کا مسلسل سفر کیا۔ تین سال اس سفر میں صرف کئے۔ تین سال کے بعد واپس وطن تشریف لائے۔

"درہمان اثنا بامر ایشان سفر ہندوستان اختیار نمودہ سہ سال بدانطرف بودند درروزۂ عاشقی درانجا ادا نمودند بعد سہ سال دوبار خدمت خواجہ برایشان متجلی شدہ فرمودند من منتظرم زود بیا ہمان ساعت بازمراجعت فرمودند بقیہ عمر در خدمت خواجہ ماند بعدہ پنجاہ سال بر مسند ارشاد تمکن داشت" ۔ صفحہ ۲۶۱

● — (اسی دوران اپنے پیر طریقت کے اِرشاد کی تعمیل میں آپ نے

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہندوستان کا سفر کیا تین سال وہاں گزارے اور عاشقی کے روزے وہاں گزارے تین سال کے بعد آپ کو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ دوبار جلوہ گر ہوئے اور فرمایا جلدی وطن واپس آؤ۔ چنانچہ آپ تین سال کے بعد واپس تشریف لائے۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں برابر اسوقت تک رہے۔ جب تک وہ اس دنیا میں تشریف فرما تھے۔ حضرت خواجہ کے بعد (۵۰) پچاس سال دنیا میں رہ کر مسند دعوت ارشاد پر جلوہ افگن رہے)

حضرت خواجہ کا مختصر تعارف

حضرت خواجہ حبیب اللہ عطارؒ اپنے وقت کے ممتاز اور برگزیدہ صوفی بزرگ تھے آپ نے اولاً بچپن میں مرشد ابرار حضرت یعقوب دارولیؒ سے فیض پایا اور پھر ثانیاً حاجی الحرمین الشریفین حضرت شاہ قاسم حقانی قدس سرہ کے مستقل ممتاز خلیفہ بنے۔ اسکے علاوہ آپ نے میاں میر لاہوری قدس سرہ حضرت جمال الدین بال جہی قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ میں فیض حاصل کیا۔ حضرت محبوب الودود خواجہ مسعود پانپوریؒ سے سلسلہ سہروردیہ کے فیوضات کئے۔ سلسلہ نقشبندیہ کئی طریقوں سے آپ کو عنایت ہوا ہے۔ ان میں سے حضرت آخوند ملا شاہ کدا سے بھی آپ نے یہ سلسلہ عالیہ حاصل کیا ہے۔ مگر حضرت شیخ نوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظومہ سلسلہ طریقت نقشبندیہ میں حضرت شاہ قاسم حقانی سے حاصل شدہ سلسلہ عالیہ حضرات خواجگان عالیشان رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو ترجیح دی ہے۔ اسکے علاوہ حضرت خواجہ یہ اس سلسلۂ طریقت میں مرخص اور مجاز تھے۔ کئی سلسلوں کا ذکر معہ مشایخ آں سلسلہ عالیہ حضرت شیخ نوری نے فتحات میں تفصیلاً کیا ہے۔ ان میں سلسلہ کبرویہ، سلسلہ قادریہ، سلسلہ سہروردیہ، سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ چشتیہ ہیں۔ حضرت مرزا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر سلسلہ میں مجاز تھے۔

عہ حضرت خواجہ حبیب اللہ عطار قدس سرہ کے چند ہمعصر بزرگان دین کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

ابوالفقراء حضرت بابا نصیب الدین غازیؒ المتوفی سنہ ۱۰۴۷ھ

عارف باللہ خواجہ حبیب اللہ نوشہریؒ المتوفی سنہ ۱۰۲۷ھ

حضرت بابا اسماعیل قادریؒ المتوفی سنہ ۱۰۲۷ھ

میر علی قادریؒ المتوفی سنہ ۱۰۷۰ھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرت میرزا کو خلعت خلافت

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے تیرہ سال کی خدمت گذاری کے بعد حضرت مرزا کو اپنا خلیفہ بنایا اور ان کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا جسکا ذکر خود حضرت شیخ کامل ان الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

پیر من مرشد دین شیخ حبیب اللہ است — گفت او خرقۂ دین حضرت قاسم دادم
خرقہ بخشید مرا، حضرت ایشاں ذکرم — بہر ارشاد بہر سلسلہ رخصت دادم
برگزید او ذکرم بر سر ایں گفتہ مرا — من ہم از ہمت او بر سر آں ارشادم
گفت پیغمبر دین شیخ مرا چندیں بار — ہر کہ افتاد قبول تو قبول افتادم

٥ — ("مخزن الاسرار")

● — میرے پیر و مربی حضرت خواجہ حبیب اللہ عطارؒ ہیں انہوں نے فرمایا کہ ان کے مرشد حضرت شاہ قاسم حقانی ہیں۔ حضرت خواجہ نے مری تربیت کی اور اس درجہ پر پہنچا دیا۔ انہوں نے مجھ پر مہربانی فرمائی کہ خلعت خلافت سے نوازا اور مجھے ہر سلسلۂ طریقت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اسکے ساتھ ساتھ ہر سلسلہ میں بیعت و ارشاد کا اختیار بھی عطا فرمایا۔ اس قسم کی اجازت و ارشاد سے انہوں نے مری عزت افزائی کی۔ میں اسی مرشد کامل کی باطنی امداد اور فیوضات کی

شیخ بابا داؤد مشکواتیؒ	المتوفی ۱۰۹۷ھ
شیخ داؤدؒ (بتہ مالو)	المتوفی ۱۰۷۰ھ
شیخ محمد چستیؒ عرف رادھو	المتوفی ۱۱۲۶ھ
شیخ مراد نقشبندیؒ المعروف ٹنگ	المتوفی ۱۱۶۱ھ
خواجہ عبداللہ بخاریؒ	المتوفی ۱۱۴۱ھ

اسکے علاوہ یہاں کافی تعداد میں بزرگان دین موجود تھے۔ ان دنوں وادی گلپوش میں باغ معرفت کے پرکشش دلکش گلاب ہر طرف موجود تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جو حضرت میر محمد ہمدانی علیہ الرحمۃ کے اس دور کی عکاسی کرتا ہے جس دور میں وہ یہاں وادی مرغزار میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں اپنے رفقاء کرام کے ساتھ منہمک تھے اور وادی کشمیر اولیاء کرام اور علماء اسلام کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

مدولت اس عظیم منصب پر فائز المرام ہوں۔ مرے مرشد کو کئی بار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور ان کو ارشاد فرمایا " جسکو آپ قبول کرینگے وہ مجھے بھی قبول ہے "۔

یہاں حضرت مرزا نے فرمایا کہ " پیر کامل نے مجھے ہر سلسلۂ طریقت کی اجازت مرحمت فرمائی اس سے مراد ہر وہ سلسلہ طریقت ہو سکتا ہے جسکے مجاز خود پیر طریقت حضرت خواجہ تھے جنکا تفصیلی ذکر حضرت شیخ نوری نے اپنے تذکرہ میں کیا ہے مثلاً کبروی، قادری، نقشبندی، سہروردی، لیوی، چستی دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہر سلسلہ طریقت جو اگرچہ بیشمار ہیں تاہم چودہ[1] سلسلے مشہور ہیں۔ اُن تمام سلاسل کی اجازت مجھے بخشی گئی۔ میرے نزدیک پہلی تفسیر قابل ترجیح ہے۔ حضرت خواجہ نے ۲ رجب ۱۰۸۰ھ دفات پائی اسکے بعد حضرت شیخ اکمل پچاس سال تک مسند ارشاد پر فائز رہے۔ اسطرح آپ نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی ـــــ آگے اسکا ذکر ہوگا۔

حضرت مرزا کی مختلف الجہات شخصیت

حضرت شیخ اکمل الدین مرزا محمد کامل بیگ خان بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے۔ ایک طرف وہ بلند پایہ جامع السلاسل صوفی بزرگ تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے زمانہ میں ممتاز ادیب، شاعر اور مصلح تھے۔ وہ معرفت، خداشناسی، دین اور دینی احکام کے پوشیدہ غامض حکمتوں سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ ان کو منکشف کرنیکی اُن میں پوری پوری صلاحیت تھی اور آپ کے کلام سے پتہ چلتا ہے وہ قدرت کے پوشیدہ رازوں کو مخاطب کے حسب استعداد فہم و فراست ظاہر کرنے کے لئے مولوی رومی علیہ الرحمۃ کی طرح ماذون تھے۔

من حیث الصوفی

ایک صوفی بزرگ ہونے کی حیثیت سے آپ اپنے مرشد کیطرف سے مسند ارشاد پر برابر پچاس سال تک براجمان تھے۔ اس طویل عرصے میں آپ نے انگنت فرزندانِ توحید کی راہ حق میں رہنمائی کی اور ان کو منزل مراد ملی۔ کئی سعادت مند فرخندہ فال افراد کو خلعت خلافت بھی نصیب ہوئی ان میں سے

---

[1] حضرت مرزا اپنے زمانے کے معروف خطاط بھی تھے۔ نسخ و نستعلیق دونوں پر یکساں مہارت و دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا "اوراد فتحیہ" کا ایک قلمی نسخہ اکادمی کے گنجینۂ نوادرات میں موجود ہے۔ ۰ ـ (ایڈیٹر)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

- حضرت شیخ نعمت اللہ کلو المتوفیٰ ۱۱ ذیقعد ۱۱۴۹ھ ؎
- حاجی الحرمین الشریفین عبدالسلام دار المتوفیٰ ۱۲ ربیع الاول ۱۱۷۲ھ ؎
- مرزا فرہاد بیگ المتوفیٰ ۱۱۵۶ھ ؎

(؎، ؎، ؎ بحوالہ اسرار الاخیار)

وارث رتبۂ ابوالجناب حضرت شیخ عبدالوہاب المعروف بہ نوری المتوفی ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۸۶ھ اِن کے علاوہ خواجہ قایم الدین تپلو، خواجہ مقیم (جو صاحب اسرار الاخیار کی تحقیق کے مطابق فرزند حضرت خواجہ حبیب اللہ عطار رحمۃ اللہ تھے) شیخ عطار اور، ملا عبدالعزیز، خواجہ ابوالفتح بابا، مولانا نورالدین اور خواجہ حیات ہیں (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔)

حضرت میرزا قدس سرہ نہایت پختہ، کامل اور منتہی صوفی بزرگ تھے اور ہر ایک سلسلۂ طریقت میں اپنے مرشد کامل خواجہ حبیب اللہ عطار رحمۃ اللہ علیہ سے مُرخّص اور مجاز تھے۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی فرمایا ؎

خرقہ بخشید مرا حضرت ایشان زکرم — بہر ارشاد سر سلسلہ رخصت دادم
برگزید او زکرم بر سر ایں گفتہ مرا — من ہم از ہمت او بر سر ایں ارشادم

اپنے مرشد کامل کی وفات کے بعد حضرت میرزا نے کسی شیخِ وقت کسی اور صوفی کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اسکی بنیادی وجہ یہ تھی آپکی تربیت نہایت پختہ اور ہر سلسلہ میں اس قدر مضبوط اور تسلی بخش تھی کہ آپ کو حضرت خواجہ کی وفات کے بعد کسی بزرگ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اس سے حضرت خواجہ حبیب اللہ عطار قدس سرہ کی عظمت، رفعت اور اعلیٰ درجۂ ولایت کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں "فتحات کبرویہ" میں مندرج یہ واقعہ قابل غور ہے۔

"وہم فرمودند کہ چوں وقت حضرت خواجہ بآخر رسید عرض نمودم کہ بعد از حضرتت پیش کہ میروم، بغضب تمام فرمودند کہ آنچہ داشتم بتو دادم حالا چہ میخواہی پیش مشائخ شہر برو کہ صورت کار معلوم خواہی کرد ہمان بود کہ بعد وفات ایشان بعشق حجازی مقید شدم و بقصد استخلاص ازان زیارت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہمہ مشائخ نمودم معلوم کردم کہ ہیچکس بقاعدہ مکملانہ کہ طریق ما بدان مربوط است سلوک نکردہ است و عجائب بسیار دران مشہود گشتہ۔"

● — (حضرت میرزا نے فرمایا جب حضرت خواجہ قدس سرہ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو میں نے انکی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی وفات کے بعد میں رہنمائی کی غرض سے کس کے پاس جاؤں؟ یہ سنکر آپ بہت مشتعل ہوئے اور نہایت غصے میں آکر فرمایا کہ جو کچھ مرے پاس تھا میں نے وہ تجھکو دیدیا اب تم کیا چاہتے ہو؟ شہر کے اور بزرگوں کے پاس جاؤ، تم پر صورت حال واضح ہو جائے گی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی وفات کے بعد میں عشق مجازی میں مبتلا ہوا جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ اس سے چھٹکارا پانے کے لئے میں شہر کے ہر ایک مجاز بزرگ کے پاس چلا گیا۔ مجھ پر واضح ہوا کہ کوئی بھی بزرگ بطریق اکمل اُس طریقہ سے سلوک کے منازل طے نہ کر چکا تھا جسطرح میں اپنے شیخ مربّی کی بدولت کر چکا تھا)

اس واقعہ سے حضرت خواجہ کی فضیلت اپنے جملہ ہمعصر بزرگوں پر واضح ہو جاتی ہے۔ عشق مجازی میں مبتلا ہونا اگرچہ حضرت میرزا کے لئے ایک کٹھن آزمائش تھی۔ مگر دوسری طرف ان کے لئے یہ ایک رحمت تھی، بایں وجہ کہ اس سے ان پر اپنے شیخ مرشد علیہ الرحمۃ کی عظیم المرتبت شخصیت واضح ہو گئی، جنکا وجود حضرت میرزا کے لئے اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے ایک بیش بہا نعمت تھی جسکا احساس حضرت میرزا کو اس ابتلاءِ ناگہانی سے ہوا۔ اس لئے یہ حضرت میرزا کے لئے مصیبت نہیں بلکہ مصیبت کی صورت میں ایک رحمت تھی "وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم" اس نعمت عظمیٰ کا تذکرہ حضرت میرزا علیہ الرحمۃ اپنے ادبی اور علمی شاہکار "مجز الاسرار" میں اسطرح کرتے ہیں ؎

مرگ چہ زندگی است کہ پایانش نیست — دولتِ بود، خدا داد کہ مرشد دادم
انگہان گفت شبے بے مرگ نہ خواہی رہیافت — در زمان مردم، مردانہ بہ رہ افتادم

● — موت کیسی اچھی زندگی ہے کہ اسکی گہرائی اور دوام میں انقطاع نہیں۔ اللہ تبارک وتعالےٰ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کی مجھ پر بہت بڑی نعمت تھی کہ اُس نے مجھے راہبر عطا فرمایا جس نے مجھے اس راز سے واقف کر کے میدان عمل میں ڈالدیا۔ یہاں موت کا مقصد موت طبعی نہیں ہے۔ بلکہ اس مادی زندگی میں اپنے نفس امارہ اور اسکے خواہشات کو مارنا ہے اور اُس پر پوری قوت کے ساتھ سوار ہونا ہے اور زندگی کے دوران سینے اندر ایسی کیفیت پیدا کرنا ہے جو طبعی موت کے وقوع سے انسان میں پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دفعتہً انہی جملہ خواہشات (نفس امارہ) سے آزاد ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے اس ارشاد گرامی "موتوا قبل ان تموتوا" "مرنے سے پہلے مرجاؤ" کا یہی مقصد ہے یہی حصول ولایت کے لئے پہلی شرط ہے۔ حضرت میرزاؒ اس شعر میں یہی فرماتے ہیں۔ اس موت سے مجھے اصلی زندگی ملی اس لئے یہ مرگ کسقدر حسین اور عمیق ہے کہ یہ ابدی زندگی کا وسیلہ ہے مگر یہ مرشدِ کامل کے بغیر میسر نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے اللہ کا فضل شاملِ حال رہا اُس نے مرشد کامل عطا فرمایا۔ یہ دوسرا شعر اس عمیق حقیقت کی کما حقہ وضاحت کرتا ہے کہ ایک رات مجھے اپنے مرشد نے فرمایا کہ مرنے کے بغیر راستہ نہیں پاؤ گے۔ اُسی وقت میں مرگیا پھر نہایت دلیری کے ساتھ وصول کے راستہ پر گامزن ہوا۔

ان دونوں شعروں میں حضرت میرزا اپنے مرشد کامل کا وجود اپنے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک عظیم نعمت سمجھتے ہیں تو دوسری طرف سلوک کے دو اہم ضرورتیں ہم پر واضح کرتے ہیں۔ (۱) مرشد کامل کی رہبری۔ (۲) مرگِ اختیاری کہ اپنے نفس امارہ اور اسکے جملہ تقاضوں سے من وعن دستبردار ہونا۔ جب یہ صفت سالک میں پیدا ہو جائے وہ بلا تاخیر اپنے مقصد "وصال" کی عظیم نعمت سے سرفراز ہو جائے گا۔ چونکہ حضرت میرزا علیہ الرحمتہ وصول الا اللہ کی بے مثال نعمت خداوندی سے سرفراز ہوئے ـــ اسکا مزہ آپ نے چکھا ـــ اس پُر مسرّت لذت کو پاکر سالکوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ یہ مرگِ اختیاری مرگ نہیں ہے بلکہ دائمی پُر مسرّت زندگی کا پہلا زینہ ہے۔ مرگ کے ساتھ زندگی کا استعمال کرنا علم معانی میں ایک صنعت ہے۔ دوسری طرف اس ترکیب کے استعمال سے سالک کے حوصلے بڑھائے تاکہ اُسکو معلوم ہو جائے کہ سختی کے بعد دائمی آرام ہے۔

حضرت میرزاؒ ولایت، علم معرفت کے بحر زخار تھے۔ اس حقیقت پر اُن کی تصانیف اور ان کا کلام شاہد ہے۔ اسکے علاوہ اپنے مرشد کامل کی طرف سے عطا شدہ خطابات آپکی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

گہری حقیقت شناسی کا پتہ دیتے ہیں جنکا مختصر تذکرہ آگے آئیگا۔ اسکے باوجود آپ کبھی بھی شریعت کے دائرے سے باہر نہیں نکلے نہ کبھی اپنے کلام میں مستی کی حالت میں بھی، کوئی ایسی بات فرمائی جو کسی طریقے سے شریعت کے کسی حکم سے متصادم ہو۔ یہی آپکی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے اور مری نظر میں آپ کے الوالعزم ولی کامل ہونیکی نشانی ہے۔ مرشدِ کامل نے آپ کو اکمل فرمایا۔ شاید اسکی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ میں نہایت ربط ضبط اور اسرار و حقائق غامضہ پر دسترس ہونے کے باوجود ان کے اظہار پر پیغمبرانہ ضبط تھا اور شریعت مصطفوی پر پوری عقیدت کے ساتھ نہ صرف خود علے الدوام عامل تھے بلکہ اپنے مسترشدین کو بھی شدت کے ساتھ اسکی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ "بحرالعرفان" میں آپ ارشاد فرماتے ہیں ؎

تو طریقت رہ شریعت کن — سیر در عالم حقیقت کن
روز و شب پاسِ شرع باید داشت — چشم بر اصل و فرع باید داشت[1]

•۔ (بحرالعرفان ج ۱ ص ۱۹۳)

عموماً جملہ اولیا، کبار اور اصحاب السلاسل کا طریقہ یہی رہا ہے۔ محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا مفاتح الغیب، غنیۃ الطالبین، حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کا عوارف المعارف، حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ کا ذخیرۃ الملوک، مکتوبات، رسالہ حل مشکل، رسالہ دہ قاعدہ اور اوراد فتحیہ، حضرت خواجہ بزرگ محمد بن محمد مشکلکشای بخاری قدس سرہ کی رباعیات اسی طریقۂ مألوفہ کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پُراسرار واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ النجم میں نہایت دلکش انداز میں صاحب المعراج حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی "ما زاغ البصر و ما طغیٰ" کہ دوران معراج آنجناب نے جن حیرت انگیز

•۔ (تم پر لازم ہے کہ شریعت کے احکام پر پابندی کرنے کے طریقے سے تم سلوک کی منازل طے کروگے۔ اسی طریقے سے تم عالم حقیقت کی سیر کرو۔ رات دن شرعی احکام اور نصوص کا خیال رکھنا چاہیئے اصل اور فرع پر پوری نظر رکھنا لازمی ہے۔)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

عجائبِ قدرت الٰہیہ کا مشاہدہ کیا آپکی نظر اپنے اصلی مقصد سے نہیں ہٹی اور نہ ہی آپ نے اپنے دائرہ سے تجاوز کیا۔ یعنی آپ برابر دائرہ عبودیت میں رہے اور نظر اپنے حقیقی محبوب (ذات پاک حضرت اللہ جل جلالہ) پر جمی رہی۔ یہی پیغمبر اسلامؐ کی گہرائی، دانش اور کمالِ قرب کی ایک واضح دلیل ہے۔ یہی صفت اپنی استعدادِ ولایت کے مطابق حضرت میرزاؒ کی ذات بابرکت میں پائی جاتی ہے۔ میرے نزدیک اسی صفت کا وجود آپکی بڑائی اور عظمت کی نشاندہی کرتی ہے۔

حضرت میرزا نے علیہ الرحمتہ نے "بحرالعرفان" میں آگے اسی حقیقت کے پیش نظر سالکوں کو آگاہ کیا ہے کہ شریعت ہی وہ محبوب طریقہ ہے جس سے سالک اپنے سلوک پر چلکر اپنی منزل مقصود سے ہمکنار ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا ؎

- نصح براہل مذہب و دین کن — سنت مصطفےٰ خود آئین کن
- اوّل دین، آخر دین این است — آنچہ مقصود حق بود این است
- شرع دین است، دین بحق واصل — باش شارع کہ حق شود حاصل
- نیست جز شرع ہیچ راہے راہ — ای موحد ز شرع حق میخواہ
- تو ز من، من ز تو، ہمی جویم — تو مرا، من ترا ہمی گویم
- کہ سنت مصطفیٰ کہ دین این است — ہر کہ دیندار، اینش آئین است

•— (بحرالعرفان ج ۱)

شعر نمبر ۱ میں "اہل مذہب" کا مطلب دین کے سربراہ اور ائمہ طریقت ہیں۔ یہاں مرشدوں، مربیوں کے علاوہ دین حق کے واعظین اور مبلغین کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنا اپنا مسلک اپنا اپنا مفوضہ کام شریعت کے قوانین و احکام کے مطابق انجام دیتے رہیں جسطرح سربراہان طریقت انجام دیتے رہے ہیں۔

غرض طریقت میں شریعت پر پابند رہنا ولی کے لئے کمال ولایت کی دلیل ہے اسمیں شک نہیں ہے کہ ایک فقیر سلوک میں حیران کن منازل سے گزرتا ہے وہ ایسے مقامات پر بھی پہنچتا ہے جہاں بے شمار فیوضاتِ ربانی سے وہ مستفیض ہوتا رہتا ہے۔ اِن سے مست اور سرشار ہو جاتا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے۔ انسان کبھی یہاں اپنی عقل کھو دیتا ہے۔ ایسا کلام بھی کرتا ہے جو بہ ظاہر عقل کے خلاف ہوتا ہے اور شرعی حدود و قیود سے باہر ہوتا ہے۔ اسی کو اصطلاح میں شطح کہتے ہیں مگر فقیر کی یہ حالت عارضی ہوتی ہے۔ وہ اس سے پھر ہوش میں آتا ہے۔ شرعی نکتۂ نظر سے یہ کلام معتبر نہیں ہے، نہ اس پر عمل ہے مگر فقیر کا کمال یہ ہے کہ وہ مستی میں بھی شرعی عقل اور ہوش کو قائم رکھے چنانچہ نفحات الانس کے حواشی میں در حالات حضرت سلطان بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ مرقوم ہے :-

"کہ عارف از مستیٔ شراب شہود گوید رعونت در وی ظاہر گردد و بظاہر علم مخالفت نماید مگر جنید ابوالوقت بود نہ ابن الوقت بر حال امیر بود نہ اسیر، مستی با ہوشیاری جمع داشتہ ازان در قول خود قدح نگذاشتہ پس مقبول بایں فرق گشتہ و مشہور بہ سید الطائفہ گشتہ کشف را تابع علم ساختہ و دیگر چو اطاعت در امر نہی سبب ظہور حال و کشف است سبب را بزرگ داشت و بسبب دست ازان نکشیدہ"

● — (نفحات الانس قلمی نسخہ ص ۴۵)

● — (عارف بعض اوقات شہود صفات میں اسقدر مست ہو جاتا ہے کہ اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے۔ اُس میں نتیجتاً رعونت پیدا ہو جاتی ہے اور فعلاً یا قولاً عام شرعی ربط و ضبط کے خلاف جاتا ہے۔ مگر سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کو کبھی ایسی حالت نہیں ہوئی ہے۔ اُن کو اپنے ہمہ قسم حالات میں اپنے ہوش و حواس پر قابو رہتا تھا اسی وجہ سے ان کو ابوالوقت کیا جاتا ہے۔ (یعنی اپنے ہنگامی حالات پر قابو رکھنے والے) اس لیے یہ اپنے حالات پر امیر (غالب) تھے وہ حالات کے اسیر نہیں بنتے تھے۔ مستی میں آپ کی ہوشیاری قائم رہتی تھی اسوجہ سے اپنے پیچھے کوئی ایسا قول نہیں چھوڑا جس سے وہ ہدفِ تنقید بن سکتے۔ اسی وجہ سے وہ اصحاب سلوک اور علماء کے حلقوں دونوں میں منظور نظر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوکر سید الطائفہ کا لقب پا گئے۔ آپ کا کمال ہے کہ آپ نے کشف کو علم کا تابع بنا دیا)۔

یہاں نفحات الانس جیسی عظیم متداول کتاب کے اس حواشیہ اقتباس سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ صحو کو شطح پر بہر صورت ترجیح ہے۔ حضرت میرزاؒ پر یہ صفتِ جنیدی علے التمام موجود تھی۔ جہاں وہ ارض کشمیر پر حضرت جنید کیطرح جامع السلاسل شخصیت کے مالک تھے وہاں اس صفتِ جنید سے وہ بطریق اکمل موصوف تھے جیسا کہ میں نے واضح کر دیا کہ میرے نزدیک یہ بھی آپکو اکمل الدین کا لقب ملنے کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ آپ کا مستند تذکرہ فتحات کبرویہ مرتبہ و مؤلفہ حضرت شیخ نوری علیہ الرحمۃ جو آپ کے برگزیدہ خلیفہ ہیں، واضح کرتے ہیں کہ شیخ اکمل مستی کو نقص سمجھتے تھے۔ چنانچہ شیخ نوریؒ فرماتے ہیں:۔

"چوں محو فنا غلبہ آمد بالکل از لباس بشریت بر آمدم دران اثنا بغایت جانب فقیر فرمودند کہ مرید صاحب سکر لایق سجادۂ شیخی نیست۔ ہوش دار سکر خود را بصحو بدل کن کہ با تو کار دارم۔"

● — (فتحات کبرویہ در حالت حضرت میرزاؒ)

● — (جب مجھ پر محو اور فنا نے غلبہ کیا (یعنی مجھ سے از خود مری ہستی اور میرا وجود گم ہو گیا) میں بشریت کے لباس سے نکلکر عجیب و غریب حالت میں پڑ گیا۔ یہ حقیقت بھانپ کر آنحضرت نے میری طرف نہایت پُر شفقت نگاہیں ڈالکر فرمایا۔ مست و مدہوش مرید سجادہ نشینی کے لایق نہیں ہے۔ خبردار سُکر کو صحو میں تبدیل کر ڈالو کیونکہ مجھے تیرے ساتھ کچھ اہم کام ہے یعنی تجھ پر تبلیغ دعوت کی ذمہ داری خلعت ارشاد سے ڈالنے والا ہوں۔ سُکر و مستی اسکے خلاف ہے یعنی خلعتِ ارشاد کے تقاضے سُکر ہستی کی حالت میں پورے نہیں ہو سکتے ہیں)۔

حضرت ارشاد مآبی شیخ اکمل الدین کامل بیگمان بدخشی قدس سرہ کے برگزیدہ خلیفہ حضرت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

شیخ نعمت اللہ الملقب بہ غیاث الدین المتوفی ۲۱ ماہ ذوالقعدہ ۱۱۴۹ھ کو درگاہ اکملیہ سے ابوالوقت کا خطاب ملا ہے۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ موصوف کو اکثر بارگاہ ایزدی سے تجلیات ذاتی وصفاتی کا انعام واکرام ہوتا تھا مگر موصوف اپنے ہوش وحواس ان مافوق البشریت لمات میں قائم رکھتے تھے یہ صلاحیت اُن کی ذات عالی درجات میں حد درجہ موجود تھی۔ اس صلاحیت اور اس ممتاز صفت پر شیخ اکمل نے آپکو ابوالوقت کا خطاب عطا فرمایا۔

اس بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت میرزاؒ وصول کی اعلیٰ منازل پر فائز ہونے کے باوجود شریعت کے ہر لحاظ سے پابند تھے۔ کبھی بھی آپ کو مشاہدات وتجلیات ذاتی یا صفاتی مستفیض ہونے کے دوران شرعاً کوئی لغزش نہ ہوئی یہی وہ خصوصیت ہے جو آپ کے کمال ولایت پر دال ہے اور کشمیر میں جنید ثانیؒ کہنے کی حقدار بناتی ہے۔ علامہ شیخ داؤد خاکیؒ اپنے پیرو مرشد سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومی قدس سرہ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے مشہور قصیدہ "ورد المریدین" میں فرماتے ہیں:۔

او شریعت راست ناصر در طریقت مجتہد　　بہر اسرار حقیقت صدر او مصدر شداست ؏

حضرت میرزاؒ بحیثیت شاعر ومصنف

اللہ تبارک وتعالےٰ نے حضرت میرزاؒ کو اپنی گوناگوں عنایات سے نوازا تھا۔ بچپن ہی میں علوم وفنون کا حصول۔ زندگی کے ابتدائی ایام میں ہی عشق الٰہی کا سوز وگداز موجزن ہونا اور اسی دوران بارگاہ ایزدی کی سب سے بڑی نعمت ایک ایسے مرشد کامل کا ملنا ہے جو اپنے عہد کے ممتاز مادرزاد ولی اور جملہ سلاسل میں مجاز، جو بارگاہ رسالتؐ میں اسقدر محبوب، کہ جناب ولایت مآب حضرت شیخ جمال الدین کو حکم ہوا کہ کشمیر خود بذات تشریف لے جاکر سلسلہ قادریہ میں حضرت خواجہ کی تربیت کریں۔ اپنے وقت کے ثانی غوث الاعظم جناب میاں میر قادری لاہوریؒ

؏ وہ شریعت کے مددگار، اور طریقت میں مجتہد ہیں۔ حقیقت کے اسرار وغوامض کیلئے آپ کا سینۂ مبارک ایک عمیق چشمہ ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کے چہیتے محبوب اور ممتاز مجذوب[1] خلیفہ ہیں جنکا اسم گرامی حضرت خواجہ حبیب اللہ عطار قدس سرہ ہے ان گوناگوں عنایات ربانی کے علاوہ بارگاہ صمدیت سے آپ کو شعر و سخن کا دلکش ملکہ عطا ہوا تھا جس سے اصحاب مذاق برابر اسوقت سے آجتک لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

بحر العرفان

یعنی علم عرفان کا سمندر۔ واقعی یہ کتاب اسم بامسمیٰ[2] ہے۔ یہ حضرت میرزا کی ایک شاندار تصنیف ہے جو اسی ہزار ابیات پر مشتمل، فارسی زبان میں ایک ادبی شاہکار ہے۔ دوسری طرف شریعت، طریقت حقیقت، خداشناسی، خداپرستی، عشق حقیقی، عشق مجازی کے دقیق فوائد و اسرار، دنیا و مافیہا کی بے ثباتی و دیگر ہمہ قسم موضوعات کی توضیحات پر ایک مدلل کتاب ہے۔ شیخ اکمل نے یہ کتاب حضرت مولانا شیخ جلال الدین رومی کی شہرۂ آفاق مثنوی کے طرز پر لکھی ہے۔ مولانا علیہ الرحمتہ نے دین کی حقیقتیں، معرفت کی رازداری کی باریکیاں، خداشناسی کے فوائد، دین کے دقیق اسرار و غوامض نہایت شیریں لہجہ و انداز میں دلربا امثلہ سے اپنی مثنوی میں واضح کئے ہیں، مثلاً ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر — گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر
شیر آن باشد کہ مردم را خورد — شیر آن باشد کہ مردم را درد
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد — کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
ہر دو گوں زنبور خوردند از یک محل — لیک زیں شد نیش و زاں دیگر عسل
ایں خورد گردد بہ بلیدی ز وجود — واں خورد گردد ہمہ نور خدا
ہر دو نے خوردند از یک آب خور — آں یکے خالی و زآں پر از شکر

---

[1] مجذوب کا مطلب یہاں اصطلاح نہیں ہے بلکہ لغوی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جسکو روحانی طور باطنی طریقہ سے حضرت میاں میرؒ نے اپنی طرف کشش کرکے لاہور کیطرف رخ کرنے کے لئے آمادہ کیا اور وہاں کھینچ لایا تاکہ ان کے فیوضات سے حضرت خواجہ کسب فیض کریں اور ان کے رشد و ہدایت سے استفادہ کرسکیں۔

[2] بحر العرفان کا لغوی معنی علم معرفت کا بحر بیکراں ہے۔ واقعی یہ کتاب ایسے ہی مضامین پر مشتمل ہے۔ اسمیں خدای لایزال کی پہچان کے طریقے اور ان کے قواعد، ان قواعد کی توضیحات میں بزرگان سلف کے مستند واقعات درج ہیں۔ ان کے مطالعے سے ایک صاحب ہدایت راستہ پاکر زندگی کے حقیقی مقصد کو پاتا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اولیارا ہست قدرت از الٰہ　　تیر جستہ باز آرندش ز راہ

علامہ رومی علیہ الرحمۃ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام بنی نوع انسان کے اعلیٰ اور منتخب افراد ہیں۔ نتیجتاً ان عالی درجات حضرات کے خصائص بھی عام انسانوں سے جدا اور اولیٰ ہیں۔ اگرچہ شکل وصورت اور دیگر جسمانی لوازمات میں وہ عام انسانوں کی طرح نظر آتے ہیں مگر ان کی حقیقت اور ان کے خصائص جداگانہ ہیں۔ مگر عام آدمی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی سمجھ سے بعید ہے۔ اب اس حقیقت کو عام انسانوں کے ذہنوں میں اتارنے کے لئے مولانا ٹھوس مثالیں پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

پاک لوگوں کے کام کو اپنے آپ پر قیاس مت کرو۔ دیکھو تمہاری حقیقت اور اُن کی حقیقت جُدا جُدا ہے جسطرح لغوی زبان میں شیر اور شیر لکھنے میں بالکل ایک ہیں مگر ان کی حقیقیں جُدا جُدا ہیں۔ شیر (دودھ) انسان کے لئے ایک مقوّی غذا ہے اور شیر ایک حیوان مفترس ہے جو لوگوں کو کھاتا ہے اسی طرح زنبور اور نحل ایک ہی ساخت کے دو جاندار پرندے ہیں، دونوں پر لفظ زنبور صادق آتا ہے۔ دونوں ایک ہی باغ میں پلتے ہیں مگر ایک سے زہر اور دوسرے سے عسل نکلتا ہے۔ پہلی چیز انسان کے لئے سم قاتل ہے اور دوسری (شہید) نہ صرف غذا ہے بلکہ تمام مرضوں کے لئے شفا ہے۔

نَے کو دیکھو ایک ہی زمین میں ہوتی ہیں ایک ہی آب و ہوا میں اُگتی ہیں مگر خاصیت جُدا جُدا ہے ایک نَے کھوکھلی ہوتی ہے جو بنسری بنانے کے کام آتی ہے دوسری نَے ٹھوس ہوتی ہے اُس سے شکر نکلتا ہے وہ انسان کے لئے غذا ہے۔ پس جس طرح ایک ہی جنس دو افراد ایکدوسرے سے اپنے اپنے خواص میں مختلف ہیں اور ایک دوسرے پر منفعت کے لحاظ سے درجہ رکھتے ہیں اسی طرح یہ حقیقت بھی بجائے خود مسلمہ ہے کہ انسان سارے کے سارے ایک دوسرے سے شکل وشمائل میں ملتے جلتے ہیں۔ مگر ان کی باطنی حقیقتیں جدا جدا ہیں۔

پھر مولانا اس حقیقت کو اپنی ان ٹھوس مادی توضیحات پر منطبق کر کے بالاستدلال فرماتے ہیں ؎

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اولیا راہست قدرت ازالہ　　تیر جستہ باز آرندش ز راہ

اس لئے اولیاء کاملین پر طاقت اللہ کی طرف سے مخصوص ودلیعت ہے کہ وہ چھوڑے ہوئے تیر یا بندوق سے نکلی ہوئی گولی کو اپنے راستے سے ہٹا کر واپس لا سکتے ہیں۔

یہی طرز عمل حضرت شیخ اکمل نے بھی بحر العرفان میں اپنایا ہے۔ وہ باطنی حقائق کی توضیحات دیتے ہیں پھر نہایت حسین انداز سے ان حقائق کو قاری کے ذہن میں اُتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً ؎

ہست فروعۂ تو دل با جان　　تخم ذکر خدا درو افشاں

آنچہ کارند روید آخر کار　　بہر کارندۂ خود آرد بار

گر زمین پاک نیست برندید　　بید ہرگز رطب ثمر نہ دید

۵ — (بحر العرفان جلد اول صفحہ ۱۸۲)

فرماتے ہیں جسطرح ایک کاشتکار زرعی زمین میں بیج بوتا ہے پھر اُسکا پھل کھاتا ہے۔ اسی طرح تمہاری زمین تمہارا خود اپنا دل اور اپنی جان ہے۔ تم اس اپنی زرعی زمین میں اللہ تبارک وتعالےٰ کے ذکر کا بیج بوتے جاؤ۔ جو کچھ اس زرعی زمین میں بویا جائے وہ اپنے کاشتکار کے لئے ثمرہ لے آتا ہے۔ مگر شرط ہے کہ زمین پہلے اسکے لئے تیار کی جائے جسطرح کاشتکار کرتے ہیں۔ وہ اُسکو پہلے جوتتے ہیں، پھر پانی دیتے ہیں، اسمیں نمی پیدا کرتے ہیں۔ اگر زمین پہلے تیار نہ کی جائے وہ بیج بو کر بھی پھل نہیں دے سکتی ہے۔ مثلاً بید[1] کے درخت سے کبھی رُطب (ایک خاص قسم کا کھجور) نہیں نکلتے ہیں۔

پس زمین وجود کن تیار　　بعد ازان تخم حق درو میکار

پاک وصاف از ہمہ چو کردی طین　　تخم ہا خوشہ ہا دہد شیرین

شو بہ ذکر خفی کنوں مشغول　　تا شود مرأت دلت مصقول

اندر آئینہ ات نماید روی　　ہر چہ جوئندہ را تو از ہر سوئے

تخم اللہ در دلت میکار　　زان بروید شجر خود از دیار

---

[1] رطب ثمر نہ دہد اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر بیج کا ثمرہ اُسی بیج کے مطابق ہوتا ہے لہذا اس زرعی زمین کو زراعت کے لئے تیار کرتے وقت اخلاص فی العمل کا خیال رکھا جائے کیونکہ اگر خلوص میں کھوٹ ہوگی تو اُسکی مثال ایسی ہے کہ تم بید کے درخت بو کر اُس سے یہ توقع رکھتے ہو کہ اُسکا پھل رطب (رسیلا کھجور) ہوگا۔ وہ آئین قدرت کے خلاف ہے۔ اسی طرح اس روحانی زرعی زمین میں بھی کھوج کر کے بیج ڈالدیں پھر میٹھے پھل کی توقع رکھیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

پھر فرماتے ہیں کاشتکار جسطرح اپنی زرعی سے زمین کوڑا کرکٹ دور پھینکتا ہے۔ ای بحرالعرفان پڑھنے والے تم بھی اپنے وجود سے اوصاف مذمومہ کوڑا کرکٹ کی طرح دور پھینکو۔ تمہارے باطنی وجود کا کوڑا کرکٹ حرص، حسد، غضب، شہوت، بخل، تکبر، سوءِ خلق و دیگر ہمچو قسم کی بُری خصلتیں ہیں۔ جب تک کوڑا کرکٹ زمین میں موجود ہوگا یہ اچھی فصل دینے سے رہ جائے گی۔ اسی طرح باطنی وجود میں یہ خصائلِ رذیلہ لذیذ ثمر حاصل ہونے سے مانع ہیں۔ پس باطنی زرعی زمین (دل اور جان) کو ان چیزوں سے پاک کرکے اسمیں یادِ حق کا بیج بو جاؤ اسکے لئے ذکر خفی کا بیج مناسب ہے۔ تمہارے دل کو اس سے صیقل ہوگا اور جس محبوب کو تم ڈھونڈتے ہو اسکی تجلی اسی دل سے تمہیں جلوہ گر ہوگی آگے تم "اللہ اللہ" اپنے دل سے کرتے جاؤ اسکا درخت اور اسکے لذیذ میوے تم خود کھاؤ گے اور لذت ذکر کو ضرور محسوس کرتے جاؤ گے۔ سلوک میں اسکے لئے دو لفظ مستعمل ہیں (۱) تخلیہ (اپنے وجود کو خصائل ذمیمہ سے پاک کرنا) (۲) تحلیہ (اپنے قلب میں ذکر حق کی تخم ریزی کرنا اور اوصاف حمیدہ سے اپنے آپ کو مزین کرنا) حضرت میرزا آگے چلکر اسی موضوع کی تفصیلات بتاتے ہیں۔

مثنوی مولانا رومیؒ اور بحرالعرفان میں کچھ خفیف فرق

یہاں یہ نکتہ بالاختصار نہایت قابل ذکر ہے کہ علامہ مولانا جلال الدینؒ کا موضوع سخن ساری مثنوی میں ایک ہے۔ وہ یہ کہ وہ دین کے اسرار و غوامض ہم پر واضح کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کا حسن معنوی نکھارتے ہیں۔ اسکی توضیحات میں علامہ احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ اور مستند نیز غیر مستند قصص و حکایات دونوں بیان فرماتے ہیں۔ ان کا موضوع سخن نہ نفسِ حدیث ہے نہ قصص بلکہ ان کے ذریعے سے اپنی بات کو واضح کرنا ہے۔ برخلاف محدث اور مورخ کے بالترتیب ان کے ہاں نفسِ حدیث اور نفس واقعہ موضوع سخن ہیں اس لئے اُن کی صحت کی طرف ان کی خاص توجہ مرکوز ہوتی ہے وہ اسکا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں اور ان علمائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہمارے سامنے مستند کتبِ حدیث اور مستند کتب سیر و تاریخ کی صورت میں ہیں۔ مگر پند و نصائح کے میدان میں شعراء اور مضمون نگاروں نے صحت اور عدم صحت کی طرف کم توجہ دی ہے۔ انہوں نے اعلیٰ اخلاق اور کردار سازی کی طرف زیادہ توجہ مرکوز کی ہے۔ مثلاً حضرت شیخ سعدی شیرازی کی گلستان، بوستان مولانا رومی کی مثنوی و دیگر ہمچو قسم تصنیفات میں واقعات کے استناد اور صحت کی طرف توجہ کم ہے اور اصل موضوع (شریعت اور احکام شریعت، اسوۂ حسنہ حضرت رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو اور ان کے محاسن کو قاری کے دل و دماغ میں ذہن نشین کرنے کی طرف زیادہ توجہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

رقمطراز ہے۔

مگر حضرت شیخ اکمل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی موضوع پر مثنوی بحرالعرفان لکھی اور اقرار کیا کہ مجھے سلف صالحین حضرت مولانا جلال الدین رومی اور علامہ حضرت شیخ فریدالدین عطار علیہما الرحمۃ والرضوان کی مدد شامل حال ہے اور واضح کیا میں شاگرد ہوں اور وہ استاد، میں مرید ہوں اور وہ مرشد ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنی مثنوی بحرالعرفان میں انہوں نے احادیث مردیہ کی صحت کا خاص خیال رکھا۔ عموماً ایسے احادیث طیبہ اپنی کتاب میں درج کئے جو کسی نہ کسی مستند حدیث کی کتاب میں کسی قابل اعتماد روایت سے درج ہوئے ہیں۔ غریب، ضعیف روایات سے اجتناب کیا۔ اسی طرح انہوں نے واقعات کو بھی تاریخی لحاظ سے دیکھا۔ غیر معقول اور غیر معتمد قصص اور حکایات کو کسی جگہ اپنی کتاب میں جگہ نہیں دی ہے۔ یہاں اس پر زیادہ بات کرنیکی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت کیونکہ بحرالعرفان کی جلد سوئم زیر طبع ہے اُسکے دیباچہ میں اس موضوع پر گفتگو حسب ضرورت ہوگی۔

الغرض "بحرالعرفان" کا وہی موضوع ہے جو پندنامہ حضرت مولانا شیخ فریدالدین عطارؒ قدس سرہ اور جو مثنوی حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ البتہ حضرت میرزاؒ نے "بحرالعرفان" میں اس موضوع کو مزید وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ دراصل حضرت خواجہ حبیب اللہ عطارؒ اور ان کے مشائخ کرام کی باطنی عنایت حضرت میرزاؒ کو نصیب ہوئی ہے کہ انہوں نے اس عظیم کتاب کو تالیف فرمایا۔ اسکا ذکر تفصیلاً حضرت شیخ عبدالوہاب نوری نے نفحات کبرویہ میں کیا ہے۔

"بحرالعرفان" کے علاوہ آپ نے کئی اولیاء کبار کی تعریف میں قصائد و مناقب لکھے ہیں اور کئی غزلیات بھی۔ آپ نے ایک منظور رسالہ المسمیٰ "مخبرالاسرار" تصنیف کیا ہے۔ یہ ۲۷۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ میر سید محترم لاہوری نقشبندی نے اسکی منظوم شرح لکھی ہے۔ یہ شرح بحوالہ تمہید "بحرالعرفان" (جلد اوّل) بیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ آپ نے کشمیری میں بھی کچھ غزلیں لکھی ہیں۔ ایک غزل کا حوالہ اسی تمہید میں موجود ہے۔ (تمہید بحرالعرفان ج ۱ صفحہ ۸)

مخبرالاسرار کے علاوہ آپ کی غزلوں میں سے مجھے آپکی یہ غزل بہت عزیز ہے جسکے ابتدائی شعر یہ ہیں

ہستی من زمن بدر، کرد کہ کرد یار کرد — محو خودم بیک نظر، کرد کہ کرد یار کرد

ساذج بحت ذات اوست دو کون صفات او — مظہر خیر و شر دگر، کرد کہ کرد یار کرد

بودہ ام اصل جان جاں، منبع فیض کن فکاں — باز مرا در بدر بہ در، کرد کہ کرد یار کرد

اکمل ازین غزل کہ گفت، کرد عیاں ہمہ نہفت — بروے ازیں جہاں خبر، کرد کہ کرد یار کرد

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ما ذكرناك حق ذكرك سبحانك

ما شكرناك حق شكرك سبحان الله

الأبدي الأبد سبحان الله الواحد الأحد

سبحان الله الفرد الصمد سبحان الله رافع السموات

بغير عمد سبحان الله الذي لم يتخذ صاحبة

ولا ولدا سبحان الله الذي لم يلد ولم يولد ولم

يكن له كفوا أحد سبحان الملك القدوس سبحان

ذي الملك والملكوت سبحان ذي العزة والعظمة

والقدرة والهيبة والجلال والكمال والبقاء

والثناء والضياء والآلاء والنعماء والكبرياء

والجبروت سبحان الملك الحي الذي لا ينام ولا يموت

عکسِ خط حضرت مرزا اکمل الدین بیگ خان بدخشیؒ

(اورادِ فتحیہ) نسخہ مملوکہ کلچرل اکادمی سرینگر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سبوح قدوس ربنا ورب الملائكة والروح

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر

ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم اللهم

انت الملك الحق الذي لا اله الا انت يا الله

يا رحمن يا كريم يا ملك يا قدوس

يا سلام يا مومن يا مهيمن يا عزيز

يا جبار يا متكبر يا خالق يا بارئ

يا مصور يا غفار يا قهار يا وهاب

يا رزاق يا فتاح يا عليم يا قابض

يا باسط يا خافض يا رافع يا معز يا مذل

يا سميع يا بصير يا حكم يا عدل

اورادِ فتحیہ کے ایک اور صفحے کا عکس۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

صوفیان کرام کے ہاں ابن عربی کے بعد سے دو نظریے پائے جاتے ہیں۔ ایک ہے وحدتِ وجود اور دوسرا وحدتِ شہود اسکی تعبیر ان الفاظ سے بھی ہو سکتی ہے۔ ہمہ اوست یا ہمہ از اوست حضرت میرزا کی اس غزل کے پیش نظر جسکے چند شعر اوپر لکھے گئے اور بحر العرفان کے پہلے چند اشعار* کو مد نظر رکھتے ہوئے میں لکھ رہا ہوں کہ حضرت میرزا علیہ رحمۃ وحدت وجود کے قائل نظر آرہے ہیں اگرچہ انہوں نے اپنے کلام میں کسی جگہ تصریحاً اسکی وضاحت نہیں کی ہے۔ چونکہ یہ ایک مختصر مقالہ ہے یہاں ہمہ قسم تصوف کے پیچیدہ مسائل کو زیر بحث لانے کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت۔

البتہ "مخبر الاسرار" سے چند اشعار یہاں میں نقل کرتا ہوں تاکہ یہ مضمون پڑھنے والوں پر واضح ہو جائے کہ آخر سلوک کس چیز کا نام ہے؟ حقیقی تصوف اور حقیقی فقر کا مطلب کیا ہے؟ شریعت اور سلوک بالفاظ دیگر شریعت و طریقت میں کسقدر امتزاج ہے؟ بزرگان دین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی سوانح حیات اور ان کی خود نوشت نگارشات سے اگر نہ سیکھے تو پھر اس سے بڑھکر قرآن و سنت کی تشریحات کے لئے کونسا بڑا ذریعہ ہے جس سے ہم فلاح دارین حاصل کرنے کے لئے کسب فیوضات کر سکیں:۔

۱۔ خرقہ پوشید مرا حضرت ایشان زکرم
هست ایں رابطہ در کسبِ ویہ بنیادم

۲۔ جانشین کرد بسجادہ مرا ایں مرشد
بہر ارشاد بہر سلسلہ رخصت دادم

۳۔ گفت پیغمبر دین شیخ مرا چندیں بار
ہر کہ افتاد قبول تو قبول افتادم

۴۔ پیر با عقل شدہ متفق و میکردند
سوی عرفان و خداوندی او ارشادم

---

* بحر العرفان کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:۔

حمد للہ حامد و محمود — قوت فعل خویش را معبود
از جمال و جلال خود مشحون — کرد چونہا پدید خود بیچون
جلوہ گر ذاتش از صفات آمد — ایں صفتہا دلیل ذات آمد
جلوہ ہائش وضع یک دیگر — گشتہ بر ذات جلوہ گر رہبر

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

۵۔ سنتِ شرح محمدؐ کہ بے محمود است
آنطرف شورت فکر یمی افتادم

۶۔ ہم زحالات عزیزان سلف درارقام
بمطالع کہ ہمی آمد و دل میدادم

۷۔ عاقبت آرند مرشد لوز اذکار
دیو من گشت مسلمان و مبارکبادم

۸۔ ہر کدورات و ملالت کہ بہ پیشم آمد
از نظر شیخ ہمی کرد دران امدادم

۹۔ رغبت طاعت حق بیش ازانم شد
دل بامید کرم ہای خدا میدادم

۱۰۔ گنج عزلت کہ بود مملکت ہفت اقلیم
ہمت فقر درو حکم امارت دادم

۱۔ ۔(حضرت خواجہ قدس سرہ نے خرقۂ خلافت پہنایا اور مری بنیاد سلسلہ کبرویہ پر قائم ہے۔)

۲۔ ۔(حضرت خواجہؒ نے اپنے سجادہ پر بٹھایا اور اپنا جانشین مقرر کیا اسکے بعد انہوں نے مجھے برسلسلہ طریقت میں رہبری کرنیکی اجازت مرحمت فرمائی۔ (اس سے واضح ہے حضرت میرزاؒ برسلسلہ طریقت میں حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کیطرح مجاز تھے۔ یہ آپکی امتیازی خصوصیت ہے)

۳۔ ۔(پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار جلوہ گر ہو کر میرے بزرگوار کو ارشاد فرمایا " جو تیرے دربار میں قبول ہے وہ مجھے بھی قبول ہے"۔ (نتیجتاً جو رسول اللہؐ کو قبول ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کو بھی قبول ہے)

۴۔ ۔(میرے مرشد عقل کے ساتھ متفق ہو کر معقول طریقہ سے رہبری کرنے لگے۔ حق شناسی کی طرف انہوں نے میری رہنمائی کی۔)

(نکتہ) حضرت شیخ اکمل کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میرے مرشد عالیجناب نے میری رہنمائی سلوک کی منازل طے کرنے میں شریعت کے دائرے میں کی یہی

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی حاصل کرنے کا مضبوط اور معقول طریقہ ہے۔ شریعت سے باہر کوئی طریقہ نہ معقول ہو سکتا ہے نہ ثمر آور۔

۵۔ ۔(سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ عمل) اور شریعت محمدیؐ نہایت قابل تعریف ہیں۔ میں نے ان دونوں چیزوں پر غور و فکر کیا اور راستہ پایا۔)

۶۔ ۔(اسی طرح بزرگان سلف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات جو قلمبند ہو چکے تھے میں نے غور سے اُن کا مطالعہ کیا اور میں نے اپنا دل و دماغ اسکی طرف مکمل طور پر متوجہ کیا۔)

۷۔ ۔(آخر کار مرشدِ کامل سے جو اذکار میں نے اخذ کئے تھے مرشد کامل کی توجہات سے ان کی روشنی ظاہر ہوئی۔ اسکی مدد سے میرا دیو (نفس) مسلمان ہو گیا اور میرا تابع ہوا میں اُسکی غلامی سے آزاد ہوا یہ ایک مبارک فال تھا۔)

۸۔ ۔(جو تکلیف یا دقت مجھے سامنے آئی پر مرشد کی نظر کیمیا اثر سے میں نے وہ تکلیف دور کر دی، بات واضح ہو گئی کہ طریقت میں مرشد کے بغیر مقصد کو پہنچنا ناممکن ہے۔)

۹۔ ۔(جب نفسِ کافر مسلمان ہوا میری طبیعت اللہ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ سے زیادہ راغب ہو گئی اسطرح اللہ سے بے شمار فیوضات کی امید وابستہ کی۔)

۱۰۔ ۔(تنہائی ایک خزانہ ہے جو سات براعظموں کی حکومت ملنے سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ اسکی مدد سے میں نے اپنی پوری ہمت فقیری کی حکومت ملنے پر صرف کر دی۔)

ان اشعار میں حضرت شیخ اکمل علیہ الرحمتہ نے جن باتوں کو صراحتاً بیان فرمایا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے :۔

- طریقت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے لئے اپنے مرشد کامل سے مرخص اور ماذون ہونا لازمی ہے۔ اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کی خلعت کا حصول اپنے مرشد سے لازمی ہے۔ سالک کو بھی چاہیئے کہ وہ کسب فیوضات ایسے ہی بزرگ سے کرے جو صاحب ارشاد ہو۔
- جو اپنے مرشد کی بارگاہ میں مقبول اور منظور ہے وہ اللہ اور اُسکے رسولؐ کے ہاں بھی مقبول ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اُن کو

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

ارشاد ہوا جو بھی آپ کے ہاں منظور نظر ہے وہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بھی منظور ہے۔

- شریعت پر گامزن ہو کر طریقت میں قدم رکھنا نہایت مستحسن ہے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے آسان اور پختہ راستہ ہے۔ یہی عقل کا بھی تقاضا ہے اور نقل بھی اسکی تائید کر رہی ہے۔
- طریقت میں ماذون اور مجاز مربّی کا ہونا سالک کے لئے ضروری ہے۔ چاہے سالک مجذوب سالک ہو (جیسا کہ عموماً اویسی حضرات ہوتے ہیں) یا سالک مجذوب۔ اوّل الذکر حضرات کو بھی بعد میں مرشد ظاہری کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ جیسا کہ حضرت شیخ نورالدین ریشی قدس سرہ کو حضرت سید میر محمد ہمدانی رح کی طرف اور حضرت بابا ہردریشی رح کو سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کرنا پڑا۔
- طے منازل اور اوراد و اذکار پر مواظبت قائم کرنے کے لئے اعانت مرشد لازمی ہے۔ یہ نعمت مرشد کی توجہات سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اسکے علاوہ بزرگان سلف کے حالات کا مطالعہ کرنا بھی اس راستے میں یہ سعادت حاصل ہونے کے لئے مددگار ثابت ہوتا ہے۔
- حضرت رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ عمل اور اُن کی شریعت میں حقیقی طریقت ہے یعنی طریقت کے تمام فیوضات ان ہی دو چیزوں میں مضمر ہیں مگر ان پر عمل کرنا اسوقت تک ناممکن ہے جب تک نہ نفس، جو انسان کے ساتھ ایک بڑا شیطانِ کافر ہے، مسلمان ہو جائے۔ انسان کی شرعی عقل کا غلام، تابعدار نہ بن جائے۔ یہ کثرتِ اذکار، کثرت نوافل اور سب سے زیادہ مرشد توجہات سے مسلمان ہو سکتا ہے۔ جب یہ مسلمان ہو جائے وہی ایک باایمان انسان کے لئے سب سے زیادہ خوشی کا مقام ہے۔ یہی کامیابی اور رستگاری کی بنیادی کلید ہے۔
- ابتدائی ایّام میں خلوت (لوگوں سے الگ تھلگ رہنا) اس راہ میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ جب سالک اس منزل میں پختہ ہو جاتا ہے تو اُسکو خلوت در انجمن کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے یعنی لوگوں میں مصروف عمل رہ کر وہ حقیقتاً اُن سے الگ ہو کر اپنے مولیٰ سے جُڑا ہوا ہوتا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سلسلہ نقشبندیہ میں یہی صفت اعتکاف کا درجہ رکھتی ہے اور سلسلۂ طریقت میں اس صفت کا ہونا محمود ہے اور اسکا فقدان سالک میں نقصان دہ ہے۔

حضرت میرزاؒ نے "بحر العرفان" میں بھی اِن اہم نکات کی طرف مطالعہ کرنے والوں کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ چنانچہ بحر العرفان کا جسقدر حصہ اسوقت تک چھپا ہے اور جن خوش نصیب فرزندانِ توحید نے اسکا مطالعہ کیا ہوگا۔ ان سے یہ بات مخفی نہیں ہے۔

ان متذکرہ صدر مختصراً پیش کردہ امور کو ملحوظ نظر رکھکر بحر العرفان کے چند اشعار استشہاداً پیش کئے جارہے ہیں تاکہ طالب علم کا ذہن صاف ہو جائے اور کئی قسم کی الجھن کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہے ؎

سلسلہ بگسل خدا میجو
تا نمایندت راہت از ہر سو

۰۔ (سلسلوں کے بندھنوں میں مت پڑو۔ تم اللہ کی ذات ستودہ صفات کو ڈھونڈو جب تمہاری چاہ پختہ ہوگی ہر طرف سے آپکو راستہ دکھایا جائیگا یعنی پھر تمام سلسلے تمہیں مل سکینگے۔)

گر نہ اعمال صالح است بہ مرد
ناز بر حسن غیر نتواں کرد

۰۔ (اگر تمہارے پاس اس راستے میں اعمال صالح کا ذخیرہ نہ ہوگا، دوسروں کے جمال اور اعمال پر فخر مت کرو۔ یعنی اپنے اسلاف یا دوستوں کے اعمال صالحہ پر ناز مت کرو۔ خود کچھ کمانے کی کوشش کرو۔)

آن عزیزاں کہ حق پرستانند
ہیچ بہ غیر ازیں نہ پندارند

۰۔ (وہ خوش نصیب لوگ جو اللہ تبارک وتعالےٰ کو چاہتے ہیں اور اُنکی بندگی

ؔ ان دو شعروں کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور کا ایک مجسمہ ہیں۔ اُن کا نور اللہ تبارک وتعالےٰ کی ذات ستودہ صفات سے ہے۔ آپ ہی کے نور سے اللہ تک رسائی ہو سکتی ہے اور کائنات وما فیہا کے پوشیدہ حقائق منکشف ہو سکتے ہیں۔ یہ بالکل قرآن وحدیث کے مطابق ہے

وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۰۔ (القرآن)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

کرتے ہیں۔ وہ اللہ سے بہتر کسی چیز کو نہیں سمجھتے ہیں۔ یعنی ان کی زندگی کی لذت اور نشاط اللہ ہی سے ہے اور اسکی ذکر میں ہے)

عمر نشاط مجلسم اللہ اللہ سرور محفلم اللہ اللہ

دمبدم در فنای خود کوشند

جام عرفان حق ہمی نوشند

•۔ (یہ لوگ ہمیشہ اپنی ہستی مٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور معرفت کا جام پینے میں رات دن لگے رہتے ہیں۔ اسی میں اپنی زندگی کی لذّت محسوس کرتے ہیں۔)

زبدۂ نور، نور محمود است

از جمالش خدا مشہود است

•۔ (چُنا ہوا نور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ اُن ہی کے نور سے اللہ کی ذات ستودہ صفات جلوہ گر ہے۔)

گشت ازیں نور، در تجلی ذات

زان تجلی بدید موجودات

•۔ (اسی نور محمدی کی روشنی میں اللہ کی ذات ستودہ دیکھی جا سکتی ہے اور اسی تجلی ذات سے جملہ موجودات کی حقیقت انسان پر واضح ہو سکتی ہے (یا آدمی کے سامنے آسکتی ہے) اس کا مطلب یہ ہے جو اللہ تک رسائی کرنے کا متمنی ہوگا۔ اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسب نور، کسب فیوضات کرنا لازمی ہیں۔ یہ فیوضات اطاعت رسولؐ سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں پھر سالک نورِ وحدت تک پہنچ سکتا ہے۔

ہر کہ دیدار مصطفیٰؐ را دید

او دراں جلوۂ خدا را دید

•۔ (جس نے جناب سرور کائنات محمد مصطفیٰؐ کو دیکھا اُس نے یقیناً ان کی ذات بابرکت میں اللہ کا جلوہ دیکھا ہوگا۔)

شد یقین ہر چہ مصطفیٰؐ گوید

از زبانش بما خدا گوید

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

۵۔ (اس سے یہ بات یقیناً ثابت ہو جاتی ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دراصل وہ آپکی زبان سے اللہ تعالےٰ ہمیں بتا رہا ہے۔)

یافت زیں لجۂ عارف آگاہ

معنی لا الٰہ الا اللہ

۵۔ (اس حقیقت کو سمجھ کر ایک عارف کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا حقیقی مقصد پاتا ہے اور اُس سے آگاہ ہو جاتا ہے۔)

ہر کہ ایں بسحر گفت و انکس خود

برد بر عالم حقیقت راہ

۵۔ (جس شخص نے اس حقیقت کو سمجھ کر اس کلمۂ حق کو سحر کے وقت پڑھا وہ حقیقت کی منزل تک ضرور پہنچ جائے گا۔ یہاں اس شعر میں ضمناً بوقت سحر کلمۂ شریف پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی اور اس پر مواظبت کرنے والے کے لئے معرفت سے فیضیاب ہونے کی امید قوی ہے۔)

گر بجوئی بشرع میجویش

تابع سنت رسول اللہؐ

۵۔ (اگر اللہ کو ڈھونڈنا ہے تو اُسکو شریعت کے راستے ڈھونڈو۔ یعنی شریعت عمل پیرا ہو کر ڈھونڈو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت شریف اور اُن کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر ڈھونڈو کہ پانے کا یہی پختہ راستہ ہے۔)

بحر العرفان و دیگر قصائد و غزلوں میں حضرت میرزا قدس سرہ نے طالب علم کو دنیا کی حقیقت دنیا و ما فیہا کی بے ثباتی، نفسِ امارہ کی ضرر رسانی نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کی پہچان، خدا پرستی، خدا پرستی کے فوائد عشقِ حقیقی کی منزل، دائمی زندگی اور اسکے حصول کے طریقے وغیرہ، ہمچو قسم دیگر موضوعات معہ امثلہ سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ بزرگان سلف کی طرح آپ کا انداز بیان ناصحانہ اور مشفقانہ رہا ہے۔ دوران مطالعہ پتہ چلتا ہے کہ ناصح بجائے خود عامل بھی ہے عارف بھی۔ ان حقائق سے باالعلم اور باالمشاہدہ واقف ہے۔ اس لئے کلام نہایت اثر انداز ہے۔

خلاصہ کلام

بحر العرفان، یا مثنوی حضرت علامہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اور عارفانہ کلام یا

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

دیگر کتب و رسائل، جو بزرگان دین اور علماء کرام نے اس باب میں لکھتے ہیں کو پڑھنے سے یہی بات واضح ہو جاتی جو علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) جلد اول سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں لکھی ہے :-

- واما الخاصة فالكرامة عندهم العناية الالهية التي وهبتهم التوفيق والقوة حتى خرقوا عوائد انفسهم۔
- اجل الكرامة واعظمها التلذذ بالطاعات في الخلوات والجلوات مراعات الانفاس مع الله حفظ الآداب في تلقي الواردات في الاوقات والرضاء عن الله تبارك وتعالى في جميع الحالات وان اكمل المطالب الهداية في الدين لان الله تعالى ختم الكلام في الفاتحة على طلب الهداية من العبد حيث قال "اهدنا الصراط المستقيم" وهذا دال على ان جنة المعرفة خير من جنة النعيم۔
- ۔ (تفسیر کبیر، ج ۱ صفحہ ۶۵۸، مطبوعہ مصر اورینٹل کالج لائبریری)
- خاص لوگوں (بزرگان دین صلحائے امت، ہدایت یافتہ دانشوروں) کے نزدیک کرامت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایسی توفیق اور قوت عنایت ہو جائے جس کی مدد سے وہ اپنے نفس کے عام عادات بدل کر اللہ اور رسول کی اطاعت میں اپنی قوت پر صرف کریں۔
- سب سے بڑی کرامت خلوت اور انجمن میں اللہ کی اطاعت اور عبادات میں فیوض لذت محسوس کرے گا۔ اور ہر حال میں وہ پاس انفاس رکھیگا۔ اسکے ساتھ مختلف اوقات میں ورودات فیوضات ربانی کو ادب اور وقار کے ساتھ پائیگا اور اپنے مولےٰ ذات پاک حضرت مالک لایزال سے ہر حال میں راضی رہیگا۔ چاہے وہ مومن مصیبت میں ہو یا راحت میں۔ اللہ کے نزدیک مومن کا کامل ترین مقصد ہدایت فی الدین ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں عبد کیطرف سے طلب ہدایت پر کلام کو ختم کیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ "اِهدنا الصراط المستقیم" (اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا) یہ اس بات پر دال ہے کہ معرفت کی جنت نعمت

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

سائے گوناگوں سے بھری پڑی جنت سے بلند و برتر ہے۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں واضح کیا گیا حضرت شیخ اکمل الدین کامل بیگنان بدخشی اپنے وقت نہایت ممتاز بلند و برتر صوفی بزرگ، عالم دین، نکتہ سنج، شاعر اور عابد تھے۔ آپ کے خلفاء کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ خلیفوں کے خلیفے لاتعداد ہیں حضرت حاجی عبدالسلام قلندر، حضرت فاروق صاحب، حضرت محمد اعظم صاحب سوکال پوری کے ہزاروں خلیفے، شاگرد ہیں۔ کئی حضرات انہیں سے مجذوب تھے۔ کشمیر میں ان ہی حضرات کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ ان ہی کے فیوضات یہاں کے جملہ صوفی شعراء کرام اور قلندروں وغیرہ کو عموماً ملے ہیں جو مختلف رنگوں میں مشہور ہوئے ہیں۔ اس ممتاز صوفی بزرگ، سرزمین کشمیر کے مایہ ناز سپوت نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۱۳۱ھ مطابق یکم نومبر ۱۷۱۹ء[1] اتوار کو وفات پائی اور آج تک آپ کا روضۂ اطہر مرجع خاص و عام ہے۔[2]

---

[1] سالِ وفات ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء (مطابق، کاشر انسائیکلوپیڈیا۔ جلد ۱۔ مطبوعہ کلچرل اکادمی)

[2] آپؒ کا روضہ سری نگر میں علمگری بازار اور حول کے درمیان سڑک کے بائیں کنارے واقع ہے۔ اسی کی مناسبت سے پورے علاقے کو "مہرزِ کامل صاحبؒ" کہا جاتا ہے۔ روضہ شریف کے احاطے میں شاہ نعمت اللہ کلو۔ خواجہ قائم الدین پتلو اور شہزادہ خانم بھی آسودہ ہیں۔ آپ کا آستانہ عالیہ خواجہ قائم الدین پتلو نے آنجنابؒ کے واصل بحق ہونے کے تقریباً دو سال بعد ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰ء تعمیر کروایا۔ اس کے شمال کی جانب ایک مسجد بھی بنوائی جو حال ہی میں پھر سے تعمیر کی گئی ہے۔ روضہ شریف کی لمبائی ۵۷ فٹ اور چوڑائی ۲۷ فٹ ہے۔ جس میں جنوب کی جانب بالادری (جو اب نور خانہ کہلاتی ہے) میں شیشے لگے ہیں۔ اسکی اندرونی چھت کو ختم بند سے مزین کیا گیا ہے۔ آستانۂ عالیہ پر، عام زیارتوں کی طرح، کوئی گنبد یا برج نہیں ہے۔

کاشر انسائیکلوپیڈیا۔ جلد ۱۔
(مطبوعہ کلچرل اکادمی) ● — (ادارہ)

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

آپکی تاریخ وفات پر وقت کے کئی بزرگوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں ؎

در لیغا پیر کامل بحر عرفان — طراوت بخش بزم اہلِ ایقان
گزشت از ماہ حج چوں بست نہ روز — بہ یک شنبہ شد او فردوس افروز
بسوئے گلشن جنت روان شد — ز ہجرش چشم جان گوہر فشان شد
بمژگان گوہر تاریخ سفتم — ز عالم پیر کامل رفت گفتم
۱۱۳۱ھ

● — (از خواجہ اعظم دیدمریؒ)

●

بہر تاریخ وصالش بے الف گفتا خرد — پیرِ کامل بحر عرفان اکملِ اہل کمال
(۱۱۳۱ھ)

● — (از ملا عبدالرسول بینوا)

●

"ز عالم پیرِ کامل رفت"
۱۱۳۱ھ

آپکی تربت مبارک پر یہ تاریخ کندہ ہے

ای کامل اکمل مقدس — تاریخ تو خاتم کمل بس
۱۱۳۱ھ

شاید حضرت شیخ عبدالوہاب نوری کا ہے۔

●

ارجو من اللہ تبارک وتعالیٰ ان یتقبل منی ھذہ الھدیۃ۔ التی کتبتہا فی حالات الشیخ الکامل الاکمل من صمیم القلب بکمال الشوق والمحبۃ اسأل اللہ تعالیٰ ان یحشرنی تحت الوائہ یوم القیمۃ وفی ھذہ الحیواۃ الماویہ یوفقنی علی متابعتہ۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar. Digitized by eGangotri